تعلیمِ بالغان و بزرگان

اہمیت وضرورت



- علمِ دین کی اہمیت اور جہالت کی مذمت
- دینی کتابوں کی قدر کرنا علم کی قدر کرنا ہے
- مسلم سماج کے جوانوں کا افسوس ناک حال
- حصولِ علم کے لئے وقت کی قدر کرنا سیکھیں
- بالغان کی تعلیم واقعات کی روشنی میں
- علماء کرام کی صحبت وعظمت کی اہمیت
- تعلیمِ بزرگان واقعات کی روشنی میں
- تعلیمِ بزرگان وتربیتِ بالغان کی مختلف شکلیں

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی نقشبندی مجددی

ناظم دار العلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر

دار العلوم رشیدیہ

مہدی پٹنم، حیدرآباد

یہ مدرسہ ہے تیرا میکدہ نہیں ساقی   یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں
ہم کیسے تیراک رہے ہیں جا کر پوچھو ساحل والوں سے   خود تو ڈوب گئے لیکن رخ موڑ دیا طوفانوں کا

تعلیمِ بالغان و بزرگان اہمیت وضرورت

ترتیب
مُفتی أحمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دار العلوم رشیدیہ و صدر دار الافتاء والارشاد حیدرآباد

ناشر
دار العلوم رشیدیہ
زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیریٹیبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ

فہرس

مسلم سماج کے جوانوں کا افسوس ناک حال

بالغان کی تعلیم واقعات کی روشنی میں

دینی کتابوں کی قدر کرنا علم کی قدر کرنا ہے

حصولِ علم کے لئے وقت کی قدر کرنا سیکھیں

علماء کرام کی صحبت وعظمت کی اہمیت

تعلیمِ بزرگان وتربیتِ بالغان کی مختلف شکلیں

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابو بکر جابر قاسمی صاحب مدظلہ العالی

ناظم کہف الایمان صفدر حیدر آباد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

مکاتب کی اقسام میں بالغان کے مکاتب کی کافی اہمیت ہے،ان کی ازدواجی،معاشی ذمہ داریوں کے ساتھ علمِ دین وخدمت دین سے جوڑنا مقصود ہے،رٹانے سے زیادہ ذہن سازی کا کام بہت رہتا ہے، چھوٹے طلبہ کی طرح ان کے ساتھ برتاؤ نہیں ہوسکتا،اکرام اور قدم قدم پر ہمت افزائی کا پہلو غالب رہنا چاہیے،ایمانیات سے لے کر فقہی وفکری مسائل کو عالمی اور ملکی سطح سے سمجھانا رہتا ہے،جب بھی وہ آئیں غیر حاضری کے باوجود ان کا استقبال کیا جائے،مختصر وقت،مخصوص کورس،انعام وامتحان کا سلسلہ رکھا جائے تو انتہائی مفید اور پُرکشش ہوتا ہے،درسِ تفسیر اور درسِ حدیث کے ذریعہ بھی ان کی علمی تسکین کی جاسکتی ہے۔

ہمارے عزیز دوست مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب دامت برکاتہم نے اچھا ترغیبی مواد جمع کردیا ہے، اس موضوع کے خلا کو انھوں نے پورا کیا،صحت طویلہ مطالعۂ وسیعہ کی ضرورت تو ہر دم استاد کو رہتی ہی ہے، امید ہےکہ میدانی کام کرنے والے علماء کرام اس علمی تحفہ کی قدر کریں گے،پرودگار عالم مؤلف محترم کو صحتِ کاملہ کے ساتھ مقبول کاموں پر استقامت عطا فرمائے۔(آمین)

ابوبکر جابر قاسمی
۵؍ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ
۲۱؍اکتوبر ۲۰۲۳ء

غبارِ خاطر

انسانی پیدائش اور بے راہ روی کی رفتار کے تناسب سے تعلیمی وتربیتی درس گاہوں کی کمی انسان کو انسان بنانے کے حق میں ناکافی ہی نہیں بل کہ نقصان دہ ہے، اور اگر موجودہ درس گاہیں ناقص یا ناکارہ ہوں تو بے دینی کی رفتار کو روکنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔

ابتدائے اسلام میں انتہائی مشکلات کے باوجود جہاں بچوں کی تعلیم کا نظم کیا گیا اس سے کہیں زیادہ بالغان وبزرگان کی تعلیم کا نظم کیا گیا، مالی تنگیوں کے باوجود تعلیمی مراکز مکہ مکرّمہ میں مسجد اَبوبکر، فاطمہ بنت خطّاب کا گھر، دار ارقم، شعبِ اَبی طالب وغیرہ تھے، اور مدینہ منوّرہ میں، مسجدِ نبوی، مسجد بنو زریق، مقامِ قباء، نقیع الخصمات وغیرہ تھے۔

سماج میں علم کی دو طرح کی تقسیم ہے، ایک علمِ دین دوسری علم دنیا، جب کہ حقیقت میں علم کی تقسیم علمِ نافع وغیر نافع سے کرنا بہتر ہے، دونوں طرح کے علم کے میدان و درس گاہیں ہیں، دینی نظامِ تعلیم کے لئے مدارس ومکاتب اور عصری نظامِ تعلیم کے لئے اسکول وکالج، مگر افسوس یہ ہے کہ یہ دونوں درس گاہیں ایک دوسرے سے اس قدر جدا ہیں کہ آپس میں قطعاً بے گانہ ہیں، جس کی وجہ سے پڑھا لکھا طبقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا، ایک کا نام ''ملا'' اور دوسرے کا نام ''مسٹر، mr''، یہیں سے ''مسٹر، mr اور ملا'' کی کشمکش شروع ہوئی، نتیجتاً ایک دوسرے کی خوبیوں سے استفادہ کو ضروری نہیں سمجھتے، ایک طرف الحاد اور بے دینی کا سایہ تو دوسری طرف تنگ نظری دقیانوسی کا الزام لگتا ہے، رہتے رہتے عصری تعلیم یافتہ حضرات دینی تعلیم اور علماء کرام سے محروم ہوتے چلے گئے، اور اہلِ علم عصری علوم یافتگان کو محنت کا میدان بنانے میں تاخیر کرنے لگے، بالآخر اپنی طرح کی سوچ رکھنے والوں کو ان حضرات نے علماء کا مقام دے کر قرآن وحدیث میں تحریف بھی گوارا کرلیا۔

معاشرے میں کسی بھی قسم کی تعلیم اور بالخصوص دینی تعلیم کے لیے صرف مدارس اور تبلیغ کے رسمی طریقوں کو ہی حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جب کہ رسمی طریقہ سے ہٹ کر کچھ مؤثر طریقہ بھی سوچا جاسکتا ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ''الناس معادن کمعادن الذھب و الفضۃ'' (۱) کے پیشِ نظر مسلمانوں کے طبقوں میں مختلف صلاحیتوں کے مالک چھپے ہوئے ہیں، کاش ہر مدرسہ ومسجد کی طرف سے اپنے دائرے میں رہ کر اس طبقہ کو دینی تعلیمی خدمات مہیا کرتا۔

---

(۱) صحیح بخاری: حدیث ۳۴۹۶:

اِس پرُفتن دور میں معاشرے میں دین سے بیزارگی کی بنا پر عملی واخلاقی خرابیوں کا جو سیلاب امنڈ آیا ہے ،اس کے لئے مسلکی ،علاقائی، عصبیتوں کو برطرف ہوکر اور فروعی واختلافی مسائل سے بالاتر ہوکر مشترکہ مفاد کے لئے یکجٹ ہوکر کام کرنے کی ضرورت ہے،مکاتب میں صرف قرآنِ کریم ناظرہ کی تعلیم یا مخصوص سورتوں کے حفظ کے ساتھ مسائل واحکام کی تعلیم بھی دی جائے، لادینی افکار و دھریتی نظریات کی بیخ کنی اور اسلامی عقائد کے برگ و بار کی خاطر بنیادی احکام وآداب کی تعلیم اور عملی مشق اور دینی تربیت کا ماحول فراہم کرنے کے ساتھ ،احکامِ اسلام کو عقل کی نظر میں سمجھانا اور ذہنی شکوک وشبہات کو دور کرنا از حد ضروری ہے۔

نصاب تو ہر کوئی اپنا بنا بھی سکتا ہے مگر مخاطب کی عزتِ نفس کے ساتھ ذہن سازی اور مستقل مزاجی واستقامت فی الدین والا کام بہت اہم ہوتا ہے،آج کا مسلم نوجوان یہ حقیقت تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے کہ اس کا وجود، اس کی اپنی ملکیت نہیں ہے؛ بل کہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی امانت ہے؛ لہٰذا اس امانت کی حفاظت کرنا،اسے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق استعمال کرنا،اس سے وہ کام لینا جس کے لیے اس کی تخلیق ہوئی ہے لازم ہے۔

دُنیا میں ایسے ایسے مما لک بھی ہیں، جہاں پورے ملک میں کوئی کلمہ سکھانے وَالا اور کوئی مسائل بتانے وَالا نہیں ہے،جب تک علم سیکھنے کا یہ موقع حاصل ہے اس کو غنیمت جانیں۔

انسان نے جسمِ ظاہری کے نقصان کو پہچان لیا تو جسمانی بیماری کو دور کرنے کے لئے بے چین ہوجاتا ہے؛مگر روح کی بیماریوں سے نابلد ہے نتیجتاً نماز ترک کرنا،روزہ چھوڑنا،شراب کے جام چھلکانا،ناچ اور گانے گانا،فلمیں دیکھنا،نیٹ کا منفی استعمال کرنا،معاملات میں دھوکہ اور جھوٹ بولنا،احکام اسلام کو پامال کرنا، والدین ورشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا ،پڑوسیوں کو تکلیف دینا،میراث لوٹنا،سود کھانا وغیرہ اسی غفلت نے علمی و بے خوفی کے مرض کا نتیجہ ہے،جو روح کو لگی ہے،ان تمام امراض کے باوجود بھی بیمار کو اپنی بیماری کی فکر دامن گیر نہیں ہے،اور مرض کا علاج اس وقت بہت مشکل بل کہ بسا اوقات ناممکن ہوجاتا ہے جب مریض اپنے آپ کو مریض نہ سمجھے۔

رات کی تنہائی میں موبائل کی اسکرین زلیخا کی طرح ہے جو ہر نوجوان کو کہتی ہے:ھَیْتَ لَکَ،آجا گناہ کرلے،لیکن اے نوجوانوں! تو سنتِ یوسفی زندہ کرتے ہوئے کہہ دے:مَعَاذَ اللّٰہ اے اسکرین! میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں!!

مسلمان جتنے دنیوی شعبوں میں ہے اگر دینی تعلیم سے آراستہ ہوکر ایک عملی مسلمان بن جائے تو آج ساری انسانیت اس کی شکرگذار ہوتی،خدمت گزار ڈاکٹر،حق کا ساتھ دینے والا وکیل،مظلوم کے حق میں انصاف

کا فیصلہ کرنے والا جج، ایماندار وامانت دار تاجر و دار ملازم، غربت میں صبر، ثروت میں شکر کرنے والا، اللہ سے لینے والا، ماں باپ کی خدمت کرنے والا بیٹا اور بچے کی تربیت کرنے والا باپ اور ایک اچھا انسان بن کر حلال وحرام میں فرق کے ساتھ کمانے والا اور اپنے خاندان سے لیکر ملک بل کہ عالم کے ہر مذہب کے لوگوں کا فائدہ پہنچانے والا بن سکتا ہے۔

والدین، اساتذہ اور کمیونٹیوں کی ذمہ داری ہے کہ مجموعی آبادی میں مکاتب میں آنے والے بچوں کا تناسب دیکھ کر مسجد و مکتب میں نہ آنے والے بچوں کو مکتب میں لانے یا ان تک متبادل ذرائع سے تعلیم پہنچانے کا مناسب اور قابل عمل ذریعہ اختیار کیا جائے۔

مساجد کی کمیونیٹیاں اور اصحابِ خیر اپنا وقت اور مال صرف کر کے دینی تعلیم کے نظام کو چلانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اپنے خلوص، ایثار اور محنت کے باوجود تعلیمی نصاب و نظام کو بہتر طریقے سے انجام دینے کے لیے علماء کرام کو تمام تعلیمی امور کی نگرانی کی خدمت حوالے کر دیں، مکتب کے اساتذہ کی مروّجہ تنخواہوں پر نظر ثانی کر کے اساتذہ معاشی تفکرات سے آزاد کر کے دلجمعی کے ساتھ تعلیم دینے کا موقع فراہم کریں، مکتب کے طلبہ کی تعداد کو اساتذہ کی استعداد سے زیادہ نہ رکھیں، ورنہ معیاری تعلیم کبھی قابو میں نہیں آسکتی۔

مصروف ترین طلبہ کرام یا قریب البلوغ لڑکوں اور مغربی ممالک میں مساجد میں دینی مکاتب کا اگر مشکل ہو تو ٹیوشن خواہ آن لائن ہو یا آف لائن کے ساتھ ہفتہ کے دوران شام کو دو گھنٹے یا ویک اینڈ'' Weekend'' پر ہفتہ اور اتوار کی کلاسوں کی صورت میں تعلیم دی جائے۔

مکاتب میں قرآن کریم ناظرہ مکمل کر لینے کے بعد بالعموم بچہ کو مکتب کی تعلیم سے فارغ سمجھا جاتا ہے، اس کے بعد اس بچے کا مسجد و مکتب یا دینی تعلیم کے کسی سسٹم کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہ جاتا جب کہ ابھی اس کی عمر بارہ تیرہ سال کی ہوتی ہے، ظاہر ہے شعور کی ابتداء میں اگر صحیح ماحول و ذہن سازی نہ ہوئی تو یہ بچہ ناظرہ خواں ہونے کے باوجود شہوات وشبہات کے فتنوں سے محفوظ نہیں رہے گا، کیوں کہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے شخص کے کردار، عادات و اخلاق کے رسوخ کی یہی عمر ہوتی ہے، اس لیے تعلیمی نصاب طویل مدّت تک علماء کرام کی صحبت میں رہ کر حتی الامکان دین وشریعت سے واقف کرائے جانے والا نصاب پڑھایا جائے یا تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے (۱) پہلے حصہ میں پانچ سال سے بارہ سال تک کی عمر کے بچوں کو قرآن کریم اور ضروریات دین کا نصاب پڑھایا جائے۔ (۲) دوسرے حصہ میں بارہ سے سترہ سال کی عمر کے بچوں کو عربی گرامر کی ضروری تعلیم کے ساتھ قرآن کریم کا ترجمہ، احادیث کا منتخب

کورس اور سیرت، تاریخ، فقہ کی کوئی کتاب پڑھائی جائے۔

حضرت مولانا مفتی ابوبکر جابر صاحب قاسمی دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کے اپنی قیمتی کلمات سے کتاب کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا، مجھ عاجزِ بے کمال کی ہمت افزائی فرمائی، کتاب کی ترتیب میں عزیزم سید سلمان صاحب قاسمی سلمہ کی قدرے معاونت بھی شامل رہی، جس سے ضرورت کے بقدر مضمون کی تکمیل ہوگئی، امید ہے کہ بالغان کی تعلیم کے لئے اس کتاب سے بنیادی رہبری تو بہرصورت حاصل ہوجائے گی، اللہ رب العزت ہم سب کی محنتوں کو ذریعہ نجات بنادے۔آمین۔

احمد اللہ نثار قاسمی

خادم دارالعلوم رشیدیہ، مہدی پٹنم، حیدرآباد

۱۳/ ۱۰/ ۲۰۲۲ء مطابق ۲۸/ ربیع الاوّل/ ۱۴۴۵ھ

علمِ دین کی اہمیت اور جہالت کی مذمّت

تعلیم اور اس کے اقسام

تعلیم (Education) وہ چیز ہے جس کے ذریعہ لوگوں کے کسی بھی گروہ کی عادات اور اہداف ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں، وہ طریقۂ کار ہے جس کے ذریعے ایک معاشرہ اپنا مجموعی علم، ہنر، روایات اور اقدار ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتا ہے۔

تعلیم کی درجہ بندی کرنے کے مختلف طریقے ہیں، فرضِ عین، فرض کفایہ، نفل، نافع وغیر نافع۔

علم کا مقصد کیا ہے؟

علوم خواہ قدیم ہوں یا جدید اور دینی ہوں یا دنیوی ان سب سے مقصد رضائے الٰہی کے مطابق ایک صالح معاشرہ کا قیام ہونا چاہیے اور یہ مقصد اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص جس شعبۂ زندگی سے منسلک ہو وہ اس شعبہ سے متعلق بقدرِ ضرورت دینی مسائل سے بھی واقف ہو، مسلمان تاجر ہو تو تجارت سے متعلقہ دینی مسائل کا عالم ہو، انجینئر ہو تو عالم ہو، طبیب اور ڈاکٹر ہو تو عالم ہو، حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں جو خلافتِ راشدہ کا تابناک دور تھا، ایک قانون بھی یہ تھا: جو شخص فقیہ (دینی مسائل کا ماہر) نہ ہو اس کو ہمارے بازار میں خرید و فروخت کی اجازت نہیں۔ "لا یبع فی سوقنا ھٰذا من لم یتفقہ فی الدین"۔(۱)

گویا دنیا کمانے کے لیے بھی علم دین کی ضرورت ہے، تاکہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز ہو سکے اور خالص سود، سودی کاروبار اور غیر شرعی معاملات میں مبتلا نہ ہو۔

ایک دور ایسا بھی تھا کہ ہر ہنر و کمال کا مقصد آخرت اور رضائے الٰہی تھا اور اب اسی زمانہ میں ایک دور ایسا آ گیا ہے کہ ہر چیز کا مقصد دنیا ہی دنیا بن کر رہ گیا، بل کہ اب تو اس میں بھی اس قدر تنزل رونما ہوا ہے کہ دنیا کی بھی تمام حیثیتیں ختم ہو کر رہ گئیں، اب تو واحد مقصد صرف پیٹ رہ گیا ہے، دنیا کے ہر علم و ہنر اور فضل و کمال کا منتہائے مقصود بس یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ جہنم بھر جائے۔

تعلیم گمراہی سے ہدایت کی طرف لاتی ہے

اللہ رب العزت نے بے راہ روی اور گمراہی میں مبتلا لوگوں کی رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں یعنی انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں صحف اور کتابیں عطا فرمائیں، تاکہ لوگ ان صحیفوں اور کتابوں کو

---

(۱) سنن الترمذی، ابواب صلوٰۃ الجمعۃ، ج ۱، ص ۱۱۰، ط: قدیمی

پڑھ کر حقیقی علم تک رسائی حاصل کریں ،خطابِ الٰہی کا پہلا لفظ ہی اقراء (پڑھو) ہے،اسی لفظ سے اللہ جل مجدہ نے اپنے خاتم النبین و مرسلین ﷺ کی نبوت و رسالت کا آغاز فرمایا ہے اور یہی پہلا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے مصطفی کریم ﷺ کو عطافرمایا۔

تعلیم میں قوموں کی ترقی ہے

تعلیم ہر انسان چاہے وہ امیر ہو یا غریب ،مرد ہو یا عورت کی بنیادی ضرورت ہے،انسان اور حیوان میں فرق تعلیم ہی کی بدولت ہے،انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ تعلیم کی وجہ سے دیا گیا،تعلیم کسی بھی قوم یا معاشرے کے لئے ترقی کی ضامن ہے،تعلیم قوموں کے عروج و زوال کی وجہ بنتی ہے،دنیا کی ہر چیز بانٹنے سے گھٹتی ہے مگر تعلیم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے گھٹتی نہیں بل کہ بڑھ جاتی ہے،تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم و تربیت میں معراج پا کر دین و دنیا میں سربلندی اور ترقی حاصل کی لیکن جب بھی مسلمان علم اور تعلیم سے دور ہوئے وہ غلام بنالیئے گئے یا پھر جب بھی انہوں نے تعلیم کے مواقع سے خود کو محروم کیا وہ بحیثیت قوم اپنی شناخت کھو بیٹھے،مغرب کی ترقی کا راز صرف تعلیم کو اہمیت دینا اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہے اور ایسی تعلیم کے بل پر انہوں نے فتح کیا ہے؟ مغرب کی کامیابی اور مشرق کے زوال کی وجہ تعلیم کی توجہ نہ دینا ہے دنیا کے وہ ملک جن کی معیشت تباہ ہو چکی ہے جو دنیا کی بڑی طاقتوں پر depand کرتے ہیں ان کا defense بجٹ تو اربوں روپے کا ہے مگر تعلیمی بجٹ نہ ہونے کے برابر ہے،اگر کوئی بھی ملک چاہتا ہے کہ وہ ترقی کرے تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنی تعلیمی اداروں کو مضبوط کریں۔

چاہے زمانہ کتنا ہی ترقی کرلے،کمپیوٹر کا دور،ایٹمی ترقی کا دور،سائنس اور صنعتی ترقی کا دور،مگر اس کے ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کے لئے اخلاقی تعلیم بھی بے حد ضروری ہے،جس تعلیم کی وجہ سے زندگی میں خدا پرستی،عبادت،محبت خلوص،ایثار،خدمت خلق،وفاداری اور ہمدردی کے جذبات بیدار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے صالح اور نیک معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔

علم حاصل کرنا ہر فرد کے حق میں عبادت ہے

حضرت ابوبکر بن ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ : حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ

نے کہا آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت؟ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ایک ضروری دینی مسئلہ ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اور دونوں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے، جب باتوں سے فارغ ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! تہجد کی نماز پڑھ لیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم تو نماز میں ہی تھے۔(حیاۃ الصحابۃ)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں: جو بھی صبح سویرے مسجد کو کوئی خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے جاتا ہے اس کے لیے اس مجاہد کا اجر لکھا جاتا ہے جو مال غنیمت لے کر واپس آتا ہے۔(۱)

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ: جو آدمی یہ سمجھے کہ صبح اور شام علم کے لیے جانا جہاد نہیں ہے وہ کم عقل اور ناقص رائے والا ہے۔(۲)

حضرت ابوذرؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : آدمی کا علم کا ایک باب سیکھ لینا ہمیں اس کے ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "جو طالبِ علم طالبِ علمی کی حالت میں مرے گا وہ شہید ہوگا"۔(۳)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: مجھے یہ بات بہت محبوب ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے دین کو سمجھنے کے لئے بیٹھوں بجائے اسکے کہ میں پوری رات صبح ہونے تک عبادت کروں۔(۴)

امام زہریؒ نے فرمایا: "ایک سنّت کی درس وَ تدریس ۲۰۰ سالوں کی عبادت سے بہتر ہے"۔(۵)

حضرت عامر شعبیؒ کہتے ہیں کہ : اگر کوئی شخص شام کے اِس کنارے سے یمن کے اُس کنارے تک محض حکمت کی ایک بات سننے کے لیے سفر کرے تب بھی میری نظروں میں اس کا سفر کامیاب ہے۔

"لو أن رجلا سافر من أقصى الشام إلى أقصى اليمن ليسمع كلمة حكمة ما رأيت أن سفره ضاع"۔(۶)

---

(۱)اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه (ج ۱ ص: ۳۲)عن عبدالرحمن بن مسعود الفزاری

(۲)عندابن عبدالبر ایضا (ج ۱ ص: ۳۱)عن ابن ابی الهذیل

(۳)اخرجه البزار قال المنذری فی الترغیب (ج ۱ ص: ۶۱)رواه البزار والطبرانی فی الاوسط الا انه قال خیرله من الف رکعة

(۴) جامع البیان العلم وَفضائل: ۱/ ۶۰

(۵)اصول السنہ، احمد بن حنبلؒ، باب: ۶ بحوالہ: اہل سنت کی امتیازی نشانیاں

(۶)جامع بیان العلم وفضلہ ۱: / ۱۱۴

طلبِ علم پر جتنے فضائل احادیث میں مذکور ہیں وہ بالغان کے لئے بھی ہیں، چناں چہ طالبِ علم کی مشہور فضیلت کہ طالب علم کے لیے فرشتے پر بچھاتے ہیں اور ان کا تانتا آسمان تک بندھ جاتا ہے، یہ خوشخبری بھی اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت صفوان بن عسّال مرادی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمائی، جب انہوں نے عرض کیا کہ : ''میں آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں۔'' (۱) یعنی مذکورہ فضائل بچوں کے ساتھ بالغ حضرات کے لئے بھی ہیں۔

علم حاصل کرنے والے سے فرشتوں کی محبت

حضرت صفوان بن عسال مرادیؓ فرماتے ہیں کہ : میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ﷺ اس وقت اپنی دھاری دار سرخ چادر پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں علم حاصل کرنے آیا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا خوش آمدید ہو طالبِ علم کو، طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر ایک دوسرے پر سوار ہوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ اس علم سے محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جسے یہ طالبِ علم حاصل کر رہا ہے۔ (۲)

حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ : تم صبح اس حال میں کرو کہ یا تو سکھانے والے عالم ہو یا سیکھنے والے ہو، اس کے علاوہ کچھ اور نہ ہو کیوں کہ اس کے علاوہ تو آدمی جاہل ہوتا ہے اور جو آدمی علم حاصل کرنے کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے اس عمل کو پسندیدہ سمجھنے کی وجہ سے فرشتے اس کے لیے اپنے پر کھول دیتے ہیں۔ (۳)

تبلیغِ دین کی محنت کے ساتھ علم سیکھنا بھی فرض ہے

تعلیم حاصل کرنا ہر مذہب میں جائز ہے اسلام میں تعلیم حاصل کرنا فرض کیا گیا، اتنا ایمان کا سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرضِ عین ہے کہ جو اس کو اللہ کی پہچان کرائے۔ اسی طرح اتنا علم سیکھنا ہر مؤمن کے ذمہ فرضِ عین ہے جو اس کو حرام حلال کی تمیز کرادے، اور نہ جاننا اللہ کے یہاں عذر نہیں ہے کہ اللہ! مجھے تو معلوم نہیں تھا،

---

(۱) دیکھیے : الترغیب والترہیب، کتاب العلم، بحوالہ مسند احمد، طبرانی وابن حبان، وغیرہ

(۲) اخرجہ احمد و الطبرانی باسناد جید و اللفظ لہ و ابن حبان فی صحیحہ و الحاکم و قال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب (ج ۱ : ۵۹)

(۳) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم (ج ۱ ص : ۲۹)

جہالت عذر نہیں ہے، چوں کہ اللہ نے لوگوں سکھانے کے لیے رسول ﷺ کو بھیجا:

''أَوَ لَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ ۔'' (۱) ۔۔۔۔۔۔ ''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔''

سورۂ توبہ میں جہاں جہاد کو فرض قرار دیا گیا، تب بھی اللہ نے کہا کہ لوگوں کا ایک گروہ ہونا چاہئے جو پیچھے رہ جائیں اور مطالعہ اور درس وَ تدریس کریں، مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تا کہ وہ ڈر جائیں۔

''وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً ۔ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَــةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ'' (۲)

آیت میں جنہیں علم سیکھنے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ بچے ہیں یا بالغ ہیں؟ تفقہ کا ملکہ کس عمر میں حاصل ہوتا ہے؟ اور جس جماعت سے کہا جا رہا ہے وہ بچے ہیں بڑے ہیں؟

عہدِ نبوی ﷺ میں علم کی طلب

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ : ایک دن حضرت ابوطلحہؓ سامنے سے آئے تو دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے اصحابِ صفہ کو قرآن پڑھا رہے ہیں اور آپ ﷺ نے بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر پتھر کا ٹکڑا باندھا ہوا تھا تا کہ کمر سیدھی ہو جائے۔ (۳)

حضور ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی طرح نوجوان میں بھی علم کا بے پناہ شوق تھا، مقامی اور قرب و جوار کے طلبہ کے علاوہ دور دراز سے بھی لوگ وفود اور جماعتوں کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں دین سیکھنے کے لیے آتے تھے، سفر میں، حضر میں، مسجد میں، عام مجمع میں اور نجی مجلسوں میں حتیٰ کہ جہاد و غزوات میں بھی ان کا مشغلہ قرآن پڑھنے پڑھانے کا اور علم سیکھنے سکھانے کا تھا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے : رسول اللہ ﷺ کے اصحاب جب بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرتے تھے تو ان کی گفتگو تفقہ فی الدین (دین سمجھنے سمجھانے کی) ہوتی تھی الّا یہ کہ کسی آدمی کو حکم دیتے وہ ان کے سامنے کوئی سورت پڑھتا، یا اپنے طور پر کوئی

(۱) الفاطر: ۳۷

(۲) سورۂ توبہ: ۹/ ۱۲۲

(۳) اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ، ج ۱ ص: ۳۴۲

قرآن کی کوئی سورت پڑھتا تھا۔

”کان اصحاب محمد ﷺ اذا قعد و ایتحدثو ن کان حدیثھم الفقه الا ان یامر و ارجالا فیقرء علیھم سورۃ او یقرا رجل سورۃ من القرآن“(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں موضوع سخن فقہی مسائل ہوتے تھے یا پھر قرآن کی تلاوت ہوتی تھی۔

امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ متوفی ۳۷۰ھ ”أحکام القرأن“ میں فرماتے ہیں: ”اصحابِ رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھ کر پیش آنے والے مسئلوں کے حکموں کے متعلق آپس میں بحث ومباحثہ کرتے رہتے تھے۔

”ان أصحاب رسول اللہ ﷺ مجتمعون فی المسجد یتذاکرون حوادث المسائل فی الأحکام“۔(۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو فقہی بصیرت حاصل کرنے کی ترغیب وتاکید اور اس سنتِ متوارثہ پر قرآن وسنت کی رہنمائی فرماتے رہتے، چناں چہ: امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ ”أحکام القرآن“ میں رقم طراز ہیں: ”محمد بن سیرینؒ، احنف بن قیسؒ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : قیادت وسیادت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے فقہی بصیرت (اور مسائل کے حل کا فہم) حاصل کرو؛ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھ کر پیش آنے والے مسئلوں کے احکام میں مباحثہ کرتے تھے۔(ان کے بعد) تابعین بھی اسی طریقے پر گامزن رہیں وران کے بعد آنے والے فقہاء کا ہمارے زمانے نہ میں بھی، چوتھی صدی ہجری تک سلسلہ بدستور قائم ہے۔“(۳)

علم اُٹھنے سے پہلے سیکھ لیں!

ہم مسلمان قوم ہیں، ہماری الگ شریعت اور الگ سماج ہے، ہماری الگ روشن تعلیمات ہیں، جن پر غیر اقوام بھی رشک کرتی ہیں؛ اتنا علم اور اتنی دینی تعلیم ہر مسلم مرد وعورت کے لیے بے حد ضروری ہے، جن سے وہ دین پر صحیح طور سے عمل پیرا ہوسکیں، خدا اور رسول کے محبوب بن کر، اپنی آخرت سدھار کر، زندگی گذار سکیں۔

(۱) المستدرک علی الصحیحین ومعہ تلخیص الذہبی وکتاب الدرک لتخریج المستدرک لابن حجر، بیروت، دار المعرفہ، ۱۹۵۸ء، ج ۱ ص: ۲۸۶۔

(۲) أحکام القرآن للجصاص: ۲/ ۵۹۰

(۳) سنن أبی داوٗد، کتاب العلم: ۲/ ۵۱۵، سنن ترمذی، ابواب العلم: ۲/ ۹۰

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: اے لوگو! علم اٹھنے سے پہلے علم حاصل کرو اور اس کے اٹھنے کی صورت یہ ہوگی کہ علم والے دنیا سے چلے جائیں گے، تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہیں اپنے علم کی کب ضرورت پڑ جائے۔

حضرت ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آدمی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا بل کہ علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔(۱)

سکندرِ اعظم کا سبق آموز واقعہ

سکندرِ اعظم فتوحات کے سفر میں مراکش کے ایک شہر میں داخل ہوا، جہاں کی آب وہوا عمدہ تھی، اچانک وہ قریب ہی میں واقع قبرستان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک قبر پر لکھا ہوا ہے کہ مرنے والے کی عمر ایک سال تھی، دوسری قبروں پر نظر ڈالی تو دیکھا ۳، ۵، ۷، سال کندہ ہے، ایک بھی قبر ایسی نہ ملی جس پر ۲۰ر سے زیادہ عمر لکھی ہوئی ہو، وہ متحیر ہوا کہ اتنی عمدہ آب وہوا کے باوجود یہاں کے لوگوں کی عمر اتنی کم کیوں ہے؟ اس نے سپاہیوں کو حکم دے کر شہر کے نمایاں لوگوں کو طلب کیا جو شخص سب سے بوڑھے تھے، ان سے پوچھا کہ قبروں پر کندہ عمریں اتنی کم کیوں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ''ہم لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا جو حصہ علم حاصل کرنے میں بسر کیا اسی کو اپنی حقیقی عمر سمجھتے ہیں، اور باقی عمر کے حصہ کو باطل خیال کرتے ہیں، اس لئے جب ہمارا کوئی آدمی مرتا ہے تو قبر پر اس کی وہی عمر کندہ کی جاتی ہے، جو علم و دانش کی راہ میں بسر کیا ہے(۲)

کیا مسلمان علم میں پیچھے رہ سکتا ہے؟

جس مذہب نے دینی تعلیم کو تمام مردوں عورتوں کے لیے فرض قرار دیا ہو، جس مذہب میں علم وحکمت سے پُر قرآن جیسی عظیم کتاب ہو اور جس مذہب کی شروعات ہی ''اقرأ'' یعنی تعلیم سے ہوتی ہو، اسی مذہب کے ماننے والے دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے تعلیم کو امراضِ ملت کی دوا اور خونِ فاسد کے لیے مثل نشتر بتایا ہے؛ لیکن اس دوا کی فکر کتنے لوگوں کو ہے؟ کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود، بچے کے لیے پہلا مکتب ہوتا ہے، اب اگر ماں ہی دینی تعلیم

---

(۱) اخرجہ ابن عبدالبر فی جامعہ، ج: ۱، ص: ۱۰۰

(۲) سب کے لئے، ابن غوری: ۱۰۹

سے بیزار ہے تو بچے پر کیا اثرات پڑیں گے، اگر گھر کے بزرگ افراد ہی دینی تعلیم سے تہی دامن ہوں، تو وہ اپنے نونہالوں کی کیا ذہن سازی کریں گے، دینی تعلیم بنیاد ہے اور عصری تعلیم دیواریں، بنیاد کے بغیر، دیوار کا تصور، احمقانہ تصور کہلائے گا۔

جہالت عذر نہیں

زِندگی کے ہر شعبے کو حکمِ الٰہی پر لاؤ، حکمِ الٰہی پر اُس وقت لاسکو گے، جب ہر شعبہ کا علم حاصل کرو گے۔ جتنی جہالت ہوگی، اُتنا ہر شعبہ غیروں کے طریقوں پر جائے گا۔ ہر وہ عمل اللہ کے یہاں قبول ہوگا جو علم کے مطابق ہو۔ اتنا ایمان کا سیکھنا ہر مؤمن کے ذمے فرضِ عین ہے کہ جو اس کو اللہ کی پہچان کرائے۔ اسی طرح اتنا علم سیکھنا ہر مؤمن کے ذمے فرضِ عین ہے جو اس کو حرام حلال کی تمیز کرادے، اس خیال میں نہ رہنا کہ میں تو بظاہر جو کر رہا ہوں، ٹھیک ہی کر رہا ہوں۔ یاد رکھو کہ اللہ کے یہاں کوئی عمل جہالت کے ساتھ قبول نہیں ہوگا اور نہ جاننا اللہ کے یہاں عذر نہیں ہے کہ یا اللہ! مجھے تو معلوم نہیں تھا۔ جہالت عذر نہیں ہے۔ چوں کہ اللہ نے سکھانے کے لیے رسول کو بھیج دیا۔ ''أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ''(۱)

''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں وہ شخص سمجھ سکتا تھا جو سمجھنا چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا تھا''۔ یہاں تک کہ میرے دوستو، کوئی عمل اخلاص کے ساتھ بھی علم کے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ ایک آدمی بڑا مخلص ہے، لیکن جہالت کے ساتھ عمل کر رہا ہے تو اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ایک آدمی نے مچھلی کو پانی میں تڑپتے دیکھا علم رکھے بغیر اس کو نکال کر خشک جگہ میں رکھ دیا تو مچھلی مرگئی تو یہاں کام اخلاص سے ہوا مگر علم کے بغیر تھا۔

ہر نئی معلومات علم نہیں ہے

اہلِ باطل نے دھوکہ دہی سے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ ''اگر تم نے صرف قرآن اور حدیث کو علم سمجھا تو تم بہت پیچھے رہ جاؤ گے، تمہیں دنیا میں کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ صرف قرآن وحدیث علم نہیں ہے، بل کہ سائنس بھی علم ہے، ڈاکٹری بھی علم ہے، انجینئرنگ، تجارت، دنیا کی خاک چھاننا اور اسباب کی تحقیق کرنا یہ بھی علم ہے۔ تم صرف قرآن وحدیث ہی کو علم نہ سمجھنا۔'' یہ میں وہ بات کہہ رہا ہوں جو غیروں نے ہمیں سکھلائی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں نوجوانوں کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ صرف قرآن و

(۱) فاطر: ۳۷

حدیث علم نہیں، بل کہ دنیوی فنون اور اس کی معلومات کا حاصل کرنا بھی علم کا حصہ ہے،لہٰذا جس علم سے ہمارا معاش متعلق ہے،اس علم کو اہم درجہ دینا چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ اولادستر ہ اٹھارہ بیس پچیس سال تک پہنچ جاتی ہیں،انہیں کچھ خبر نہیں کہ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور کون سا علم ہم پر فرض ہے؟ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ معاش سے متعلق جو نام نہاد علم مجھ پر فرض کیا جارہا ہے۔یہ ایسا اندھا کنواں ہے کہ جس میں سمجھ دار بھی ڈوب رہے ہیں اور ناسمجھ بھی۔یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور بے دینی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔

علم کیا ہے؟

علم صرف وہ ہے جو حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر اللہ ہم سے چاہتے ہیں۔صرف اس کو "علم" کہتے ہیں۔غیروں کے تجربات کو علم سمجھنا سب سے بڑی جہالت ہے۔علم صرف وہ ہے جو اللہ ہم سے چاہتے ہیں اور محمد ﷺ کے طریقے سے چاہتے ہیں،صرف وہ علم ہے۔سارا علم قبر کے تین سوالات پر محدود ہے :"من ربک، من نبیک، ما دینک؟" گویا کہ علم نام ہے :"ربوبیت کا علم،شریعت کا علم اور سنت کا علم"،جو کچھ اس کے سوا ہے وہ علم نہیں ہے اور اس پر علم کی حدیثوں کو منطبق کرنا بڑی حماقت ہے۔

آدمی کے اندر جہالت "شور" پیدا کرتی ہے اور تعلیم "شعور" پیدا کرتی ہے۔

علم کے بغیر کچھ قبول نہیں

آج کتنا پیسہ شادیوں پر خرچ ہو رہا ہے؟لیکن علم کے حصول پر خرچ کے لیے ہم تیار نہیں۔تو جہالت کیسے ختم ہوگی؟ اور بغیر جہالت کے ختم ہوئے عبادت قبول ہے نہ اعمال، کچھ قبول نہیں۔علم حاصل کرو،تاکہ عبادتیں کامل ہوجائیں۔عبادت کا کمال علم سے ہے۔عبادت پر استقامت یقین سے ہے اور عبادت کی قبولیت اخلاص سے ہے۔

ایک افسوس ناک حقیقت

ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم ہیں،اور ہم مسلمان من حیث القوم کہاں جارہے ہیں؟ ہماری منزل کیا ہے؟ ہمارا انتخاب کیا ہے؟ ہمارا نصب العین کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟ کچھ پتہ نہیں! دینی تعلیم سے بے توجہی کا گلہ کس سے کیا جائے،اس سے بے التفاتی کا شکوہ کس کے سامنے کیا جائے؟

کیاہماری بربادی،تنزلی اورمغلوبیت کاباعث،دینی علوم کاترک نہیں ہے؟(۱)

ہم دن ورات جن اقوام کے ساتھ رہتے ہیں،ان کے یہاں حصولِ تعلیم کا جذبہ جتنا بے پناہ ہے،ہم ابھی اس میں بہت پیچھے ہیں،اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ دلت جنھیں ہندوستانی معاشرہ میں کوے اور چیل کے برابر سمجھا جاتا تھا،تعلیم کے میدان میں وہ بھی نمایاں مقام حاصل کرنے کے لئے شب وروز کوشاں ہیں، جن گھروں میں اسکول جانے کا کوئی تصور نہیں تھا،اور بچے عقل وہوش سنبھالتے ہی اپنے ہاتھوں میں کدال اور پھاوڑے لے کر محنت ومزدوری کے لئے کھیتوں اور بازاروں میں گھومتے رہتے تھے،اب ان کی پیٹھ پر کتابوں کے بھاری بیگ ہوا کرتے ہیں اور انھوں نے اسکول کی دنیا کو اپنے آپ سے آباد کر رکھا ہے؛ لیکن ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ہمارا سفر پیچھے کی طرف ہے، ہم نے ترقی کی بجائے تنزلی کو اور محنت کی بجائے تن آسانی وسہل انگاری کو اپنی منزل بنالیا ہے۔

جہالت کی مذمّت

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے زمانے میں سماج میں ہزاروں عیب اورقوم میں ہزاروں جرائم میں مبتلا تھیں،بت پرستی اپنی آخری حد کو پہنچ چکی تھی،بیت اللہ میں تین سوساٹھ بت رکھے ہوئے تھے،ظلم کی انتہاء کا عالم یہ کہ معصوم بچیاں زندہ درگور کردی جاتیں،خواہ عار کی وجہ سے یا فقر کی وجہ سے۔قافلوں کو لوٹ لینا ذریعہ معاش بنا ہوا تھا،قبائلی جنگیں باعثِ فخر سمجھی جاتی تھیں،بچوں کو لڑاکو بننے کی دعا اور ترغیب دلائی جاتی،اشعار میں قتل وقتال کو فخریہ بیان کیا جاتا،موت پر جنگ جاری رکھنے کی وصیت کی جاتی۔شراب نوشی پانی سے زیادہ کی جاتی تھی،سودی کاروبار تجارت کا مقام لے چکا تھا۔خواتین ظلم کا پہلا نشانہ بنی رہتی تھیں۔ایسی سوؤں برائیوں پر مشتمل زمانے کو اللہ تعالی نے جو نام دیا وہ ہے ’’عہدِ جاہلیت‘‘ اسے عہدِ شرک،عہدِ قتل وقتال،عہدِ ظلم،عہدِ وأد البنات،وغیرہ کوئی نام نہیں دیا،چناں چہ فرمایا گیا:(۱)

’’إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ‘‘۔(۲) دوسری آیت میں فرمایا ’’أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ‘‘(۳)

---

(۱)ماہنامہ دارالعلوم ،شمارہ8- 9،جلد 96 : ،رمضان-ذیقعدہ 1433 ہجری مطابق اگست-ستمبر2012ء

(۲)سورہ فتح:۲۶

(۳)سورہ مائدہ:۵۰

تیسری آیت میں فرمایا ''أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ''۔(۱)

اور یہ بات ہر صاحبِ زبان جانتا ہے کہ الفاظ کا انتخاب بہت معنی خیز ہوتا ہے، بالخصوص ذاتِ باری اور شارعِ دین کے الفاظ تو احکام وحکم سے پُر ہوتے ہیں، اللہ رب العزت نے اس زمانے میں ہونے والے تمام برائیوں کی ترجمانی کے لئے ''جاہلیت'' کا لفظ فرمانا دلیل ہے کہ تمام برائیاں دراصل جہالت کی وجہ سے ہیں، جہالت ایسا جرم ہے جو تمام جرائم کو جنم دیتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے علمی اور عقلی دلائل کو جب ان کی قوم پر کوئی اثر نہ ہوا تو انھوں نے اس کا سب سے بڑا سبب یہی بیان کیا کہ مجھے نظر آرہا ہے کہ تم وہ لوگ ہو جو جہالت میں مبتلا ہو۔ ''ولکنی اراکم قوماً تجھلون''۔(۲) حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بھی جہالت کی وجہ سے ایمان لانے سے قاصر رہی۔ ''انتم قوم تجھلون''۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے کفر پر جمے رہنے کا سبب ان کی جہالت ہی بیان کیا تھا: ''قال انکم قوم تجھلون'' آپ علیہ السلام نے خود جہالت سے پناہ چاہی ''أَعُوذُ بِاللهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ''(۳)

اس تباہ کن وخطرناک جرم سے لاشعوری میں بھی ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے، خود سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''فلاتکونن من الجاھلین'' دیکھئے؛ آپ جاہلوں میں سے ہرگز مت ہونا''۔

قرآن مجید کی روشنی سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جہالت کفر سے بھی بری چیز ہے، اس لئے اکثر جگہ جاہلوں کو لاعلاج قرار دیتے ہوئے ان سے اعراض کرنے کی ہدایت کی گئی ہے : ''وأعرض عن الجاھلین''۔

انسانی تمدّن کو تین چیزوں کی ضرورت لازم ہے

مدرسہ ضیاء العلوم میدان رائے بریلی کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: سب حضرات جانتے ہیں کہ ہر آباد شہر کی جہاں انسانوں کی آبادی ہو، دو تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان دونوں سے کوئی شہر و تمدّن خالی نہیں ہے، (۱) شفا خانے، (۲) تھانے [پولیس اسٹیشن]، کیوں کہ انسان کو پیش آنے والی آزمائشیں دو طرح کی ہوتی ہیں، ایک بیماری جسے اللہ بچائے تو ہی بچ سکتے ہیں، یہاں تک کہ پیغمبر اور اولیاء بھی مرض سے محفوظ نہیں ہوتے، موجودہ زمانے تو مرض سے موت بہتر لگتی ہے، موت زندگی سے زیادہ مہنگی لگتی ہے، سر ہے تو سر درد بھی ہے، اس لئے ہسپتال کی ضرورت ہے۔

---

(۱)سورۃ الاحزاب ۳۳ :

(۲) سورۃ الانعام ۱۱۱:

(۳)سورہ بقرہ : ۶۷۔

دوسرے انسانوں میں اخلاقی بیماریاں، چوری، ڈاکہ، راہ زنی، قتل، ظلم، ناجائز قبضے وغیرہ، ان سب کی روک تھام کے لئے قانونی سزا سے تنبیہ ہو، اس لئے ذرا شرم کے ساتھ، سر جھکا کر، معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انسانی سماج کے لئے پولیس اسٹیشن کی بھی ضرورت ہے، اگرچہ انسانی سماج کے لئے یہ خود ایک بڑا عیب، بہت بڑا نقص، بلکہ انسانی شرافت پر بدنما داغ اور نہ مٹنے والا دھبّہ ہے، مگر کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہا ہے، البتہ اسلامی زمانے کے قید خانے مجرم کو انسان بنانے میں مؤثر تھے جب کہ موجودہ زمانے کے قید خانے چھوٹے مجرم کو بڑا مجرم بنانے کا بہترین ملکہ رکھتے ہیں۔

تیسری چیز جس کی ضرورت ان دونوں سے زیادہ ہے مگر اس کا احساس کم لوگوں کو ہے، وہ ہے جہالت کو دور کرنے والا ادارہ، کیوں کہ جہالت خطرناک جرم ہے، آدمی اپنے پیدا کرنے والے ہی کو نہ پہچانے، اس کی ذاتِ رحمانی وصفاتِ قہاری، و جباری کو نہ جانے اور کسی پتھر، درخت، جانور کے سامنے سر جھکانے لگ جائے تو یہ جسمانی واخلاقی بیماری سے بڑی بیماری بل کہ ظلمِ عظیم اور جرمِ کبیر ہے۔ جہالت کو دور کرنے والے ادارے ہی مدارس و مکاتب ہیں، یہ علمی شفاخانے انسانوں کے لئے علاج کے شفاخانوں سے زیادہ ضروری ہے، علاج اگرچہ ضروری ہے مگر علاج کے بغیر مرگیا تو جرم نہیں ہے، ویسے مرنا تو سبھی کو ہے، اور علمی شفاخانے روح، دل و دماغ اور اعمالِ انسانی واخلاق کو صحت فراہم کرتے ہیں، اس کے بغیر جسمانی مریض بھی بڑیں گے، اور اخلاقی مجرم بھی جرائم میں جری ہو جائیں گے''۔

میٹھی زبان وعمدہ اخلاق کا کیسے جنازہ نکل گیا؟

پہلے کے مسلمان ہی نہیں بل کہ غیر مسلم بھی عصری تعلیم کے ساتھ اردو زبان دینی اصطلاحات سے اس قدر واقف رہتے تھے، قدیم کتبِ فتاوی کے سوالات میں اس قدر اردو دانی ہے کہ آج کے پکّے مسلمانوں کو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے، اور آج کا حال کیا ہے غور کریں!

پہلے تعلیمی کتابوں کے مجموعہ کو ''نصاب'' اب ''کورس'' کہا جانے لگا ہے اور اس کورس کی ساری کتابیں ''بستہ'' کے بجائے ''بیگ'' میں رکھ دی گئیں۔

''ریاضی'' کی تعلیم کو ''میتھس'' کہا جانے لگا...... ''طبیعیات'' کا علم ''فزکس'' میں..... ''معاشیات کا علم'' ''اکنامکس'' میں،...... ''سماجی علوم'' ''سوشل سائنس'' میں تبدیل ہوگئے، حتی کہ ''اسلامیات'' ''اسلامک سٹڈی'' بن گئی۔ ''انگریزی کی کتاب'' ''انگلش بک'' بن گئی۔

پہلے ''طلبہ پڑھائی کرتے تھے'' اب ''اسٹوڈنٹس'' ''سٹڈی'' کرنے لگے۔

''پہاڑے'' یاد کرنے والوں کی اولادیں ''ٹیبل'' یاد کرنے لگیں۔

''اساتذہ'' کے لئے ''میز اور کرسیاں'' لگانے والے ''ٹیچرز'' کے لیے ''ٹیبل اور چیئرز'' لگانے لگے۔

''داخلوں'' کی بجائے ''ایڈمشنز'' ہونے لگے۔.... ''اول، دوم، اور سوم'' آنے والے ''فرسٹ، سیکنڈ، تھرڈ'' اور ''طلبہ'' ''سٹوڈنٹ'' بن گئے۔

پہلے اچھی کارکردگی پر ''انعامات'' ملا کرتے تھے، اب ''پرائز'' ملنے لگے۔

بچے ''تالیاں پیٹنے'' کی جگہ ''چیئرز'' کرنے لگے۔ یہ سب کچھ سرکاری اسکولوں میں ہوا ہے، باقی رہے پرائیویٹ اسکول، تو ان کا پوچھئے ہی مت۔ ان کاروباری مراکز کی تعلیم کیلیے کچھ عرصہ پہلے ایک شعر کہا گیا تھا:

مکتب نہیں، دکان ہے، بیوپار ہے ‏ مقصد یہاں علم نہیں، روزگار ہے۔

گھروں میں اردو کا حال

اور تعلیمی اداروں کا رونا ہی کیوں رویا جائے، ہمارے گھروں میں بھی اردو کو یتیم اولاد کی طرح ایک کونے میں ڈال دیا گیا ہے۔

''زنان خانہ'' اور ''مردانہ'' تو کب کے ختم ہو گئے۔.... ''خواب گاہ'' کی البتہ موجودگی لازمی ہے تو اسے ہم نے ''بیڈ روم'' کا نام دے دیا۔.... ''باورچی خانہ'' ''کچن'' بن گیا اور اس میں پڑے ''برتن'' ''کراکری'' کہلانے لگے۔

''غسل خانہ'' پہلے ''باتھ روم'' ہوا پھر ترقی کر کے ''واش روم'' بن گیا۔.... ''مہمان خانہ یا بیٹھک'' کو اب ''ڈرائنگ روم'' کہتے ہوئے فخر محسوس کیا جاتا ہے۔..... مکانوں میں ''پہلی منزل'' کو ''گراونڈ فلور'' کا نام دے دیا گیا اور ''دوسری منزل'' کو ''فرسٹ فلور''۔..... ''دروازہ'' اب ''ڈور'' کہلایا جانے لگا، پہلے مہمانوں کی آمد پر ''گھنٹی'' بجتی تھی اب ''ڈور بیل'' بجنے لگی۔...... ''کمرے'' کب کے ''روم'' بن گئے۔ کپڑے ''الماری'' کی بجائے ''کپبورڈ'' میں رکھے جانے لگے۔

گھر کا سامان ہی نہیں بل کہ رشتوں کے نام بھی بدل دئے.... ''ابو جی یا ابا جان'' جیسا پیارا اور ادب سے بھرپور لفظ دقیانوسی لگنے لگا، اور ہر طرف ''ڈیڈی، ڈیڈ، پاپا، پپّا، پاپے'' کی گردان لگ گئی حالاں کہ پہلے تو پاپے (رس) صرف کھانے کے لئے ہوا کرتے تھے اور اب بھی کھائے ہی جاتے ہیں۔..... شہد کی طرح میٹھا لفظ ''امی یا امی جان'' اب ''ممی اور مام'' میں تبدیل ہوگیا۔

سب سے زیادہ نقصان رشتوں کی پہچان کا ہوا۔..... ''چچا، چچی، تایا، تائی، ماموں ممانی، پھوپھا،

پھوپھی، خالو خالہ'' سب کے سب ایک غیر ادبی اور بے احترام سے لفظ ''انکل اور آنٹی'' میں تبدیل ہو گئے۔ بچوں کے لیے ریڑھی والے سے لے کر سگے رشتہ دار تک سب انکل بن گئے ۔یعنی:

؎ محمود وایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔

ساری ''عورتیں'' ''آنٹیاں'' بن گئیں ''... چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد بہنیں اور بھائی'' سب کے سب ''کزنس'' میں تبدیل ہو گئے، نہ رشتے کی پہچان رہی اور نہ ہی جنس کی۔ .... ''گھروں میں کام کرنے والی خواتین پہلے 'ماسی'' کہلاتی تھیں اب 'ہوم میڈ'' کہلاتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہلے بڑی بہن کو'باجی'' کہا جاتا تھا اور اب ''آپی'' کہا جانے لگا۔ بڑی بہن پہلے باجی۔ ۔ ۔ ۔اوراب ''آپی'' کہہ جانے لگا۔

بازاراور دفتر میں اردو کا حال

گھراور اسکول میں اتنی زیادہ تبدیلیوں کے بعد بازار انگریزی کی زد سے کیسے محفوظ رہتے۔ ''دکانیں'' '' شاپس'' میں تبدیل ہوگئیں اوران پر''گاہکوں'' کی بجائے''کسٹمرز'' آنے لگے، آخر کیوں نہ ہوتا کہ''دکان دار'' بھی تو''سیلز مین'' بن گئے جس کی وجہ سے لوگوں نے''خریداری'' چھوڑ دی اور''شاپنگ'' کرنے لگے۔

''سڑکیں'' ''روڈز'' بن گئیں.... ''کپڑے'' کا بازار'' کلاتھ مارکیٹ'' بن گئی، یعنی کس ڈھب سے مذکر کو مونث بنادیا گیا۔.... ''کریانے'' کی دکان نے''جنرل اسٹور'' کا روپ دھار لیا''نائی'' نے''باربر'' بن کر''حمام'' بند کر دیا اور''ہیئر کٹنگ سیلون'' کھول لیا۔

ایسے ماحول میں دفاتر بھلا کہاں بچتے، پہلے ہمارا''دفتر'' ہوتا تھا جہاں مہینے کے مہینے''تنخواہ'' ملا کرتی تھی، وہ اب''آفس'' بن گیا اور''ماہانہ منتقلی سیلری'' ملنے لگی ہے، اور جو کبھی''صاحب'' تھے وہ''باس'' بن گئے ہیں،۔ ''بابو'' بن گئے''کلرک'' اور''چپراسی'' بن گئے''پیئن'' پہلے''دفتر کے نظام الاوقات'' لکھے ہوتے تھے اب ''آفس ٹائمنگ'' کا بورڈ لگ گیا... ''سود'' جیسے قبیح فعل کو''انٹرسٹ'' کہا جانے لگا۔''طوائفیں'' تو کب کے ''آرٹسٹ'' بن گئیں اور''محبت'' کو''لو'' کا نام دے کر محبت کی ساری''چاشنی اور تقدس'' ہی چھین لیا گیا۔ ''صحافی'' ''رپورٹر'' بن گئے اور''خبروں'' کی جگہ ہم''نیوز'' سننے لگے۔کس کس کا اور کہاں کہاں کا رونا رویا جائے۔

اردو زبان کے زوال کی صرف حکومت ہی ذمہ دار نہیں، عام آدمی تک نے اس میں حتی المقدور حصہ لیا ہے۔اور دکھ تو اس بات کا ہے کہ ہمیں اس بات کا احساس تک نہیں کہ* ہم نے اپنی خوبصورت زبان اردو کا حلیہ مغرب سے مرعوب ہو کر کیسے بگاڑ لیا ہے۔(منقول) جہاں زبان بدلی وہیں بدزبانی اور بداخلاقی بھی اپنے اثرات چھوڑنے لگی۔

مسلم سماج کے جوانوں کا افسوس ناک حال

مسلمانوں کی جہالت کا افسوس ناک حال

دینداری کے حوالے سے مسلمانوں کے عمومی صورتحال سے شدید مایوسی ہوتی ہے، دسیوں دینی تحریکات ،دعوتی محنتیں، اسلامی تنظیمیں، علمائے کرام کی اصلاحی کوششیں، سرگرم ہونے کے باوجود دین بیزاری کی عمومی فضاء ہے، اہل حق علماء کی کاوشوں ،''دعوت وتبلیغ''، کی محنتوں کے نتیجے مجموعی لحاظ سے صورتحال مثبت ہے، مگر ایک بڑی تعداد صرف نام کے مسلمان ہیں، شہری آبادی میں بھی دین کی بنیادی باتوں سے ناواقف مسلمانوں کی کمی نہیں ہے، کالجوں میں سینکڑوں نوجوان ایسے ہیں جو نماز ،روزہ ،قرآن وحدیث کی موٹی باتوں سے بھی نابلد ہیں، نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں کا علم نہیں ،کوئی قادیانیت سے تو کوئی شکیلیت سے اور کوئی عیسائیت سے متاثر ہے، بظاہر جو دیندار نظر آتے ہیں ان کی اولاد مغربیت سے متاثر رہتی ہے۔

مسلمانوں کے پاس دین کے علاوہ سب کچھ ہے

دنیا وآخرت کی کامرانی وکامیابی کے لیے ایمان ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔مولانا سید سلیمان ندویؒ کے بہ قول :اسلام کے نقطۂ نگاہ سے ایمان ہی ہمارے تمام اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے، وہ ہماری سیرابی کا اصلی سرچشمہ ہے، جس کے فقدان سے ہمارے کاموں کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں رہتی، کیوں کہ وہ دیکھنے میں تو کام معلوم ہوتے ہیں مگر روحانی اثر وفائدے سے خالی اور بے نتیجہ ہوتے ہیں، خدا کے وجود کا اقرار اور اس کی رضامندی کا حصول ہمارے اعمال کی غرض وغایت ہے، یہ نہ ہوتو ہمارے تمام کام بے نظام اور بے مقصد ہو کر رہ جائیں، وہ ہمارے دل کا نور ہے، وہ نہ ہو تو پوری زندگی تیرہ و تاریک نظر آئے اور ہمارے تمام کاموں کی بنیاد ریاء، نمائش، جاہ پسندی، خودغرضی اور شہرت طلبی وغیرہ کے دنی جذبات اور پست محرکات کے سواء کچھ اور نہ رہ جائے۔

موجودہ دور کے مسلم نوجوان کے پاس سب کچھ ہے، نہیں ہے تو صحیح اسلام نہیں ہے، صحیح ایمان نہیں ہے اور اسے اپنے لٹنے پٹنے کا کوئی افسوس بھی نہیں ؛ ،اس کا لباس شرعی نہیں، اس کے سر اور داڑھی کے بال شرعی نہیں ہیں، اکثر مسلم نوجوانوں کے ہاتھ میں موبائل ہے اور کان میں ایرفون، نماز تو دور اسے اذان سننے اور سن کر جواب دینے کی بھی فرصت نہیں ہے۔

جہالت اس حد تک ہے کہ طلاق جیسے حساس مسئلے کو بھی اب تک سمجھا نہیں جاسکا، بغیر کچھ سوچے سمجھے لگاتار طلاقوں پر طلاقیں دی جارہی ہیں، طلاق کا صحیح طریقہ تک معلوم کرنے کی نوبت نہیں آتی، بازاروں

میں تجارت کرنے والے اکثر تاجر دین کی اُن بنیادی جزئیات تک سے واقف نہیں، جو خرید وفروخت کو حلال حرام کرسکتی ہیں اور نہ ہی کسی کو یہ پوچھنے کی نوبت آتی ہے کہ میں بینک سے سودی لین دین یا وہاں نوکری کرسکتا ہوں یا نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے ہم نام لیوا تو ہیں، لیکن مدنی معاشرت کا نقشہ دور دور تک معلوم نہیں، کیوں کہ آنکھ بند کرکے مغربی تہذیب کی پیروکاری میں لگے ہوئے ہیں۔

عہدِ صحابہؓ میں دینی مسائل سے ناواقفیت کے دو سبق آموز واقعات

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کیا یہاں کوئی مفتی ہے؟ میں نے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں تو اس کے بعد منی نکل آتی ہے ہم نے کہا وہی منی جس سے بچہ بنتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا اس سے تمہیں غسل کرنا پڑے گا، وہ انا اللہ پڑھتا ہوا پشت پھیر کر واپس چلا گیا، حضرت ابن عباسؓ نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیرتے ہی کہا اے عکرمہ! اس آدمی کو میرے پاس لاؤ، چناں چہ عکرمہ اسے لے آئے تو حضرت ابن عباسؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو اس آدمی کو مسئلہ بتایا ہے وہ تم نے اللہ کی کتاب سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں، انھوں نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ حضور ﷺ کی سنت سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں، انھوں نے فرمایا کیا تم نے حضور ﷺ کے صحابہؓ سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں، انھوں نے فرمایا پھر کس سے لیا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے اپنی رائے سے اسے بتایا ہے، انھوں نے فرمایا اسی وجہ سے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے، پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا ذرا یہ بتاؤ پیشاب کے بعد جب منی نکلتی ہے تو کیا اس وقت تمہارے دل میں شہوت ہوتی ہے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کیا اس کے نکلنے کے بعد تم اپنے جسم میں سستی محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، تو فرمایا یہ منی معدہ کی خرابی کی وجہ سے نکلتی ہے، لہذا تمہارے لیے وضو کافی ہے۔(۱)

حضرت زید بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت حذیفہؓ مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے؛ لیکن رکوع سجدہ پورا نہیں کررہا ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے پوچھا کتنے عرصہ سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے، حضرت حذیفہؓ

(۱) اخرجه ابن عساكر بسند حسن كذافي كنز العمال، ج:۵ ص:۱۱۸

نے فرمایا تم نے چالیس سال سے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اور اگر تم ایسی نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو تم اس حالت پر نہیں مرو گئے جس پر حضرت محمد ﷺ پیدا کیے گیے تھے، پھر اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے سکھانے لگے، پھر فرمایا آدمی کو چاہیے کہ وہ نماز میں قیام مختصر کرے؛ لیکن رکوع سجدہ پورا کرے۔(۱) غور کریں صحابہ کرامؓ کے زمانے میں جہالت کا یہ حال تھا تو آج کی جہالت کس انتہاء پر ہوگی؟

بالغ مسلمانوں میں دینی تعلیم نہ ہونے کا نقصان

اگر ایک مسلمان صحیح معنوں میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائے تو قلب وقالب دونوں کی اصلاح ہو جائے گی، آخرت سے پہلے اس کی دینوی زندگی بھی جنت کا نمونہ ثابت ہوگی۔ اس کی جان، مال، عزت، آبرو ہر چیز محفوظ ہو جائے گی۔ اس کے دل کو سکون نصیب ہوگا۔ اس کا دماغ وسوسوں، توہمات اور دنیوی تفکرات سے راحت پائے گا۔ مخلوقِ خدا کی محبت اس کے دل میں جگہ پالے گی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر اس کو رحم آئے گا۔ مسلمانوں کی تکالیف، پریشانیوں اور ان پر مظالم سے اس کا دل دکھے گا۔ ان کی تکلیفوں، پریشانیوں اور مصائب وآلام کو دور کرنے کی ہر ممکن سعی کرے گا۔

لیکن ہائے افسوس! کہ مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو چھوڑ دیا، مغرب کے بے خدا قوموں کی اندھی تقلید کو اپنا شعار بنالیا، جس کی نحوست سے آج کا مسلم معاشرہ گناہ ومعصیت، فسق وفجور، بے حیائی و بے حجابی، حیوانیت وبہیمیت کے گرداب میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ آج کا مسلمان نفس پرستی، تعیش پسندی، اور خواہش برآری کے لئے اسلامی حدود کو پامال کر رہا ہے۔ اخلاق وآداب، تہذیب وتمدن، تعلیم وتربیت اور سیاست ومعاشرت جیسے شعبوں میں اپنے نبی کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی کو چھوڑ کر بے دین، بے ہدایت اور بے خدا قوموں کی نقالی کو اپنے لئے سرمایہ افتخار اور ان کے طور طریقوں اور عادات واطوار کے اپنانے کو اپنے لئے اعزاز سمجھ رہا ہے۔

خود غرض اور خود پسند مسلمانوں کی اکثریت کے دل میں اللہ کا خوف ہے، نہ آخرت کا ڈر ہے۔ نہ جنت کی تمنا اور طلب ہے، نہ اس کی جستجو اور کوشش ہے۔ ہر طرف ظلم وقساوت کا دور دورہ ہے۔ یہود ونصاریٰ کی تقلید وپیروی اور تہذیب وتمدن کا غلبہ مسلمانوں پر مسلط ہو چکا ہے۔(۲)

---

(۱) اخرجہ عبدالرزاق وابن ابی شیبہ والبخاری والنسائی کذافی الکنز: ۴ص: ۲۳۰

(۲) بینات: شوال المکرم 1433ھ-ستمبر 2012ء

جدید نسل کی بے راہ روی

ہمارے مسلمان بچوں کی وہ تعداد جو باضابطہ دینی مدارس میں پڑھ رہی ہے اور علمِ دین حاصل کر رہی ہے وہ عصری تعلیم گاہوں میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ایک سروے کے مطابق ہمارے ۹۸٪ بچے عصری تعلیمی اداروں میں جاتے ہیں اور ۲٪ طلبہ مدارسِ دینیہ میں زیرِتعلیم ہیں۔اگر دیکھا جائے تو عالم دین بننا فرضِ کفایہ ہے، جسے ۲٪ بچے پورا کررہے ہیں، لیکن ایک اچھا دین دار مسلمان بننا، فرائض، حلال وحرام اور پاکی وناپاکی کا بنیادی علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اس فرضِ عین کی ادائیگی کے لیے اگر ہمارے عصری تعلیمی اداروں کے نصاب ونظامِ تعلیم میں کہیں ضروری دینی موادموجود نہیں ہے۔

سب سے اہم تو یہ ہے کہ جدید تعلیمی اداروں میں دینی ماحول، دینی تربیت اور دینی ذہن وفکر کی ضرورت کو کبھی محسوس نہیں کیا گیا، بل کہ اس کے برعکس نئی نسل کو دین سے بیزار کرنے کے تمام اسباب و وسائل مہیا کیے گئے، دین کو ملّا ئیت کا نام دے کر نوخیز ذہنوں کو اس سے نفرت دلائی گئی، علمائے دین کے لیے طرح طرح کے القاب تجویز کرکے انہیں تعلیم یافتہ طبقہ کی نظر میں گرانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، ذرائع نشر واشاعت کو تمام حدود وقیود سے آزاد کرکے انہیں بددینی کا مبلغ بنا دیا گیا، اس پر مستزاد یہ کہ لادینی نظریات کا پرچار کرنے کے لیے مستقل ادارے قائم ہوئے اور سرکاری طور پر ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی۔اب خود سوچیے کہ جس نوخیز نسل کے سامنے گھر کا پورا ماحول بے دین ہو، تعلیم گاہوں میں دینی ماحول کا فقدان ہو، گلی کوچوں، سڑکوں اور بازاروں سے بے دینی کا غلیظ اور مسموم دھواں اُٹھ رہا ہو، زندگی کے ایک ایک شعبہ سے دین کو کھرچ کھرچ کر صاف کردیا گیا ہو، والدین سے اساتذہ تک اور صدر سے چپراسی تک نئی نسل کے سامنے دینداری، خداترسی اور خوفِ آخرت کا کوئی نمونہ سرے سے موجود نہ ہو اور جس ملک میں قدم قدم پر فواحش ومنکرات، بے حیائی وبداخلاقی اور درندگی وشیطنت کا سامان موجود ہو، کیا آپ وہاں کی نئی نسل سے دین داری، شرافت اور انسانی قدروں کے احترام کی توقع کرسکتے ہیں؟ جس نسل کا خمیر تخریب سے اٹھایا گیا ہو کیا وہ کوئی تعمیری کارنامہ انجام دے سکتی ہے؟ جو خود معاشرہ کے عمومی بگاڑ کی پیداوار ہو کیا وہ کسی درجہ میں بھی معاشرہ کی اصلاح کے لیے مفید اور کارآمد ہوسکتا ہے؟

سکون کی تلاش میں سکون سے کتنی دور نکل گیا؟

آج کا نوجوان دن بھر کی مصروفیات جس میں نماز کی مصروفیت نہیں ہوتی تھکتا ہے تو سکون کی تلاش میں ٹی وی اور انٹرنیٹ پر وقت گزارتا ہے، یا سکون بخش اور سکون آور گولیاں لیتا ہے؛ لیکن اسے یہ نہیں سمجھ میں آتا ہے کہ سکون؛ بلکہ حقیقی سکون ذکر و نماز میں ہے، ''أَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ'' نماز کو رہنے دیجیے، مختلف جگہوں پر کام کرنے والے کچھ مسلم نوجوان ایسے بھی ملیں گے جو پاکی کو ضروری نہیں سمجھتے، وہ کھڑے کھڑے بھی ہلکے ہوجاتے ہیں؛ مسلم نوجوان کے دوستوں کو شمار کریں تو اکثر غیر مسلم، بدکردار اور بداخلاق ملیں گے، ظاہر سی بات ہے، انسان پر اچھی اور بری صحبتوں کا اثر پڑتا ہے، حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھی کون ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص ہے جو تجھے نیک کام کرتے ہوئے دیکھے، تو تمہاری مدد کرے اور برا کام کرتے ہوئے دیکھے تو تجھے تنبیہ کرے، اس معیار کے ہمارے مسلم نوجوان کے کتنے دوست ہیں؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔

مغربی ممالک سے آئی ہوئی ہر چیز ہمارے مسلم نوجوان کو لائق تقلید معلوم ہوتی ہے، اس پر فیشن پرستی کا ایسا بھوت سوار ہے کہ اسے سنتِ رسول میں کوئی خاص دلچسپی نہیں، وہ یہود و نصاریٰ کی اندرونی سازشوں سے بے خبر ہے، اسے معلوم نہیں کہ یہود و نصاریٰ کا سب سے بڑا ہدف، مسلم قوم کے عقائد خراب کرنا، ان کے اخلاق اور نظامِ زندگی اور دینی ذوق کو برباد کرنا ہے، یہ سرد مہری مسلم نوجوان کو کہاں لے جائے گی، کہنا مشکل نہیں۔(۱)

دینی ماحول کے بغیر تعلیم انسان کو انسان نہیں بنا سکے گی

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''لاکھ تعلیمی ترقی اور اعلیٰ تہذیب کے ڈھنڈورے پیٹیں، لیکن خوب یاد رکھیں! تعلیم کا ماحول جب تک دینی نہیں ہوگا، نئی نسل کے سامنے والدین، اساتذہ اور اہم شخصیتوں کی شکل میں اخلاق و انسانیت اور دین داری و خداخوفی کے اعلیٰ نمونے جب تک موجود نہیں ہوں گے، تعلیم میں جب تک دینی تربیت مطمح نظر نہیں ہوگی اور جب تک اخلاق و اعمال، جذبات و عواطف اور رجحانات و میلانات کی اصلاح نہیں ہوگی تب تک یہ مصیبت روز افزوں ہوتی جائے گی۔ تعلیم سے جب اسلامی روح نکل جائے، اخلاق تباہ ہوجائیں، انسانی قدریں پامال ہوجائیں اور مقصدِ زندگی صرف حیوانیت اور شکم

(۱) ماہنامہ دارالعلوم ، شمارہ 7- 8، جلد 99 :، رمضان-شوال 1436 ہجری مطابق جولائی-اگست 2015ء)

پروری رہ جائے تو اس تعلیم کے یہ دردناک نتائج ظاہر نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوگا؟

آج انسانیت کی پوری مشین پیٹ کے گرد گھومنے لگی ہے، آج کی تمام تعلیم، تمام تربیت اور تمام تہذیب کا خلاصہ یہ ہے کہ حیوانی زندگی کے تقاضے کیسے پورے کیے جائیں، دین جاتا ہے تو جائے، اخلاق مٹتے ہیں تو مٹیں، انسانیت پامال ہوتی ہے تو ہو، مگر ہمارے حیوانی تقاضے اور نفسانی خواہشات بہر حال پورے ہونی چاہئے، نہ دین سے تعلق، نہ اخلاق سے واسطہ، نہ انسانیت کا شعور، نہ افکار صحیح، نہ خیالات درست، نہ خدا کا خوف، نہ آخرت کی فکر، نہ مخلوق سے حیا۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔ جدید تعلیم اور اس کے چند مہلک ثمرات اسی جدید تعلیم اور اس کے لادینی نظام نے لسانی عصبیت اور صوبہ پرستی کی لعنت کو جنم دیا، جس کی وجہ سے مشرقی بازو کٹ گیا اور اب ہر جگہ شب وروز اس کے دردناک مناظر دیکھنے میں آرہے ہیں، نہ معلوم اس بدنصیب قوم کا انجام کیا ہوگا۔ انسانی اقدار اور احترامِ انسانیت کا شعور پیدا کرنے کے لیے دین ومذہب کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ ہم بارہا ان صفحات میں صاف صاف کہہ چکے ہیں کہ آخرت کی نجات اور دنیا کی سعادت صرف اسلامی تعلیمات اور اسلامی ہدایات واحکامات میں مضمر ہے، اس کے سوا خسارہ ہی خسارہ ہے، تعلیم کا مقصد روح کی بالیدگی، نفس کی پاکیزگی، سیرت وکردار کی بلندی اور ظاہر وباطن کی طہارت ونظافت ہونا چاہیے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ اس تعلیمی قالب میں دینی روح بطور مقصد جلوہ گر ہو اور جب تم اپنے وسائل کی پوری قوت سے دین کو ختم کررہے ہو اور دین کا مضحکہ اڑا کر اُسے رسوا کرنے کی ہر ممکن کوشش کررہے ہو تو اس کے بدترین نتائج کے لیے بھی تیار رہو۔(۱)

جتنے دینی علم کی ضرورت ہو اتنا تو حاصل کرلیں

حضرت سلمان ؓ نے حضرت حذیفہ ؓ سے فرمایا اے قبیلہ بنو عبس والے! علم تو بہت زیادہ ہے اور عمر بڑی تھوڑی ہے لہذا دین پر عمل کرنے کے لیے جتنے علم کی ضرورت پڑتی جائے اتنا علم حاصل کرتے جاؤ اور جس کی ضرورت نہیں اسے چھوڑ دو اور اس کے حاصل کرنے کی مشقت میں نہ پڑو۔(۲)

ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عبس کا ایک آدمی حضرت سلمان ؓ کے ساتھ سفر میں تھا اس آدمی نے دریائے دجلہ سے پانی پیا، حضرت سلمان ؓ نے اس سے فرمایا: اور پی لو، اس نے کہا: نہیں میں سیر ہو چکا ہوں، حضرت سلمان ؓ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے تمہارے پانی پینے سے دریائے دجلہ میں کوئی کمی آئی

(۱) ماہنامہ البینات: ۸، کراچی، محرم الحرام ۱۴۲۸ھ فروری ۲۰۰۷ء

(۲) أبو نعیم، ج: ۱ ص: ۱۸۸

ہے؟اس آدمی نے کہا: میں نے جتنا پانی پیا ہے اس سے اس دریا میں کیا کمی آئے گی؟ حضرت سلمانؓ نے فرمایاعلم بھی اسی دریا کی طرح ہے،لہٰذا جتنا علم تمہیں فائدہ دے اتنا حاصل کرلو۔(۱)

مسلمان نماز پڑھے گا تو اس کو نماز کے مسائل کا جاننا ضروری ہے۔رمضان آئے گا تو روزے سے متعلق پتہ ہونا چاہیے۔مالدار زکوۃ نکالے تو اس کی مقدار و مصرف کی آگاہی ہونی چاہیے۔نیز جب یہ شادی کرے گا تو بیوی کے حقوق کا پتہ ہونا چاہیے۔پھر اپنی معاش کے لیے وہ جس پیشے سے بھی تعلق رکھے گا،اس سے متعلق دین کی تعلیمات کا پتہ ہونا چاہیے۔(ماخوذ:از مظاہرِحق)

یاجوج ماجوج مسلمان ہیں یا ہندو؟

امام مروزیؒ فرماتے ہیں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ"ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے یاجوج ماجوج کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وہ مسلمان ہیں؟"تو میں نے اُس کو یہ جواب دیا کہ"کیا بقیہ علم تمہیں پختہ ہو چکا ہے؟ کہ تم یاجوج ماجوج کے بارے میں تحقیق کرنا چاہتے ہو؟(۲) مطلب یہ ہے کہ بے فائدہ سوالات سے بہر حال اجتناب کرنا چاہئے۔(۳)

کیا دین کا علم صرف آخرت میں نافع ہے؟

نبوی تعلیمات سے دوری کی وجہ سے امت میں مختلف کمزوریاں پیدا ہوئیں،مِن جملہ ان میں یہ سوچ بھی پیدا ہوئی کہ آخرت کے مسائل اور وہاں کی پریشانیوں سے نجات کے لیے تو دین ضروری ہے،رہی ہماری دنیا اور اس کے آئے دن کے مسائل،اس کا حل تو دنیاوی اسباب کی کثرت و دستیابی میں ہی مضمر ہے، جب کہ قرآن وحدیث کی نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جیسے حصولِ جنت کے لیے دین دار ہونا ضروری ہے،اسی طرح دنیا میں سکون،راحت،برکت،عافیت،آپس کی محبت،ناگہانی آفات سے بچاؤ کے لیے بھی دین کے سوا کوئی سہارا نہیں۔

حضرت سیدنا عمرؓ کے دور میں تاریخی فتوحات کے دنوں میں جبکہ مسجد نبوی ﷺ میں مالِ غنیمت کے انبار لگے ہوئے تھے،ان کا یہ ارشاد سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے: ہم تمام لوگوں میں ذلیل ترین

---

(۱) اخرجہ ابن عساکر کذافی الکنز، ج:۵، ص:۲۳۰

(۲) الآداب الشرعیۃ والمنح؛۲/۲۷، من اخبار السلف الصالح ص:۶۹

(۳) بحوالہ: ندائے شاہی:۴۴،جولائی ۲۰۲۳ء

تھے، اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعہ عزت بخشی، اب اگر ہم عزت کو کسی اور چیز میں تلاش کرنے لگیں گے تو اللہ دوبارہ ذلیل کردے گا۔

”إنَّا كنّا أذلَّ قوم، فأعزَّ نا الله بالإسلام، فمهما نطلب العِزَّة بغير ما أعزَّ نا الله به أذلّنا الله۔۔“(۱)

دینی تعلیم کے حوالے سے دوسرا بہت بڑا مغالطہ یہ ہے کہ اسے اپنی روزمرہ زندگی کی ضرورت سمجھا ہی نہیں جاتا، یہی وجہ ہے کہ پاکی ناپاکی، حلال وحرام، جائز ناجائز کی فکر اپنی عام زندگی میں بالکل بھی دیکھنے کو نہیں ملتی، ہاں! اگر ملتی بھی ہے تو فقط عبادات کی حد تک، باقی معاشرت، اخلاقیات، معاملات اور تجارت کے حوالے سے حد درجہ غفلت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، چناں چہ اپنی روزمرہ زندگی میں دین کا عمومی رنگ اور چال چلن دیکھنے کو نہیں ملتا، خاص کر معاشرت کے حوالے سے جس قدر مغربی تہذیب ہم میں رائج وپیوست ہو چکی ہے اس سے یہ اندازہ کرنا بھی مشکل معلوم ہوجاتا ہے کہ ہم کسی اسلامی معاشرے کا حصہ ہیں بھی یا نہیں؟ تا آنکہ کوئی نکاح یا جنازے کا ماحول دیکھنے کو ملے۔

ترکی کا امانت دار مجسّمہ

ایران کے شہر ”زنجان“ کے ایک دکان والے کے پاس ایک شخص نے سائیکل امانت چھوڑ کے گیا ، پھر واپس ہی نہ آیا، یہ بندہ ہر روز اس سائیکل کو دکان کے باہر رکھتا، ۴۵/سال تک سائیکل کے مالک کے انتظار میں ہر دن سائیکل کو نکالتا شام کو اندر رکھتا، آخر کار دکاندار کی وفات ہوگئی لیکن سائیکل کا مالک واپس نہ آیا، اس کے مرنے کے بعد حکومت نے اس امین کا مجسمہ ساتھ میں سائیکل کی تصویر بنا کر چوراہے پر نصب کیا تاکہ یہ عہد وفا اور ادا امانت کی مثال بنی رہے۔ آپ بھی اگر وہ تصویر دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ کیسے اس شخص نے ۴۵/سال انتظار کیا۔

اس شخص نے نبی کریم ﷺ کی اسی سنت کو زندہ کیا جہاں آپ ﷺ نے تین دن تک ایک ہی جگہ پر رقم لوٹانے والے کا انتظار کرتے رہے،(۲) بنی اسرائیل کے تین لوگوں میں سے ایک نے اپنے ملازم کی اجرت کو بڑھا چڑھا کر حفاظت سے انتظار کر کے اس کے آنے پر واپس کیا، معاشرے میں جب تک وفاداری و امانت داری کو پروان چڑھایا نہ جائے گا اس وقت تک یہ معاشرہ مردہ ہونے سے محفوظ نہیں

(۱) مستدرک حاکم: ۱/۱۳۰، ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین

(۲) سنن ابی داؤد، حدیث: ۴۹۹۶، باب فی العدۃ

رہے گا۔

جہاں سیاسی لیڈروں کے مجسّمہ نصب کئے جاتے ہیں وہیں ایک غریب نے اپنے اخلاق سے سارے ملک کی سیاست کو متوجہ کرلیا۔

ماضی کے جوانوں کے کارنامے

۱۔دنیا میں سب سے پہلے کیمرہ ایجاد کرنے والا مسلمان ''ابن الہیثم'' ہے۔

۲۔دنیا میں سب سے پہلے کیلینڈر ایجاد کرنے والا مسلمان ''ابن خیام'' ہے۔

۳۔آپریشن سے قبل مریض کو بے ہوش کرنے کا طریقہ متعارف کرنے والا مسلمان ''زکریا الرازی'' ہے۔

۴۔الجبرا ایجاد اور متعارف کرنے والا مسلمان ''موسیٰ الخوارزمی'' ہے۔

۵۔زمین پہ آنے والے زلزلوں کی سب سے پہلے سائنسی وجوہات بیان کرنے والا ''ابن سینا'' ہے۔

۶۔کپڑا اور چمڑا رنگنے اور گلاس بنانے کے لئے میگنیز ڈائی اکسائڈ کا استعمال متعارف کرنے والا مسلمان ''ابن سینا'' ہے۔

۷۔دھاتوں کی صفائی، سٹیل بنانے کا طریقہ متعارف کرنے والا مسلمان ''ابن سینا'' ہے۔

۸۔مصنوعی دانت لگانے کا طریقہ متعارف کرنے والا، ٹیڑھے دانتوں کو سیدھا کرنے، خراب دانت نکالنے کا طریقہ متعارف کروانے والا مسلمان ''ابوالقاسم الزہراوی'' ہے۔

۹۔ادویات بنانے کا علم (بی، فارمیسی) دنیا میں سب سے پہلے متعارف کروانے والا مسلمان ''ابن سینا'' ہے۔

۱۰۔کشش ثقل کی درست پیمائش کا طریقہ متعارف کروانے والا مسلمان ''عمر خیام'' ہے۔

۱۱۔آنکھ، ناک، کان اور پتے کا آپریشن سے علاج متعارف کروانے والا، سرجری کے لئے استعمال ہونے والے تین اہم ترین آلات متعارف کروانے والا مسلمان ''ابوالقاسم الزہراوی'' ہے۔

۱۲۔علم الاعداد اور جدید ریاضی کی بنیاد رکھنے والا، اور مریضوں کی دی جانے والی ادویات کی درست مقدار کا تعین کرنے والا مسلمان ''یعقوب الکندی'' ہے۔

۱۳۔روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے تیز ہونے کا انکشاف کرنے والا، زمین، چاند اور سیاروں کی حرکات اور خصوصیات سے دنیا کو روشناش کرنے والا، اور قطب شمالی اور قطب جنوبی کی سمت کا تعین کرنے کے سات

طریقہ بنانے والا مسلمان ”البیرونی“ ہے۔

۱۴۔علم ارضیات کا بانی جو اہلِ مغرب کے نزدیک ”بابائے ارضیات“ کے نام سے جانا جاتا ہے وہ مسلمان، ہائیڈروکلورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ، اور سفید سیسہ بنانے کا طریقہ ایجاد کرنے والا مسلمان کیمیکلز کی ایجاد کرکے ”بابائے کیمیا“ کہلانے والا مسلمان ”ابن سینا“ ہے۔

۱۵۔سیاروں کی حرکت کا درست تعین کرنے والا مسلمان ”نصیر الدین طوسی“ ہے۔

مسلمانوں کی بے عملی نے مذہبِ اسلام کو بدنام کردیا ہے

نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ اتنی پابندی سے بہ کثرت نماز چھوڑنے کا عادی ہے کہ بس اللہ کی پناہ، آج نماز جسے اسلام کے ستون کی حیثیت حاصل ہے، اس سے اتنے نوجوان غافل ہیں کہ بقول ایک بڑے شخص کے کہ : آج لوگ اتنی کثرت سے نماز ترک کرنے کے عادی ہیں کہ آئندہ اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اغیار یہ نہ کہنا شروع کردیں کہ نماز کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ بس ویسے ہی اختیاری عبادت ہے، اگر نماز ضروری عبادت ہوتی تو سارے مسلمان پڑھتے؛ اس کی ایک مثال ہے، کئی سال پہلے ایک کالج میں ایک مسلم نوجوان کو داڑھی رکھنے کی وجہ سے کالج سے نکال دیا گیا، اس نے ہائی کورٹ میں اس کے خلاف عرضی داخل کی، مقدمہ کی سماعت ہورہی تھی، اس مسلم نوجوان کے وکیل نے مختلف دلائل کی روشنی میں داڑھی اسلام کا شعار ہے، اس کو ثابت کرنا چاہا، اخیر میں جج نے یہ کہہ کر معاملہ ختم کردیا کہ اسلام میں داڑھی بہت اہم اور لازمی چیز نہیں؛ کیوں کہ اگر لازمی چیز ہوتی جیسا کہ آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے چہرے پر داڑھی ضرور ہوتی؛ کیوں کہ آپ بھی مسلمان ہیں، اس معاملہ کا کیا ہوا، وہ الگ قصہ ہے؛ لیکن اس جج کا تبصرہ اتنا دل شکن ہے کہ ہم مسلمانوں کو بہت کچھ سوچنے کی دعوت دیتا ہے، آج مسلم نوجوان جمعہ وعیدین میں تو حاضر ہوجاتے ہیں، یہ بھی اللہ کا کرم ہے؛ لیکن وہ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جس خدا نے جمعہ وعیدین کو ضروری قرار دیا ہے، اسی خدا نے روزانہ پانچ نمازوں کو بھی فرض قرار دیا ہے، ہمارے ایمان کی بنیاد میں وہ کمزوری کیا ہے جس کی وجہ سے یہ تفریق ہوجاتی ہے؟(۱)

نوجوانوں کی بے راہ روی علامہ اقبالؒ کی نظر میں

آج ہمارے بچے یہ نہیں جانتے کہ ان کے مسلمان ہونے کا معنی کیا ہے؟ ہم مسلمان کیوں ہیں؟ ہم میں

(۱)ماہنامہ دارالعلوم ،شمارہ 7- 8،جلد 99 :،رمضان-شوال 1436 ہجری مطابق جولائی-اگست 2015ء

اور کافر میں کیا بنیادی فرق ہے؟ آج کی نسل طہارت کے موٹے موٹے مسائل بھی نہیں جانتی! ہمارے بچوں کو محرم و نامحرم کسے کہتے ہیں اس کی بھی تمیز نہیں! یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کھانے کے لیے جینا اور جینے کے لیے کھانا ہمارا مقصد بن چکا ہے، ہمیں اپنے دین کی ترقی سے کوئی مطلب نہیں، والدین کو اولاد کی تربیت کا کوئی احساس نہیں، نوجوانوں کو اپنے دینی مستقبل کی کوئی فکر نہیں۔

ہمارے مسلم نوجوانوں کا حال بھی علامہ اقبالؒ کی اس منظر کشی کے عین مطابق ہے، وہ رقم فرماتے ہیں:
آج کے نوجوان تشنہ لب ہیں، ان کے دل کا پیالہ شراب عشق سے خالی ہے، چہرے دھلے دھلائے، صاف ستھرے (فیشن کے دل دادہ) مگر جان اندھیروں میں گھری ہوئی ہے، (ایمان کی شمع فروزاں گل ہو چکی ہے)، (بس علوم مغربی سے) دماغ روشن ہیں، نہ (زندگی کے مسائل پر) ان کی نظر ہے، نہ (حقائق کے متعلق انہیں) یقین حاصل ہے، نہ (مستقبل کے بارے میں انہیں کچھ) امید ہے، انہوں نے دنیا میں آنکھ کھول کر کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ ان نااہلوں کی حالت یہ ہے کہ اپنی خودی سے تو انکار کرتے ہیں اور غیروں پر ایمان لائے ہوئے ہیں (جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ) بت خانہ تعمیر کرنے والا معمار ان کی مٹی سے بنی ہوئی اینٹوں کو اپنی عمارت میں لگا رہا ہے (اغیار اپنی ترقی کے لیے انہیں استعمال کرتے ہیں) ہماری درس گاہوں کو (جن میں یہ نوجوان تعلیم پاتے ہیں) اپنی منزل مقصود ہی کا پتا نہیں اور ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے (اور حقیقی مقصد کی طرف انہیں) متوجہ کرنے کا کوئی راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ ان درس گاہوں نے نوجوانوں کے دلوں سے فطرت کے نور کو بالکل دھو دیا ہے، ان میں سے ایک طالبعلم بھی ایسا نہیں نکلا جسے (گلشن اسلام کا) گل رعنا کہا جا سکے۔ ہمارا معمار پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دیتا ہے، ہمارے معلمین ابتدا ہی سے شاہین کے بچوں میں بطخوں کی عادتیں پیدا کرتے ہیں۔ علم جب تک زندگی سے سوز و ساز حاصل نہ کرے، اس وقت تک طالبِ علم کا دل اپنے افکار سے لذت اندوز نہیں ہو سکتا۔ تجھے اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے جو مدارجِ عالیہ عطا کیے گئے ہیں ان کی تشریح و تفصیل ہی کا نام علم ہے، فطرت کی جو نشانیاں تجھے دی گئی ہیں علم ان کی تفسیر کے سوا اور کیا ہے؟ تجھے پہلے اپنے وجود کو محسوسات کی آگ میں تپانا چاہیے اس کے بعد کہیں تو یہ سمجھ سکے گا کہ تیری چاندی (اسلامی تہذیب) اور غیروں کے تانبے (مغربی تہذیب) میں کیا فرق ہے۔ حقیقت کا علم سب سے پہلے حواس ظاہری کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے اور اس کا آخری درجہ حضور قلب سے میسر آتا ہے، معرفت حق کا یہ اعلیٰ مقام شعور میں نہیں سما سکتا، اس سے ماوراء ہوتا ہے۔ (۱)

(۱) خطاب بہ جاوید، بحوالہ: فکر و خبر

مسلمان کمانے سے پہلے اپنے شعبہ کا دین سیکھیں

۱۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ : رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو بھائی تھے، ایک ان میں سے کچھ کمائی کرتا تھا اور دوسرا بھائی رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آ کر دین سیکھتا تھا، پہلے بھائی نے اللہ کے نبی ﷺ سے دوسرے بھائی کے بارے میں کمائی میں نہ لگنے کی شکایت کی تو ارشاد فرمایا : تمہیں کیا خبر، شاید تجھے روزی اسی کی برکت سے ملتی ہو! یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کی دیکھ بھال اور کفالت کرنا تمھارے لیے تمھارے رزق کے حصول میں آسانی کا باعث ہو۔کیوں کہ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، تب تک اللہ بھی اس کی مدد میں رہتا ہے۔

"كان يحترفُ أحدُهما والآخرُ يلزمُ النبيَّ ﷺ، فشكا المحترفُ أخاهُ إلى النبيِّ ﷺ، فقال النبيُّ :لعلكَ تُرزقُ بهِ"۔(۱)

۲۔حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ انصار میں ستر آدمی ایسے تھے جو رات ہوتے ہی مدینہ میں اپنے ایک معلم کے پاس چلے جاتے اور رات بھر قرآن سیکھتے اور صبح کو لکڑیاں کاٹنے اور میٹھا پانی بھرلانے کی مزدوری میں لگ جاتے۔

"فكانوا اذا جنّهم الليل انطلقوا الى معلم لهم بالمدينه، فيدرّسون الليل حتّى يصبحوا"۔(۲)

۳۔حضرت براءرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب نے حضور ﷺ کی ہر حدیث نہیں سنی کیوں کہ ہماری جائیداد اور دنیاوی مشاغل بھی تھے (جن کو وقت دینا پڑتا تھا) اور زمانے میں لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اس لئے جو مجلس میں حاضر ہو کر حضور ﷺ سے حدیث سن لیتا وہ غائب کو سنا دیتا، حضرت براءرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے ہر حدیث حضور ﷺ سے سنی (کچھ سنی ہیں اور کچھ نہیں سنی ہیں) ہم لوگ اونٹ چرانے میں مشغول رہتے تھے ہمارے ساتھی حضور ﷺ سے حدیث سنتے تھے پھر وہ ہمیں سنا دیا کرتے تھے۔

امّتِ مسلمہ جسم انسانی کے مانند ہے جیسے انسانی جسم باہم مربوط ہے، ایسے امتِ مسلمہ اور اس کے طبقات باہم جڑے ہوئے ہیں۔اس لیے ازحد ضروری ہے کہ مسلمانوں کے تمام شعبہائے زندگی میں احیاء دین کی فکر کی جائے، خواہ وہ تجارت ہو یا ملازمت، صنعت وطب وعلاج، نظامِ عدل ہو یا پولیس، عصری تعلیم

(۱) سنن ترمذی، حدیث: ۲۳۵۴، ہذا حدیث حسن صحیح

(۲) حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۷۳، مسند انسؓ بن مالک، حدیث ۱۱۹۹۴ :

گاہیں ہوں یا زراعت یا زندگی کا کوئی اور شعبہ۔حضرت عمرؓ کے دورِخلافت کا یہ اعلان مشہور ہے کہ: ہمارے بازار میں صرف وہی کاروبار کرے جو تجارت کے دین سے واقف ہو۔

’’لا بیع فی سوقنا إلا من تفقه فی الدین‘‘(۱)

نیز امام شافعیؒ نے’’الرسالہ‘‘میں اور امام غزالیؒ نے’’احیاء العلوم‘‘میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی مکلف کے لیے احکام کو سیکھے بغیر معاملہ کرنا جائز نہیں۔

امت کی تنزلی کا ایک سبب

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کا واقعہ اپنی کتاب’’وحدتِ اُمت‘‘میں نقل کیا' اور آپ اس واقعے کے عینی شاہد ہیں،حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹا کی جیل سے رہائی پاکر ہندوستان تشریف لائے تو دارالعلوم دیوبند میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا،اس جلسہ میں یہ سب بزرگ موجود تھے،مولانا حسین احمد مدنی' مولانا اشرف علی تھانوی'مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا انور شاہ کشمیری وغیرہم رحمہم اللہ،حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ’’ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں‘‘یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہوگیا کہ اس استاذ العلماء درویش نے ۸۰ سال علماء کو درس دینے کے بعد آخری عمر میں جو سبق سیکھے ہیں'وہ کیا ہیں،فرمایا:

’’میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے،ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا' دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی،اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے!‘‘۔(۲)

اس نتیجۂ فکر کی روشنی میں بچوں میں لفظاً قرآن کریم کی محنت،بڑوں میں معناً قرآن فہمی کی محنت ہونی ضروری ہے،جس کے سبب امت تنزلی سے واپس ترقی کی طرف گامزن ہوسکتی ہے۔

حجاج بن یوسف اور آج کے مسلمان لیڈران

محمد بن قاسمؒ نے جب دریا عبور کرلیا اور راجہ داہر سے مقابلہ شروع ہوگیا تو ان کے پاس حجاج بن

(۱)ترمذی کذا فی الکنز،ج ۲ ص:۲۱۸

(۲)وحدتِ اُمت،ص:۳۹

یوسف کا یہ خط پہنچا! پنج وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ ہو، تکبیر وقرات، قیام وقعود، رکوع وسجود میں خدا تعالی کے روبرو تضرع وزاری کیا کرو، زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری رکھو، کسی شخص کو شوکت وقوت خدا تعالی کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہوسکتی، اگر تم خدا تعالی کے فضل وکرم پر بھروسہ رکھو گے تو یقیناً مظفر ومنصور ہوں گے۔(۱)

یہ فرمان کسی خلیفہ راشد یا متقی پرہیزگار امیر کا نہیں، بل کہ ایک ایسے امیر کا فرمان ہے جو دنیائے اسلام میں سب سے بڑا ظالم، فاسق اور فاجر مشہور ہے۔لیکن اس حقیقت پر وہ بھی اطمینان اور یقین رکھتا ہے کہ مسلمان قوم کی فتح وکامیابی صرف اور صرف اطاعت خداوندی اور بالخصوص نماز کے اہتمام اور پابندی کے ساتھ وابستہ ہے۔آجکل کے مسلمان لیڈران اور زعماء یا وہ لوگ جو قوم کے ہیرو بننا چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ خط ایک درسِ عبرت ہے جنہوں نے اسلامی سیاست کو صرف ظاہری تدبیروں میں سے منحصر کر رکھا ہے اور نماز، روزہ اور احکام الٰہیہ کی اطاعت کو اگرچہ ضروری جانتے ہوں مگر مسلمانوں کے قومی اور ملی مفاد کے لیے ان چیزوں کی کوئی خاص ضرورت نہیں سمجھتے۔اسی لیے کسی وقت کسی مقام پر وہ ان دینی شعائر کے زندہ کرنے میں اس سرگرمی کے ساتھ مشغول نظر نہیں آتے جتنی سرگرمی کسی ادنی الیکشن میں برتی جاتی ہے۔

مسلمان دین کی طرف واپس کیسے آئے؟

مسلمانوں کی عمومی زبوں حالی پستی کا ذکر تو ہر مجلس میں ہے، لیکن اس کا حقیقی سبب کیا ہے؟ مسلمان کی موجودہ پستی کا علاج اس کے سوا کوئی نہیں کہ مسلمان دین کی طرف واپس آجائے : "**لعلهم يرجعون، لعلهم يضرعون، لعلهم يتضرعون**" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ : میرے بندے جب میری اطاعت وفرمابرداری کرتے ہیں تو ان کے بادشاہوں کے دل میں رعایا کے لیے محبت وشفقت بھر دیتا ہوں (لیکن) جب وہ میرے نافرمان ہوجائیں تو انہی حکام کو ان کے لیے جان کا عذاب بنا دیتا ہوں اور پھر وہ ان کو بہت برا عذاب چکھاتے ہیں۔(ایسے حالات میں) تم اپنا وقت حکمرانوں پر بددعا دینے میں (اور احتجاج کرنے میں) صرف نہ کرو، بلکہ تم دعا اور اِنابت میں اپنے کو مشغول کرو، تاکہ میں (اللہ) تمہارے طرف سے کفایت کروں۔

"انا الله لا اله الا انا مالك الملوك وملك الملوك قلوب الملوك في يدي۔ وان العباد اذا اطاعوني حولت قلوب ملوكهم عليهم بالرحمة

(۱) فتوح الہند ۳۰:

والرافة۔ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم (ای قلوب ملوکھم) علیھم بالسخطة والنقمة فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم علی الملوک ولکن اشتغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم"۔ (۱)

اس کے لیے دو باتوں کی ضرورت ہے :

۱- دین کا صحیح علم جو قرآن وحدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ ۲- دین پر چلنے کی امنگ وجذبہ، جس کو قرآن ایمان سے تعبیر کرتا ہے۔ البتہ صحیح علم کے لیے تکوینی طور پر اللہ نے برصغیر میں مدارسِ دینیہ کا جال بچھادیا جس کی نظیر پیش کرنے سے عالم اسلام عاجز ہے، دوسری بات کی خاطر امت میں ہر زمانے کے علماء وصلحاء، تذکیر وتزکیہ کی کوشش کرتے رہے ہیں، اس کے علاوہ موجودہ زمانے میں اس کی ایک عام مثل تبلیغ ودعوت کی محنت ہے، لاکھوں کی تعداد میں اللہ ورسول ﷺ سے ناآشنا لوگ دینی رہنمائی کا ذریعہ بن گئے۔

عملی نمونوں کی ضرورت ہے

جیسا سانچہ ہوگا بچے اسی کی نقل کریں گے بچہ کے نمونہ اس کے والدین ہوگے بچہ نے یہاں پڑھا اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ کے پاس جھگڑالو آدمی ہے اور اپنے گھر میں والدین کو لڑتے ہوئے دیکھ رہا ہے بچہ نے یہاں پڑھا کہ تین دن سے زیادہ بات بند کرنا حرام ہے اپنے چچاؤں کو خاندان میں بہت سارے لوگوں سے پڑوسیوں سے بات بند ہیں پڑھایا جارہا ہے اور اس کے سامنے نمونہ غلط ہیں، پڑھایا الگ جارہا ہے اور دھلایا الگ جارہا ہے انسان کی فطرت انسان دکھائی جانے والی چیز سے زیادہ متاثر ہوتا اور اس کو جلد قبول کرتا ہے ایک واقعہ پیش آیا ایک اسکول میں ہوا، وہ یہ کہ ایک لڑکا اسکول میں بہت زیادہ ہر ایک سے لڑتا رہتا تھا اس کو ایک بزرگ کے سامنے پیش کیا گیا کہ لوگوں نے نے کہا کہ اس کے لئے نصیحت کردیجئے تو بزرگ نے کہا کہ تم تو اچھے لڑکے ہو لڑتے کیوں ہو؟ لڑنا تو بڑی بری چیز ہے، اس لڑکے نے کہا کہ حضرت چھوٹوں کا ہی لڑنا برا ہے یا پھر بڑوں کا بھی لڑنا برا ہے تو بزرگ نے کہا کہ دونوں کا لڑنا بُرا ہے تو پھر میرے والدین روزانہ لڑتے ہیں ان کو کیوں نہیں کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ جمال الرحمن صاحب کے پاس بچوں کے والدین کی دعوت تھی جب دعوت ختم ہوئی تو لڑکوں نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا کہ حضرت! آپ جو ہمیں دعائیں وآداب سکھاتے ہیں ہم ان

(۱) رواہ ابونعیم فی الحلیة مشکوٰة شریف: ص ۳۲۳: قبیل باب ما علی الولاة

پر عمل کرتے ہوئے مگر اپنے والدین کو ان کی رعایت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، تو حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگوں اس کی عادت ڈالنے کے لئے پڑھایا جاتا ہے، باقی دونوں کو پڑھنا ضروری ہے، ان بچوں کو بہلا دیا گیا اصل یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں کہ دعائیں پڑھائی گئی گھر میں داخل ہونے کی لیکن کبھی اپنے عمل سے پڑھ کر نہیں دکھایا۔

بچہ تو چار سال کا ہے سات سال کا ہے بچہ تو مکلف نہیں ہوتا میری عمر چالیس سال کی ہیں 25 سال کی ہے مجھے دین کئی سال پہلے سیکھنا تھا لیکن نہیں سیکھا، جب تک سانس ہے اس وقت تک چانس ہے، نیت کرنے پر وقت میں برکت ملے گی، جس دین کا سیکھنا اپنے بچوں کو ضروری ہے کیا وہ دین مجھے ضروری نہیں؟ میری گولی مجھے ہی کھانا پڑے گا، میری گولی بچہ کے کھانے سے صحت نہیں ملی گی، میرا دین مجھے ہی سیکھنا پڑھے گا، قرآن نہیں سیکھوں گا اس کی دعوت نہیں دونگا قرآن میرے خلاف کھڑے ہوجائے گا، قرآن میرے خلاف حجت بنے گا۔

کیا ہم میں ایسی سوچ پیدا ہوگئی؟

کوئٹہ میں ایک نکاح کی تقریب میں حق مہر کے ۵ / سے ۸ / لاکھ مقرر کرنے کی بات چل رہی ہے اور ساتھ ۵ / تولے سونا بھی دیا جائے۔ سسر اپنے داماد کو ساتھ والی کرسی پر بلاتا ہے۔ سرگوشی میں پوچھتا ہے، بیٹا آپ کتنا مہر آسانی سے دے سکتے ہیں؟ داماد کہتا ہے : آپ لوگ جو مقرر کریں منظور ہے! لیکن میں اگر زیادہ کوشش کروں تو دو لاکھ دے سکتا ہوں! سسر نکاح خواں کو کہتا ہے : مہر ایک لاکھ ہوگا، جب سسر نے سونے کے متعلق پوچھا تو داماد نے کہا: میں دو تولے بنا چکا ہوں تین اور بنالوں گا! سسر نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ : سونا دو تولے ہوگا، سب عزیز واقارب ناراض ہوئے کہ اتنے کم مہر اور اتنے کم سونے پر آپ نے کیوں بات ختم کی سسر نے کہا: ''آج اگر میں اس شخص کو جو بھی ڈیمانڈ کروں تو مجبوراً یہ پورا کرے گا۔ لیکن بعد میں یہ میری بیٹی کو جو پوری روٹی دے گا اس کو آدھی کر دے گا، وجہ یہ ہے کہ لوگوں سے قرضے لے کر یہ ڈیمانڈ پوری کر رہا ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی بعد میں آرام اور خوشی سے رہے'' اس شادی کے ۱۵ / سال ہو گئے۔ وہ داماد اپنی بیوی کا بہتر خیال رکھتا تھا اور سسر کی خود سے زیادہ عزت کرتا تھا۔ سوچیئے کبھی تنہائی میں سوچیئے دنیا سے ہم نے کیا لیا، دنیا کو کیا دیا۔(۱)

اپنے پیسوں سے پانی پوری کھاتے ہیں تب پلیٹ کا پانی بھی پی جاتے ہیں، آئس کریم کھاتے وقت

(۱)از : ضیاالرحمن صاحب زادہ

ڈھکن بھی چاٹ لیتے ہیں،مونگ پھلی کھانے کے بعد چھلکے میں دانہ ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں،لیکن کسی کی شادی میں جب کھاتے ہیں تو آدھے سے زیادہ کھانا چھوڑ دیتے ہیں، ایسا کیوں؟ ایک باپ اپنی پوری زندگی کی کمائی لگا کر اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی میں آپ کے لئے اچھا کھانا تیار کرواتا ہے، ایک باپ کے محنت کی کمائی کا اس طرح مذاق اڑائیں گے؟۔

بالغان کی تعلیم واقعات کی روشنی میں

بالغان کی اہمیت

نوجوان نسل ملک وملت کے مستقبل کا ایک بیش قیمت سرمایہ ہے، جس پر ملک وملت کی ترقی وتنزلی موقوف ہے، یہی اپنی قوم اور اپنے دین وملت کے لیے نا قابل فراموش کارنامے انجام دے سکتے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوان کی تباہی، قوم کی تباہی ہے، اگر نوجوان بے راہ روی کا شکار ہوجائے تو قوم سے راہِ راست پر رہنے کی توقع بے سود ہے، جوانی کی عبادت کو پیغمبروں کا شیوہ بتایا گیا ہے۔

قوتوں، صلاحیتوں، حوصلوں، اُمنگوں، جفاکشی، بلند پروازی اور عزائم کا دوسرا نام نوجوانی ہے۔ کسی بھی قوم وملک کی کامیابی وناکامی، فتح وشکست، ترقی وتنزلی اور عروج وزوال میں نوجوانوں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہر انقلاب چاہے وہ سیاسی ہو یا اقتصادی، معاشرتی سطح کا ہو یا ملکی سطح کا، سائنسی میدان ہو یا اطلاعاتی ونشریاتی میدان، غرض سبھی میدانوں میں نوجوانوں کا کردار نہایت ہی اہم اور کلیدی ہوتا ہے۔ روس کا انقلاب ہو یا فرانس کا، عرب بہار ہو یا مارٹن لوتھر کنگ کا برپا کردہ انقلاب، ہر انقلاب کو برپا کرنے کے پیچھے نوجوانوں کا اہم حصہ کارفرما رہا ہے۔ ماضی میں بھی جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے ہر چھوٹی بڑی تبدیلی نوجوانوں ہی کے ذریعے آئی ہے۔ زمانہ حال میں بھی ہر چھوٹی بڑی تنظیم یا تحریک چاہے سیاسی ہو یا مذہبی، سماجی ہو یا عسکری، ان میں نوجوان ہی پیش پیش ہیں۔ مستقبل میں بھی ہر قوم وملک اور تنظیم انھی پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ (۱)

دشمنانِ اسلام مسلم نوجوانوں کو تباہ و برباد کرنے اور بلند اسلامی اقدار و اسلامی ضابطۂ اخلاق سے دور کرنے کی سرتوڑ کوشش میں لگے ہوئے ہیں، دشمنوں نے کسی بھی قسم کا مکروفریب اور ہتھکنڈا مسلم جوانوں کو خراب کرنے کیلیے باقی نہیں چھوڑا، اندلس میں جو کچھ بھی ہوا نوجوانوں کی ذہن سازی کے ذریعے ہی ہوا تھا، دشمنوں نے مسلم جوانوں کے نظریات اور افکار کو نشانہ بنایا۔

تعلیمِ بالغاں کسے کہتے ہیں؟

ایک ایسا تدریسی طریقۂ کار، جس کے تحت ان بالغ افراد کو بنیادی تعلیم دی جاتی ہے جس سے وہ پڑھنے اور لکھنے کے قابل ہوسکیں۔ اس گوشہ سے مراد وہ مسلمان ہیں جو باقاعدہ عالم ومفتی بننے کے لیے فارغ نہ ہوسکتے ہوں، لیکن اپنی دینی ضرورت کا علم حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہوں، ان کے لیے کوئی ایسا منہج مرتب کرنا کہ

---

(۱) جماعتِ اسلامی پاکستان، مجتبیٰ فاروق

مختلف شعبہائے زندگی سے وابستہ طبقہ اپنے پیشے میں رہتے ہوئے ضرورت کا علم حاصل کرسکے۔

جولوگ بالغ ہیں، وہ تعلیم کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور حتی االمقدور اس کی کمی کو دور کرنا چاہتے ہیں، اس وجہ سے تعلیم سے بھاگنے کا جذبہ جو عام طور سے اسکولی بچوں میں ہوتا ہے ان میں نہیں دیکھا جاتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ کئی بار اپنی مرضی کے بجائے پیشہ ورانہ یا کاروباری ضرورت کی وجہ سے ضرورت کے تحت لوگ تعلیم کے مواقع ڈھونڈتے ہیں، مثلاً ایک دفتر کا محرر یہ جانتا ہے اگر وہ گریجویٹ نہ ہو تو اسے کوئی افسری عہدہ نہیں ملے گا تو وہ مجبوری کے تحت تعلیم جاری رکھتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقۂ حج سیکھنے کی دعاء

سیدنا ابراہیمؑ السلام جب کعبہ اللہ کی تعمیر مکمل کر چکے تھے تو فرمایا کہ: ''أرنا مناسکنا'' وقت کے جلیل القدر پیغمبر جنہیں خلیل اللہ کہا جاتا ہے جو عمر کے آخری حصہ میں پہونچ کر کعبہ اللہ کی تکمیل کے بعد اس کے عبادت کا طریقہ اللہ سے پوچھ رہیں ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا علمی سفر

سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر فرمایا ہے'' جس میں اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میرا ایک بندہ جو تم سے زیادہ جانتا ہے ''فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا'' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفر کیا اور ان سے علم سیکھا۔

طلبِ علم کیے لیے اسلاف کی قربانیوں کے چند جھلکیاں

شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ فرماتے ہیں : ہمارے علماء اسلاف میں اکثر وبیشتر فقر وفاقہ کے شکار تھے، مگر ان کا فقر تحصیل علم کے لیے کبھی رکاوٹ نہ بنا، اور انہوں نے کبھی کسی کے سامنے اپنی محتاجی کو ظاہر بھی نہیں کیا۔

انہوں نے علم کی خاطر نہایت جاں گسل اور ہولناک مصائب وآلام جھیلے اور ایسے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا ہے کہ ان کی طاقت اور برداشت کے سامنے خود "صبر" بے چین اور بے قرار ہوگیا۔

وہ اپنی دل کی گہرائیوں کے ساتھ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور حمد وثنا میں مصروف رہتے، ہر وقت شکرگذاری ان کا امتیازی وصف تھا، ان کی قربانیوں نے انہیں دنیا میں بھی سرخ رو کیا، اور قیامت تک آنے والے طالبانِ علوم کے لئے بہترین نمونہ بتادیا، سب کچھ انہوں نے صرف اور صرف کتاب وسنت کی خدمت اور اللہ کی رضاء کے لئے کیا۔

ان کی قربانیوں سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ اسلامی علوم کی تدوین وتالیف پر فضا وشاداب مقامات نہروں کے کناروں اور سایہ دار درختوں کے چھاؤں میں بیٹھ کر نہیں ہوئی، بلکہ یہ کام خون جگر کی قربانی دے کر ہوئی ہے، اس کے لیے سخت گرمیوں میں پیاس کی ناقابل برداشت تکالیف اٹھانی پڑی، اور رات رات بھر ٹمٹماتے چراغ کے سامنے جاگنا پڑا، بلکہ طلب علم کی راہ میں جان عزیز کے قربان کرنے کو بھی انہوں نے کوئی بڑا کام تصور نہ کیا، آیئے اب میں انکی جدو جہد اور قربانیوں کے چند نمونہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں تا کہ ہمیں بھی ان کی راہ پر چلنے کا شوق وولولہ پیدا ہو۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ جو ترجمان القرآن کے نام سے جانے جاتے ہیں وہ ایسے ہی قرآن کے عظیم مفسر نہیں بن گئے بلکہ خوب محنت اور جدو جہد کی وہ خود فرماتے ہیں: ”میں صحابہ کرام سے پوچھنے اور احادیث معلوم کرنے میں لگ گیا، مجھے (کبھی) پتہ لگتا کہ فلاں صحابی کے پاس حدیث موجود ہے تو میں ان کے مکان پر پہونچتا، وہاں آ کر معلوم ہوتا کہ وہ آرام کر رہے ہیں، تو میں اپنی چادر ان کے دروازہ کے سامنے بچھا کر لیٹ جاتا، دو پہر کی گرمی میں ہوا چلتی تو تمام گرد وغبار میرے اوپر آتا۔

جب صاحب خانہ باہر آ کر مجھے دیکھتے تو حیرت زدہ ہو کر استفسار کرتے عم زادہ رسول! (ﷺ کے چچیرے بھائی) کیسے آنا ہوا؟ اور آپ ﷺ نے یہ زحمت کیوں فرمائی کسی کو بھیج کر مجھے کیوں نہ بلوالیا؟ میں کہتا: نہیں جناب! مجھے ہی آنا چاہئے تھا، پھر میں ان سے حدیث معلوم کرتا۔(۱)

عبدالرحمن بن قاسمؒ کا امام مالک کے پاس ۱۷/ سالہ قیام

عبدالرحمن بن قاسمؒ جو امام مالکؒ کے ممتاز شاگرد تھے وہ کیسے اتنے بڑے فقیہ اور محدث بنیں۔

قاضی عیاض نے ”ترتیب المدارک“ میں عبدالرحمن بن قاسم عُتقی (متوفی ۱۹۱ھ) کے حالات میں لکھا ہے (یاد رہے موصوف کا شمار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور لیث رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے مایۂ ناز شاگردوں میں ہوتا ہے)۔

”ابن قاسم کہتے تھے: میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، آخر شب کی تاریکی میں پہونچتا، اور کبھی دو، کبھی تین یا چار مسئلے دریافت کرتا اس وقت امام محترم کی طبیعت میں کافی انشراح محسوس ہوتا، ایک دفعہ ان کی چوکھٹ پر سر رکھے سو گیا، امام مالکؒ نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے، لیکن مجھے نیند کے غلبہ میں کچھ بھی پتہ نہ چل سکا، آنکھ اس وقت کھلی جب ان کی ایک کالی کلوٹی باندی نے میرے ٹھوکر مار کر یہ کہا: تیرے آقا

(۱) صبر واستقامت، ص ۵۰:

چلے گئے، وہ تیری طرح غافل نہیں رہتے، آج ۴۹ سال ہونے کو آئے، انہوں نے فجر کی نماز کبھی کبھار کے علاوہ ہمیشہ عشاء ہی کے وضو سے پڑھی ہے۔(اس کلوٹی نے آپ کو امام صاحب کے پاس اکثر آتے جاتے دیکھ کر ان کا غلام سمجھا)۔

ابن قاسم کہتے ہیں: میں امام مالک کے پاس مسلسل سترہ سال رہا،لیکن اس مدت میں نہ کچھ بیچا اور نہ کچھ خریدا۔(ذرا ہمارے وہ طلبہ غور کریں جو اکثر و بیشتر بازاروں کے چکر کاٹتے رہتے ہیں،کہ سترہ سال میں کبھی خرید وفروخت نہیں کیا)۔

وہ کہتے ہیں :ایک روز میں آپ کے پاس بیٹھا تھا،اچانک ایک نقاب پوش نوجوان جو مصر سے حج کرنے کے لیے آیا تھا،مجلس میں پہونچا،اور امام مالک کو سلام کرکے پوچھا،کیا آپ یہاں ابن قاسم موجود ہیں؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا،وہ آیا اور اسنے میری پیشانی کا بوسہ لیا،میں نے اس میں ایک نہایت عمدہ خوشبو محسوس کی،(جس کا بیان لفظوں میں کرنا مشکل ہے)درحقیقت وہ میرا بیٹا تھا،اور یہ خوشبو اسی سے آرہی تھی،میں جس وقت گھر سے چلا تو رحم مادر میں تھا،میں اس کی ماں سے جو میری بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ چچیری بہن بھی ہوتی تھی،یہ کہکر آیا تھا کہ لمبی مدت کے لیے جارہا ہوں واپسی کا کچھ پتہ نہیں کہ کب ہو؟ اس لیے تمہیں اختیار ہے چاہے میری ہی نکاح میں رہنا چاہے،آزاد ہو کر دوسری جگہ چلی جانا لیکن اس اللہ کی بندی نے آزاد ہونے کے بجائے،میرے ہی نکاح میں رہنے کو اختیار کیا۔(۱)

تعلیمِ بالغان محدثین کی نظر میں

احنف بن قیس نے حضرت عمرؓ کا ارشاد نقل کیا ہے۔"تفقهوا قبل أن تسودوا"(۲) سرداری حاصل کرنے سے پہلے،ذمہ داری عائد ہونے سے پہلے،علم سیکھ لو،کتانیؒ نے اس روایت پر یہ باب قائم کیا ہے "باب في أمرهم بطلب العلم قبل التزوج" شادی کرنے سے پہلے علم حاصل کرنے کا بیان، اور فرمایا ہے کہ قاضی عیاضؒ نے بعض علماء سے بخاری کی مذکورہ حدیث کی تشریح میں نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ شادی کرنے سے پہلے علم حاصل کرلو،تاکہ بعد میں ایسا نہ ہو کہ زندگی کی مشغولیات مہلت نہ لینے دیں۔

---

(۱) صبر واستقامت کے پیکر،ص:۵۱

(۲) بخاری،کتاب العلم،حدیث :۱۵

وکیع بن الجراحؒ کا واقعہ

علامہ خطیب بغدادیؒ نے امام المحدثین حضرت وکیع ابن الجراحؒ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا کہ ”گرمی کے زمانے میں جب پانی ڈھونے والے انٹوں کے مالکین قیلولہ کیا کرتے تھے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پانی بھرنے والے مزدوروں کے پاس جا کر انہیں حدیثیں سنایا کرتے تھے، اور فرماتے کہ ”یہ لوگ دن بھر اپنے کام کاج میں لگے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے میری مجلس درس میں نہیں آپاتے۔“ لوگوں کی جہالت و بے دینی کی تڑپ اور اپنی تواضع سے خود جا کر حدیثیں سنا دیتے تھے۔

اللہ اکبر! کیسی خیر خواہی اور رحم دردی کا جذبہ اور اشاعتِ علم کا داعیہ تھا، جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔(۱)

امام ولید بن عتبہؒ کا واقعہ

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”ایک ثقہ محدث علامہ ولید بن عتبہ الاشجعی دمشق کے محلّہ ”جابیہ“ کی ایک مسجد میں امام ولید بن مسلم کی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے، ایک شخص مجلس میں وقت مقررہ سے کچھ دیر بعد آتا، جس کی وجہ سے سبق کا کچھ حصہ چھوٹ جاتا تھا، سبق کے بعد حضرت ولید بن عتبہؒ اس کے سامنے سبق دہراتے تھے، لیکن جب بار بار یہ صورت پیش آئی تو ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا: بھائی! روز روز دیر سے آنے کی کیا وجہ ہے؟ دیگر طلبہ کے ساتھ کیوں نہیں آتے؟ آئندہ دیر سے آوگے تو میں سبق نہیں دہراؤنگا۔

حضرت کی بات سن کر وہ کہنے لگا: میں عیال دار شخص ہوں، دمشق کی مضافاتی آبادی ”بیت لہیا“ میں میری ایک دکان ہے، اگر میں صبح صبح اس دکان کی ضروریات منڈی سے نہ خریدوں تو مجھے ڈر ہے کہ میرا کاروبار ختم ہو جائے گا، اس لئے پہلے منڈی جا کر دکان کا سامان خرید کر دکان میں رکھ دیتا ہوں، پھر دوکان بند کر کے دوڑا دوڑا آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں، جس کی وجہ سے مجھے تاخیر ہو جاتی ہے۔

حضرت ولید بن عتبہؒ نے اس کی داستان اور علم کی طلب دیکھی تو فرمایا: اب میں تمھیں کبھی یہاں نہ دیکھنا، اتنی دور بابِ جابیہ سے میری مجلس میں آنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد دوسرے دن سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معمول بنالیا کہ ”محلّہ جابیہ“ سے اسکے گاؤں ”بیت لہیا“

---

(۱) فکر انگیز باتیں ۱۵۱ :

تشریف لے جاتے اوران کی دکان پر بیٹھ کر اسے کتابیں پڑھاتے ۔(۱)

تعلیمِ بالغان کے تین اہم فائدے

ایک تو یہ کہ علماء وعوام میں خلیج کو قُربت سے بدلنا، ورنہ ایک دوسرے سے دوری کی وجہ سے بعض مرتبہ بظاہر دین دار حضرات کو بھی علماء اور مدارس کے بارے میں بدگمانیاں اور غلط فہمیوں میں مبتلا پایا گیا، محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :اس کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہوگا کہ دینی و دنیوی تعلیم میں جو خلیج حائل ہے اور فریقین ایک دوسرے سے مسلک وخیال میں دو نقطوں پر الگ الگ ہیں، ان میں اجتماع کی خوشگوار صورت پیدا ہوگی اور ایک دوسرے سے قریب تر ہوجائیں گے اور خیالی و وہمی بدگمانیوں میں جو ہر فریق مبتلا ہے، یہ اختلاف بھی ختم ہوجائے گا۔"(۲)

دوسرا اہم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایمان ونظریات کے لحاظ سے یہ مسلمان پختہ ہوجاتا ہے، ورنہ فتنوں اور دین میں شک پیدا کرنے کے اس ماحول میں اچھے خاصے مسلمان کے نظریات بھی ڈگمگا جاتے ہیں۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ طبقہ، تجارت وملازمت یا اپنی معاشی مصروفیت کی وجہ سے براہِ راست عملی زندگی و دنیا سے وابستہ ہے۔ایسے احباب کے دین وعلمِ دین کی طرف آنے سے اُمید ہے کہ مختصر عرصے میں دین کے آثارِ طیبہ ان کے متعلقہ شعبوں میں نظر آنے لگیں گے۔واضح بات ہے ہماری ساری دینی محنتوں کا آخری ہدف تو احیاءِ دین ہی ہے اور اس کے احیاء کی صورت اسی وقت ممکن ہوگی جب تمام شعبوں سے وابستہ مسلمان دھیرے دھیرے دین وعلمِ دین کے طرف متوجہ ہوں، ورنہ خود ہمارے لیے بھی پورے دین پر چلنا مشکل ہے۔

مکتب کی تعلیم کے بعد اسکولی نظام میں جلد ترقی ہوتی ہے

مکتب ومدرسہ پڑھ کر اسکولنگ کرنے والے بچے دوسرے بچوں سے کہیں زیادہ ذہین رہتے ہیں اور جو لڑکے مکتب کی تعلیم وتربیت کے ساتھ عصری علوم حاصل کرتے ہیں بعد میں یہ بچے بڑی تعداد میں علی گڑھ وغیرہ بڑی یونیورسیٹی سے فارغ ہوکر بڑے عہدوں پر فائز بھی ہوئے ہیں، جس میں ایک مشہور نام امریکہ کے ایک مشہور تاجر "فرینک ایف اسلام" کا بھی ہے۔آپ کہہ سکتے ہیں کہ فرینک ایف اسلام (ڈاکٹر

---

(۱) معالم ارشادیہ: ۲۳۷، بحوالہ: فکر انگیز باتیں ۱۵۲ :

(۲)(دینی مدارس کی ضرورت وجدید تقاضوں کے مطابق نصاب ونظامِ تعلیم، جمع وترتیب :مولانا محمد انور بدخشانی)

فرینک ایف اسلام کو امریکی صدر جو بائیڈن نے کمیشن برائے صدارتی اسکالرز کا ممبر مقرر کیا ہے، جو صدارتی اسکالرز کے انتخاب اور ان کے اعزاز کے مقصد سے صدر کے ذریعہ منتخب کردہ ممتاز شہریوں کا ایک گروپ ہے۔ کمشنرز کو پورے ملک سے منتخب کیا جاتا ہے جو تعلیم، طب، قانون، سماجی خدمات، کاروبار اور دیگر پیشوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہائٹ ہاؤس نے اس سلسلے میں ایک پیغام میں ان کے بارے میں کہا ہے کہ ''۔ہندوستان میں پیدا ہونے والے ڈاکٹر فرینک اسلام ایک ممتاز کاروباری، مخیر اور سول رہنما ہیں جو شہری و تعلیمی امور اور آرٹ و فن کے کاز کے لئے سرگرم رہتے ہیں۔) نے ایک عیسائی یا یہودی عورت سے نکاح کر لیا لیکن انہیں اپنے مذہب اور وطن سے محبت کرنے کا جو درس مکتب سے ملا تھا اسی جذبے کے تحت وہ ابھی تک بہت سے مسلم اداروں کو ہزاروں کروڑ کا عطیہ دے چکے ہیں۔ جس میں'' فرینک اینڈ ڈیبی اسلام مینجمنٹ کمپلیکس'' کی تعمیر پر ۱۳/ کروڑ روپیہ خرچ ہوئے تھے جو ڈاکٹر فرینک ایف اسلام نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو عطیہ کیا تھا۔ اپنی مادرِ علمی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لئے سابق طالب علم ڈاکٹر فرینک ایف اسلام کا ناقابل تردید تعاون ہے جس کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

اس کے برعکس جدید مکتب اور ماحول کے تعلیم یافتہ ایم جے اکبر عارف محمد خان یا فلم انڈسٹری کے سارے خانون نے بھی کیا اپنی قوم اور قومی اداروں کے لیے کوئی عطیہ دیا ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے کھل کر کبھی اپنے مسلمان ہونے کا بھی اعتراف نہیں کیا۔

مسلم نسل کی تربیت غیروں کے لئے ہدایت ہے

ہندوستان میں جب کبھی بھی کوئی فرقہ وارانہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے تو ہم میں سے کچھ لوگ یہ راگ اپنانا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے غیر مسلموں میں اسلام کی دعوت نہیں پہنچائی اس لئے ایسا ہو رہا ہے جب کہ فیس بک یا سوشل میڈیا پر اسّی (۸۰) فیصد مسلمان غیر ضروری کاموں میں متحرک ہیں، انہیں دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ بھارتیوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے فکرمند ہونے والی ہے، سچ تو یہ ہے کہ مسلم آبادی کا نوّے فیصد طبقہ ہندو فرقہ پرستی اور ملک کے حالات سے خوفزدہ ہے، لیکن افسوس اس پر ہے کہ اسے ٹھیک سے اپنے مسلمان ہونے کا مفہوم بھی نہیں معلوم۔ عام شادی بیاہ اور تجارت وغیرہ کے معاملات میں دیکھ لیں مسلمانوں کی ایک بڑی آبادی کو قوم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے اور وہ بے فکری کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

اس وقت غیر مسلموں میں دعوت کی جتنی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ مسلمان بچوں کی ان کی بنیادی

دینی تعلیم سے ہی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ جب یہ نسل اپنے دین اور اسلام کے ساتھ بالغ ہوتو غیروں میں اپنی دینی غیرت وحمیت اور اخلاق سے اپنی انفرادی پہچان بناسکے۔اور یقیناً یہی پہچان ہی غیروں میں اسلام کی دعوت کا سبب بن سکتی ہے۔

جیل میں تعلیمِ بالغان

''پشاور صوابی'' جیل میں قومی کمیشن برائے انسانی بہبود (این سی ایچ ڈی) کے تحت تعلیمِ بالغان کے مرکز کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، اس سلسلے میں محکمہ جیل خانہ جات اور [این سی ایچ ڈی] کے مابین معاہدہ طے پا گیا، چار دن کے دوران ۲۸ رقیدیوں کو تعلیمِ بالغان کے لیے چنا گیا ہے، جن میں سے ۲۵ رناخواندہ تھے، منتخب شدہ قیدیوں کی تعلیم کے لیے استاذ کا بھی تقرر ہوا، قیدیوں کی ذمے داری ہے کہ تعلیم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں تاکہ رہائی کے بعد معاشرے میں ایک باعزت شہری بن سکے، روزانہ دو گھنٹے کی کلاس میں قیدیوں کو بنیادی تعلیم دی جائے گی۔

امام اہلِ سنت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیل میں تعلیم

امام اہلِ سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے جب خلقِ قرآن کے مسئلہ پر تن تنہا حکومتِ وقت سے پنجہ آزمائی کی تو امام احمدؒ کو قید کیا گیا، انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں، انہیں کوڑے لگائے گئے انہیں انتہائی تاریک کوٹھری میں قید کر دیا گیا لیکن ان سب کے باوجود امام احمدؒ نے قیدیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دی، چناں چہ علامہ ذہبیؒ رقم طراز ہیں : امام احمدؒ کو بغداد کے اصطبل میں قید کیا گیا، قید خانہ سخت تنگ تھا، رمضان میں بیمار بھی ہو گئے تھے، اس قید خانے میں کچھ ایام رہے، اس کے بعد عام قید خانے میں منتقل کیا گیا، جیل میں تقریباً تیس مہینے رہے، حنبل بن اسحاق وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے جیل خانے میں امام احمدؒ سے کتاب الارجاء پڑھی، حنبل بن اسحاق کہتے ہیں امام احمدؒ قیدیوں کی امامت کرتے، حالاں کہ ان پر کڑیاں ہوتیں، قید کی کڑیوں سے نماز اور سونے کے وقت پیر نکالتے تھے۔(۱)

بالغان کا علم حاصل کرنے پر ثواب

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، ہم لوگ صفہ میں بیٹھے ہوئے

---

(۱) تاریخ الاسلام 18/69

تھے، آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصباح بازار بطحان یا عقیق جائے اور اونچے کوہان والی عمدہ سے عمدہ دو اونٹنیاں کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے بغیر پکڑ لائے؟ ہم نے عرض کیا ہم سے ہر ایک اسے پسند کرتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھا دینا دو اونٹنیوں سے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔(۱)

اصحابِ صفہؓ کی حصولِ علم میں محنت

تاریخ اسلام کے سنہرے باب کے چند تعلیمی اوراق ہیں جن کا سرورق اصحابِ صفہؓ سے شروع ہوتا ہے، مدینہ طیبہ میں مسجدِ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے شمال مشرقی جانب ایک سائبان کے سایہ میں چند نفوسِ قدسیہ تعلیم وتربیت پا رہے تھے، ان نفوسِ قدسیہ نے اپنی زندگی حصولِ علم ہی کے لیے وقف کر دی تھی، ان میں چند نفوس ایسے بھی تھے کہ کبھی کبھی دن کے کسی حصہ میں جنگل سے لکڑی لا کر فروخت کرتے اور گزر بسر کیا کرتے تھے۔ ان کے احوال وتعداد میں قدماء محدثین نے مستقل کتابیں لکھی ہیں، جن میں امام حدیث ابو نعیم اصبہانی اور امامِ حدیث ابوعبداللہ حاکم اور ابن الاعرابی اور سلمیٰ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، ان کی تعداد مختلف اوقات میں کل ملا کر چار سو تک پہنچتی ہے۔ ویسے تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی تعلیمی ہی تھی اور امتِ محمدیہ ﷺ میں صحابہ کرامؓ ہی سب سے پہلے متعلم وشاگرد تھے، لیکن اسی تحصیلِ علم کے ساتھ ساتھ اکثر وبیشتر حضرات کے تجارت وزراعت وغیرہ کے مشاغل بھی تھے۔

صحابہ کرامؓ میں جو روزانہ حاضری نہیں دے سکتے تھے وہ بھی حصولِ علم کے لیے پورا اہتمام وانتظام فرماتے تھے، لیکن کچھ حضرات ایسے بھی تھے جن کی شب وروز کی زندگی اسی حصولِ علم کے لیے وقف تھی، اہل وعیال سے آزاد، نہ تجارت سے غرض، نہ زراعت سے مطلب، نہ اپنی معاش کی فکر، نہ اہل وعیال کی، یہ وہ اصحابِ صفہؓ کی نفوسِ قدسیہ ہیں جن کی تعداد ایک ایک وقت میں ستر ستر تک بھی پہنچ جاتی تھی، انہی نفوسِ قدسیہ میں سے ستر وہ شہداء بیر معونہ ہیں جن کو کفار کے چند قبائل ''بنی لحیان ورعل وذکوان'' وغیرہ نے جو تعلیم دین اور تبلیغ اسلام کی غرض سے حضرت رسول اللہ ﷺ سے معلم ومبلغ طلب کرنے آئے تھے اور آپ ﷺ نے ان قرّاء کو اس دینی خدمت کے لیے بھیجا تھا، ان بدظن قبائل نے ان کو لے جا کر شہید کر ڈالا تھا، جس پر آپ ﷺ کو شدید صدمہ ہوا تھا اور نمازِ فجر میں آپ ﷺ نے دعاءِ قنوتِ نازلہ پڑھنی شروع فرما دی تھی۔

(۱)اخرجه مسلم كذافي المشكوة (ص: ۱۷۵) واخرجه ابو نعيم في الحلية (ج ۱ ص: ۳۴۱) وفي روايته فعتيلم او يقراء۔

انہی نفوسِ قدسیہ میں سے اس واقعۂ شہادت کے بعد ستر ایسے صحابہؓ بھی تھے جن کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ کا یہ بیان ''صحیح بخاری'' میں قابل عبرت وبصیرت ہے : میں نے ستر ایسے اصحاب صفہؓ کو دیکھا ہے جن میں سے کسی کے پاس (اوپر اوڑھنے کے لیے) چادر نہ تھی یا ان کے پاس صرف لنگی تھی یا (بدن ڈھانپنے کے لیے) ایک کمبل جس کو انہوں نے گردن سے (نیچے تک) باندھا ہوا تھا،کوئی کمبل تو ٹخنوں تک پہنچ جاتی، کوئی پنڈلیوں تک ہی پہنچتی، (رکوع سجدہ کے وقت) اس کو ہاتھ سے سنبھالے رہتے کہ (جسم کا) پوشیدہ حصہ نہ کھل جائے۔

''رأیت سبعین من أصحاب الصفةؓ، مامنھم رجل علیه ردائ، إما إزار و إما کساء قد ربطوا فی أعناقھم، فمنھا ما یبلغ نصف الساقین و منھا ما یبلغ الکعبین فیجمعه بیده کراھیة أن تریٰ عورته''۔(۱)

آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر ان اصحابِ صفہؓ کے فقر وافلاس کی حالت کو برداشت کیا گیا؟ اور ان کو فکر معاش کی طرف کیوں متوجہ نہیں کیا گیا؟ کیوں ان کو زراعت یا صنعت وحرفت کی طرف رغبت نہیں دلائی گئی؟ اور کیوں ان کے پیٹ بھرنے یا سد رمق کے لیے زکوۃ وصدقات کا انتظار کیا جاتا؟ اور جب انتہائی مجبوری کی نوبت آجاتی اور فاقوں پر فاقے پڑنے لگتے تو حضرت رسول اللہ ﷺ ہر ایک صحابیؓ کو اربابِ صفہؓ میں سے ایک ایک نفر کو کھانا کھلانے کے لیے اپنے گھر لے جانے کا ارشاد فرماتے اور خود بھی دس دس افراد کو اپنے ہمراہ لے جایا کرتے تھے،کیا یہ واضح وصاف دلیل اس کی نہیں ہے کہ امت میں کچھ افراد ایسے ہونے چاہئیں جن کی حیاتِ طیبہ کلی طور پر علم و دین کے لیے وقف ہو چکی ہو؟ اس مقدس مشغلہ کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغلہ ہی نہ ہو،اب وہ جماعت اہل علم حضرات کی ہے مگر ہم اپنی مصروفیات کے ساتھ علم حاصل کر سکتے ہیں ۔(۲)

قوموں کا نمائندہ مسلمان کب بن سکتا ہے؟

ذرا غور کیجیے! ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم ہیں،اور ہم مسلمان من حیث القوم کہاں جارہے ہیں کچھ پتہ نہیں! دینی تعلیم سے بے توجہی کا گلہ کس سے کیا جائے،کیا ہماری بربادی،تنزلی اور مغلوبیت کا باعث، دینی علوم کا ترک نہیں ہے؟

تعلیمِ بالغان میں شریک ہونے والوں میں کوئی مزدور ہوگا،کوئی عصری اداروں کا طالبِ علم،کوئی

(۱) صحیح البخاری،کتاب الصلوٰۃ،باب نوم الرجال فی المسجد

(۲) بینات: ربیع الاول 1436ھ-جنوری 2015ء

تاجر،کوئی وکیل،کوئی ڈاکٹر،کوئی کسی خاندان کا سربراہ،کوئی کسی سیاسی پارٹی کا کارکن، وغیرہ، اگر بغور دیکھا جائے جب یہ سب دین کا واضح، آسان اور ممکن العمل ڈھانچہ قرآن وحدیث،عقیدہ،سیرت، بنیادی فقہ اور تاریخ اسلام کی صورت میں سیکھیں گے تو ان مختلف الحال افراد کے ذریعے کتنے گھرانوں، کتنی دکانوں، کتنے اداروں اور کتنے شعبوں میں تبدیلی کے آثار پیدا ہوں گے، زندگی کے ہر شعبے کو حکمِ الٰہی پر لانا ہے، حکمِ الٰہی پر اُس وقت لایا جاسکے گا جب ہر شعبہ کا علم حاصل ہو، جتنی جہالت ہوگی اُتنا ہر شعبہ غیروں کے طریقوں پر جائے گا۔

حضرت عمرؓ کا کاروبار کے ساتھ علم حاصل کرنا

امام بخاریؒ ہی نے ایک باب قائم کیا: ''باب التناوب فی العلم''، کہ کیسے صحابہؓ اپنے مشاغل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں باری باری استفادے کے لیے جایا کرتے تھے، اسی کے ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابیؓ کی جوڑی کا ذکر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں قبیلہ بنو امیہ بن زید کے محلہ میں رہتے تھے جو کہ مدینہ کے علاقہ عوالی میں تھا اور ہم دونوں باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں جاتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جب جاتا تو اس دن کی تمام احادیث وارشاداتِ نبوی ﷺ اس انصاری کو سنا دیتا۔ جب میں جاتا تو وہ آکر اس دن کی تمام خبریں مجھے سنا دیتا چناں چہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری والے دن حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور واپس آکر اس نے بہت زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور زور سے کہا کیا عمر اندر ہیں؟ میں گھبرا کر اس کے پاس باہر آیا۔ اس نے کہا بہت بڑی بات پیش آگئی ہے (حضوت ﷺ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا تم سب کو حضور ﷺ نے طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا مجھے معلوم نہیں، پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور میں نے کھڑے کھڑے عرض کیا: کیا آپ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں! میں نے (خوشی سے) کہا: اللہ اکبر۔

" إِنِّي كُنتُ وَجَارٌ لِي مِنْ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ "۔(۱)

(۱) صحیح بخاری، حدیث:۲۴۶۸

حضرت عمرؓ کے ساتھ علم کے نو حصے چلے گئے

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اگر حضرت عمرؓ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام زمین والوں کے علم کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم والا پلڑا جھک جائے گا، حضرت اعمشؒ کہتے ہیں میرے دل نے اس بات کو قبول نہ کیا، میں نے جا کر حضرت ابراہیمؒ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا تم اسے نہیں مان رہے ہو اور اللہ کی قسم! حضرت عبداللہ نے تو اس سے آگے کی بھی بات کہہ رکھی ہے، انھوں نے فرمایا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ دنیا سے گئے اس دن علم کے دس حصوں میں سے نو حصے چلے گئے۔

"انی لأحتسب تسعة اعشار العلم ذهب یوم ذهب عمر"(۱)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کا علم اتنا زیادہ تھا کہ اس کے سامنے تمام لوگوں کا علم اتنا کم لگتا تھا کہ جیسے وہ کسی سوراخ میں چھپا کر رکھا ہوا ہو۔

"لکأن علم الناس کان مدسوساً فی حجر مع عمر"(۲)

مدینہ کے ایک صحابیؓ کہتے ہیں میں حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو مجھے ان کے سامنے فقہاء کرام بچوں کی طرح نظر آئے، وہ دینی سمجھ اور علم کی وجہ سے تمام فقہاء کرام پر حاوی تھے۔

"دفعت الی عمر بن الخطاب فاذا الفقهاء عنده مثل الصبیان قد استعلی علیهم فی فقهه و علمه"(۳)

حضرت کثیر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کیلیے مدینے سے دمشق کا سفر

حضرت کثیر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ میں دمشق کی مسجد میں صحابیِ رسول حضرت ابو درداءؓ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "ابو درداء، میں شہرِ نبیؐ مدینہ منورہ سے ایک حدیث کی خاطر سفر کر کے یہاں حاضر ہوا ہوں، وہ حدیث آپ کے واسطے سے لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے، حضرت ابو درداء نے اس سے سوال کیا: "واقعی تمہاری آمد کا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے؟ تم یہاں تجارت وغیرہ کسی

(۱) الطبرانی قال الهیثمی، ج۹ص: ۶۹ ورجاله رجال الصحیح غیر ... وهو ثقة۔ انتهی [illegible]

(۲) اخرجه ابن سعد، ج۴ص: ۱۵۳

(۳) عند ابن سعد ایضا

کاروباری غرض سے نہیں آئے ہو؟‘‘اس آدمی نے نفی میں جواب دیا،انہوں نے پھر پوچھا : ’’پھر کسی اور کام سے آئے ہو گے؟‘‘اس نے اس بار بھی نفی میں جواب دیا،اس پر حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا : ’’میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی علم کی تلاش میں کوئی راستہ طے کرتا ہے، اللہ اس کے لیے جنت کا راستہ ہموار کر دیتے ہیں، اور بے شک اللہ کے فرشتے طالبِ علم کی کارکردگی سے خوش ہو کر اپنے پروں کو اس کے لیے بچھا دیتے ہیں، آسمان اور زمین کی ہر مخلوق حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی طالبِ علم کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہیں، اور بے شک علم والے کی فضیلت عبادت کرنے والے کے اوپر ویسی ہی ہے جتنی کہ چاند کی فضیلت دیگر ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء وارثین انبیاء ہوتے ہیں، اور انبیاء اپنے پیچھے دینار و درہم کی میراث نہیں چھوڑ جاتے، وہ ورثے میں اپنا علم چھوڑتے ہیں، تو اب جو اسے لے، اچھی طرح سوچ سمجھ کر لے۔

’’کنت جالسا عند أبی الدرداء فی مسجد دمشق فأتاه رجل فقال له یا أبا الدرداء أتیتک من المدینة مدینة رسول اللهﷺ لحدیث بلغنی أنک تحدث به عن النبیﷺ قال فما جاء بک تجارة قال لا قال ولا جاء بک غیره قال لا قال فإنی سمعت رسول اللهﷺ یقول من سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له طریقا إلی الجنة وإن الملائکة لتضع أجنحتها رضا لطالب العلم وإن طالب العلم یستغفر له من فی السماء والأرض حتی الحیتان فی الماء وإن فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب وإن العلماء ورثة الأنبیاء وإن الأنبیاء لم یؤرثوا دینارا ولا درهما إنما ورثوا العلم، فمن أخذه أخذه بحظ وافر‘‘۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طلبِ علم میں محنت

۱۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مالِ غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے ۔میں نے عرض کیا میں تو آپ (ﷺ) سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ اس میں سے مجھے بھی سکھائیں ۔اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اتار کر اپنے اور حضور ﷺ کے درمیان بچھا دی اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو اس

(۱) سنن ابو داوٗدؒ ۲: ۳۴۱/ ۳۔سنن ترمذیؒ ۵: ۴۸/ ۴۔سنن ابن ماجہؒ ۱: ۸۱/

پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آرہی ہیں پھر آپ ﷺ نے مجھے حدیث سنائی جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضور ﷺ نے فرمایا اب اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو۔(میں نے ایسے ہی کیا) اس کے بعد حضور ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے مجھے میں اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا۔

"فأصبحت لا أقِط حر فاًمّما حدّثنِی"۔(۱)

۲۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ میں ہر وقت حضور ﷺ کے ساتھ رہتا تھا اور صرف پیٹ بھر کھانے پر گزارہ کرلیتا تھا۔ان دنوں نہ خمیری روٹی مجھے ملتی تھی اور نہ پہننے کو ریشم اور نہ خدمت کرنے والا کوئی مرد میرے پاس تھا اور نہ کوئی عورت،اور بعض دفعہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ کنکریوں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا (تاکہ کنکریوں کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی سے کہتا کہ یہ آیت مجھے پڑھا دو تاکہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے اور مجھے کچھ کھلا دے اور مساکین کے حق میں سب سے بہتر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا،وہ سب کچھ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ شہد یا گھی کی کپی ہی ہمارے پاس باہر لے آتے۔اس کپی میں کچھ ہوتا نہیں تھا تو ہم اسے پھاڑ کر اس کے اندر جو ہوتا اسے چاٹ لیتے۔

"حتی ان کان لیخرج الینا العکّة التی لیس فیها شئی فنشقّها فنلعق ما فیها"۔(۲)

آخر اس جفاکشی اور اس اندازِ طالب علمی کے جو حیرت انگیز نتائج ہونے چاہیے تھے وہ امت کے سامنے آئے،خود انہی کے زبان سے "صحیح بخاری" میں مروی ہے :

"صحبتُ رسولَ اللّٰہ ﷺ ثلاثَ سنین فلم أکن فی سنی أحرص علی أن أعی الحدیث آمنی"۔(۳)

"میں تین سال تک (ہمہ وقت) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا،میں نے اپنی عمر میں اپنے سے زیادہ حدیثوں کو یاد کرنے کا حریص (سرگرم شائق) اور کسی کو نہیں دیکھا۔"

اتنے مختصر عہد میں جو روایتیں مدونین کتب حدیث کو ان سے پہنچی ہیں،ان کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔

(۱) حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۴۰

(۲) بخاری، کتاب المناقب، حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۴۳

(۳) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام

نہ معلوم اور کتنی روایتیں ہوں گی جو مدونین کتب حدیث تک ان کے معیار کے مطابق نہ پہنچ سکیں جو یقیناً اس قدسی صحبت اور اس فنافی العلم کے جذبہ کی برکات تھیں، چناں چہ پورے آٹھ سو صحابہؓ وتابعینؒ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور دین کا بہت بڑا حصہ تنہا انہی کی روایات سے امت کو پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے مستشرقین اور منکرین حدیث مستغربین اور ان کے علاوہ اعداءِ اسلام کا سارا زور حضرت ابوہریرہؓ پر طعن و تشنیع اور عیب چینی پر صرف ہورہا ہے۔

۳۔مروان بن حکم کے منشی ابوزغیرزعہ کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہؓ کو بلایا اور مجھے تخت کے پیچھے بٹھادیا،مروان ان سے پوچھنے لگا اور میں ان کے جواب لکھنے لگا، جب ایک سال ہوگیا تو مروان نے انہیں بلا کر پردے کے پیچھے بٹھایا اور ان سے وہی پچھلے سال والے سوالات کیے انھوں نے بعینہ وہی پچھلے سال والے جواب دیئے نہ کوئی حرف کم کیا اور نہ زیادہ اور نہ آگے کیا اور نہ پیچھے۔(۱)

حضرت جابرؓ کی طلبِ علم میں مدینہ سے ملکِ شام کا سفر

☆ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا : فلاں مسئلہ تو مجھے معلوم ہے لیکن جو الفاظ نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے نکلے تھے وہ میں بھول گیا تو وہی الفاظ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کی زبان سے سننے کے لیے ملک شام کے دارالخلافہ میں پہنچے اس کے لیے منڈی سے جا کر سواری خریدی اور سفر شروع کیا صعوبتوں والا خطرناک سفر تھا راستہ میں بھوک پیاس برداشت کی درختوں کے پتوں پر گزارہ کیا وہاں پہنچ کر ان کے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ میں جابر ہوں آپ کی خدمت کے لیے مدینہ منورہ سے آیا ہوں انہوں نے تعجب سے کہا جابر بن عبداللہ! کہا جی ہاں! جلدی سے باہر تشریف لائے معانقہ کیا بڑے خوش ہوئے اور دریافت کیا کہ آپ نے اتنا لمبا سفر کس غرض سے کیا؟۔

فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے اس مسئلہ کے بارے میں وہ الفاظ یاد ہیں جو اس وقت آپ ﷺ نے بیان کئے تھے،''مجھے ڈر سا لگا کہ کہیں درست الفاظ سننے سے پہلے مجھے موت نہ آئے''
''فخشيت أن أموت قبل أن أسمعها'' انہوں نے جب یہ الفاظ سنائے تو کہنے لگے اجازت دیجئے اب میں واپس چلتا ہوں انہوں نے کہا آپ نے اتنا لمبا سفر کیا ہے آپ کو کھانے اور آرام کی ضرورت ہے اور اس

(۱)مستدرک حاکم: ۵۱۰/۳۔

کے بعد واپس جانا ہی ہے، کہتے ہیں اگر میں کھانے اور آرام کرنے میں وقت ضائع کردوں تو تکمیل مقصود میں تقصیر کا اندیشہ ہے۔

"فاشتریت بعیرا، ثم شددت رحلی فسرت إلیه شهرا حتی قدمت الشام، فإذا عبدالله بن أنیس، فقلت للبواب: قل له جابر علی الباب"۔(۱)

حضرت جابرؓ کا طلب علم میں مدینہ سے مصر کا سفر

☆ حضرت مسلمہ بن مخلدؒ فرماتے ہیں کہ: جس زمانے میں میں مصر کا امیر تھا تو ایک دن دربان نے آ کر کہا کہ دروازے پر ایک دیہاتی آدمی اونٹ پر آیا ہے اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا جابر بن عبداللہ انصاری۔ میں نے بالا خانے سے جھانک کر کہا: میں نیچے آجاؤں یا آپ اوپر آئیں گے؟۔ حضرت جابرؓ نے کہا: نہ آپ نیچے اتریں اور مجھے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ مسلمان کے عیب چھپانے کے بارے میں ایک حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں میں اسے سننے آیا ہوں۔ میں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالے گا گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کر دیا۔ یہ حدیث سن کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے واپس جانے کے لئے سواری ہو ہانکا۔

"لا تنزل و لا أصعد، حدیث بلغنی أنک ترویه عن رسول الله ﷺ فی ستر المؤمن، جئت أسمعه، قلت: سمعت رسول الله ﷺ یقول: من ستر علی مؤمن عورة فکأنما أحیاء موؤدة" فضرب بعیره راجعاً"۔(۲)

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ باندھ کر ایک ماہ کا سفر کر کے ملک شام پہنچے اور وہاں عبداللہ بن اُنیس سے قِصاص کے بارے میں ایک حدیث دریافت کی۔(۳)

☆ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ورحل جابر بن عبدالله مسیرة شهر الی عبدالله بن انیس فی حدیث واحد۔(۴)

(۱) حیاۃ الصحابۃ: ۳/ ۲۸۴

(۲) حیاۃ الصحابۃ: ۳/ ۲۸۶

(۳) الجامع الاخلاق الراوی: ۹/ ۱۶۸

(۴) صحیح بخاری باب الخروج فی طلب العلم

☆حضرت عبیداللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آخر عمر میں احادیثِ رسول ﷺ کو سننے کے لیے مدینہ سے مکہ کا سفر کیا پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے ۔اسی شوق اور طلب علم کی بناء پر آپ کا شمار حفاظِ محدثین اور مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔

"رحل جابر بن عبدالله فی آخر عمره الی مكة فی احادیث سمعها ثم انصرف الی المدینة"۔(۱)

☆علامہ محمد بن احمد ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کی مرویات کی کل تعداد ۱۵۴۰/ ہے۔ان میں سے اٹھاون احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ متفق ہیں یعنی دونوں نے ان کو اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے،۲۶/ احادیث ایسی ہیں جو صرف امام بخاری نے اور ۱۲۶/ ایسی ہیں جو صرف امام مسلم نے (اپنی اپنی کتابوں میں) روایت کی ہیں۔(۲)

صحابہ کرامؓ کو التحیات سکھانے کا اہتمام

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابوبکرؓ منبر پر اس طرح التحیات سکھاتے تھے جیسے کہ استاد مکتب میں بچوں کو سکھاتا ہے۔(۳)

حضرت عبدالرحمن بن عبد قاریؒ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر لوگوں کو التحیات سکھاتے ہوئے سنا، فرما رہے تھے اے لوگو! کہو "التحیات للہ" سے لے کر آخر تک۔(۴)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری کا طلب علم میں مصر کا سفر

حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سواری پر سفر کر کے مصر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا میں آپ سے ایک ایسی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس حدیث کے موقع پر جتنے صحابہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اب ان میں صرف میں اور آپ باقی رہ گئے، آپ نے مسلمان کی پردہ پوشی کے بارے میں حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۴/۱۰۰

(۲) خلاصہ تہذیب الکمال: ۱/۱۷۴

(۳) اخرجه مسدد والطحاوی کذا فی الکنز ج۴ص: ۲۱۷

(۴) اخرجه مالک والشافعی والطحاوی وعبدالرزاق وغیرهم

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو دنیا میں کسی مسلمان (کے عیب) پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس (کے گناہوں) پر پردہ ڈالیں گے، یہ سن کر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ مدینہ واپس لوٹ گئے اور جب تک یہ حدیث بیان نہ کر دی اس وقت تک اپنا کجاوہ نہ کھولا۔

فأتی أبو أیوب راحلته فرکبها وانصرف الی المدینة وما حل رحله"۔(۱)

حضرت عقبہ ابن عامرؓ کا علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا

حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت مسلمہؓ بن مخلد سے ملنے گئے تو ان کے اور دربان کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا، حضرت مسلمہؓ نے اندر سے ان کی آواز سن لی اور اندر آنے کی اجازت دے دی، حضرت عقبہؓ نے کہا میں آپ کو ملنے نہیں آیا؛ بل کہ کسی ضرورت سے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کیا آپ کو وہ دن یاد ہے کہ جس دن حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جسے اپنے بھائی کی کسی برائی کا پتہ چلے اور وہ اس پر پردہ ڈال دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پردہ ڈالیں گے، حضرت مسلمہؓ نے کہا جی ہاں! حضرت عقبہؓ نے کہا بس میں اسی لیے آیا تھا۔

"وکان بینه وبین البوّاب شئی، فسمع صوته فأذن له، فقال: انی لم آتیک زائرا، جئتک لحاجة، أتذکر یوم قال رسول الله ﷺ: من علم من أخیه سیئة فسترها ستر الله علیه یوم القیامة؟ قال: نعم! قال: لهذا جئت"(۲)

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں سے روکتا ہوں انہیں اچھی طرح یاد رکھنا:

۱۔ حضور ﷺ کی طرف سے حدیث صرف معتبر اور قابل اعتماد آدمی سے ہی لینا کسی اور سے نہ لینا۔

۲۔ قرضہ لینے کی عادت نہ بنالینا، چاہے چوغہ پہن کر گزارہ کرنا پڑے۔

۳۔ اشعار لکھنے میں نہ لگ جانا ورنہ ان میں تمہارے دل ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ قرآن سے رہ

---

(۱) حیاۃ الصحابۃ: ۳/۲۷۸

(۲) قال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الکبیر هکذا وفی الاوسط عن محمدبن سیرین قال خرجه عبقة بن عامر فذکره مختصرا ورجال الکبیر رجال الصحیح۔ مجمع الزوائد: ۱/۱۳۴

جاؤ گے۔(۱)

حضرت عبید اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ کا ایک حدیث کے لئے عراق کا سفر

حضرت عبید اللہ بن عدیؓ فرماتے ہیں کہ : مجھے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک حدیث ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ کہیں اگر حضرت علیؓ کا انتقال ہو گیا تو پھر شاید مجھے یہ حدیث کسی اور کے پاس نہ مل سکے اس وجہ سے میں سفر کر کے ان کے پاس عراق گیا۔

"بلغني حديث عند علي ، فخفت ان مات أن لاأجده عند غيره ، فرحلت حتى قدمت عليه العراق"(۲)

حضرت بسر بن عبید اللہ حضرمی رضی اللہ عنہ کا ایک حدیث کے لئے شہر در شہر

حضرت بسر بن عبید اللہ حضرمی شامیؒ کو یہ بیان کرتے ہیں : میں فقط ایک حدیث کو سننے کی خاطر ایک شہر سے دوسرے شہر تک سفر کرتا رہا ہوں۔

"إِنْ كُنْتُ لَأَرْكَبُ إِلَى الْمِصْرِ مِنَ الأَمْصَارِ فِي الْحَدِيثِ الْوَاحِدِ لِأَسْمَعَهُ"(۳)

صحابہ کرامؓ کا غربت کی حالت میں علم حاصل کرنا

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : میں مہاجرین کی ایک جماعت میں ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے پاس کپڑے بہت کم تھے جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی اوٹ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے پاس بٹھائے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے پر گول حلقہ بن گیا اور سب لوگوں نے چہرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر لئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے علاوہ اور کسی کو نہیں پہچانا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فقراء مہاجرین تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہیں قیامت کے دن پورا نور حاصل ہوگا اور تم مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور یہ آدھا دن پانچ سو برس کا ہوگا۔(حیاۃ الصحابۃ)

---

(۱) اخرجه الطبرانی فی الكبير قال الهيثمی : و فی اسناده ابن لهيعه و يحمل فی هذا علی ضعف ، ج : ۱ ص : ۱۴۰

(۲) اخرجه الخطیب فی الرحلة، و ابن عساکر ج: ۱۰ ص: ۱۲۸

(۳) سنن دارمی ، المقدم ، باب الرحل فی طلب العلم واحتمال العناء فی ، حدیث : ۵۶۳

ایک عمل کے ثواب پر صحابہ کرامؓ کا سبق آموز واقعہ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سامنے سے مقصورہ والے حضرت خبابؓ ظاہر ہوئے اور کہنے لگے اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے وہ حدیث سنی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں؟ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے اور پھر دفن تک اس کے پیچھے رہے اس اس کو دو قیراط اجر ملے گا، ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے اور جو نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس آجائے اس کو احد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا یعنی ایک قیراط اجر ملے گا، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت خباب کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا کہ ان سے حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث کے بارے میں پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ آ کر بتاؤ پھر حضرت ابن عمرؓ ایک مٹھی مسجد کی کنکریاں لے کر ہاتھ میں الٹ پلٹ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قاصد یعنی حضرت خبابؓ واپس آگئے اور آ کر بتایا کہ حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ٹھیک کہا ہے تو ہاتھ میں جو کنکریاں تھیں انہیں حضرت ابن عمرؓ نے زمین پر پھینک کر کہا پھر تو ہم نے اجر و ثواب کے بہت سے قیراط کھو دئیے۔(۱) حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہ تو زمیندارہ کی مشغولی تھی اور نہ بازار کے کاروبار اور تجارت کی جس کی وجہ سے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہے، میری چاہت تو بس اتنی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے یا تو کوئی بات سکھا دیں یا کھانے کا کوئی لقمہ کھلا دیں اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابوہریرہ! واقعی تم سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چمٹے رہتے تھے اسی وجہ سے تم ہم سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو جاننے والے ہو۔(۲)

حضرت سعید بن مسیبؒ کی محنت

حضرت سعیدؒ بن مسیب اجل تابعین میں سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد، فرماتے ہیں کہ میں ایک حدیث سننے کے لیے تین تین دن پیدل چل کر جاتا تھا۔ ”إني كنت لأسير ثلاثا في الحديث

(۱) اخرجه مسلم عن عامر بن سعد بن ابی وقاص حدثه عن ابیه كذا فی الترغیب، ج۵ ص: ۳۰۲۔

(۲) وبهذا السياق اخرجه ابن سعد عن الوليد الا انه لم يذكر قول ابن عمر قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه، طبقات ابن سعد ج۳ ص: ۳۳۲

الواحد"۔(۱)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم

حضرت امام اعظمؒ کی ولادت ۸۰ھ عراق کے کوفہ شہر میں ہوئی، آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کابل کے اعیان واشراف میں بڑی فہم وفراست کے مالک تھے، آپ کے پردادا مرزبان فارس کے ایک علاقہ کے حاکم تھے، زندگی کے ابتدائی ایام میں ضروری علم کی تحصیل کے بعد تجارت شروع کرلی؛ لیکن آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے علمِ حدیث کی معروف شخصیت شیخ عامر شعبی کوفیؒ (جنہیں پانچ سو سے زیادہ اصحابِ رسول ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہے) نے تجارت چھوڑ کر مزید علمی کمال حاصل کرنے کا مشورہ دیا؛ امام شعبیؒ کے مشورہ پر علمِ کلام، علمِ حدیث اور علمِ فقہ کی طرف بیس سال کی عمر میں توجہ فرمائی اور ایسا کمال پیدا کیا کہ علمی وعملی دنیا میں "امام اعظم" کہلائے، کوفہ، بصرہ اور بغداد کے بے شمار شیوخ سے علمی استفادہ کیا اور حصول علم کے لیے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور شام کے متعدد اسفار کیے، اور چار ہزار علما ومحدثین کرام سے علمِ دین حاصل کیا۔(۲)

اپنی عمر مبارک میں سات ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا ۴۵ سال تک ایک وضو سے پانچوں نمازیں پڑھیں، رات کے دو نفلوں میں پورا قرآن حکیم ختم کرتے، ۵۰۰ درہم کا نہایت قیمتی لباس سلوا رکھا تھا جسے آپ روزانہ رات کے وقت زیبِ تن فرماتے اور اس کی حکمت یہ ارشاد فرماتے: اللہ رب العزت کے لئے زینت اختیار کرنا، لوگوں کے لئے زینت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔(۳)

ایک حوالہ کی خاطر ستر (۷۰) دن کا سفر

امام احمد بن محمد المقریؒ فنِّ حدیث کے بڑے عالم کے متعلق "تذکرۃ الحفاظ" میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: آپ کو ایک کتاب سے حوالہ نقل کرنے کے لیے ستر (۷۰) دن کا سفر کرنا پڑا، اور کتاب کا حال یہ تھا کہ اگر کسی نان بائی کو دے کر ایک روٹی بھی خریدنا چاہتے تو شاید وہ اس پر بھی تیار نہ ہو۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مستند اور صحیح علم حاصل کرنے کے لئے محنت درکار ہے، بے سند باتیں تو نیٹ

(۱) تذکرۃ الحفاظ ا/ ۵۲۔ جامع بیان العلم وفضلہ ا/ ۱۱۳

(۲) تہذیب الاسماء: ۲/ ۵۰۱، عقود الجمان: ۱۸۷

(۳) تفسیر روح البیان: ۳/ ۱۵۴

پر اور جاہل مفسدوں سے بھی مل جاتی ہیں۔

ماہرین سے علم سیکھنے کے لیے سفر

مؤرخ شمس الدین ابن خلکانؒ نے اپنی تصنیف ''وفیات الاعیان'' میں خطیب تبریزی کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کو عربی زبان وقواعد پر غیر معمولی مہارت حاصل تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ ابومنصور ازہری کی کتاب ''تہذیب اللغۃ'' (جو علم قواعد و زبان پر سولہ جلدوں میں تھی) کہیں سے مل گئی، ارادہ ہوا کہ اس کتاب کے مندرجات کو ماہرِ زبان ''ابوالعلاء المعریؒ'' سے تحقیق سے سمجھنے کے لیے کتاب تھیلے میں ڈال کر تھیلے کو بغل میں لٹکایا اور تبریز سے ''معرہ'' کی جانب چل پڑے، پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ سواری کا انتظام کر سکتے، عرب کی دھوپ میں پیدل چلنے سے پسینہ کا اثر تھیلے اور کتاب تک پہنچا، نتیجتاً کتاب پسینہ سے تر ہوگئی، اگر کوئی اس کتاب کو دیکھتا تو یہی خیال کرتا کہ شاید پانی میں بھیگ گئی ہے حالانکہ اس پر صرف خطیب تبریزی کا پسینہ تھا۔

(۱)

بقی ابن مخلدؒ کی طلبِ علم کے لئے قربانی

امام احمد بن حنبلؒ پر فتنۂ خلق قرآن کے حوالے سے آزمائشوں اور مشکلات کے کئی ادوار آئے، معتصم کے بعد واثق باللہ نے امام صاحب کو جیل سے رہا کر کے گھر میں نظر بند کر دیا، حکم جاری کیا کہ درس و تدریس نہیں کریں گے، گھر سے باہر نہیں جائیں گے، نہ جمعہ یا ۵ وقت کی نماز، ان حالات میں سرزمین اندلس سے ایک پُرعزم ۲۰ سالہ نوجوان بقی ابن مخلد امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضری کے لئے بغداد کی جانب روانہ ہوتا ہے(۲) حصولِ علم کے لئے ایک ایسی راہ اختیار کی جس کا تصور بھی ہر کس و ناکس کے لیے مشکل، ذرا تصور کریں، کہاں اندلس اور کہاں بغداد، ہزاروں کلو میٹر کا فاصلہ ہے مگر جسے علم کا شوق ہوتا ہے وہ فاصلوں کو نہیں دیکھتا

صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **مَنْ سَلَکَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلٰى الْجَنَّةِ۔** ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راہ پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے

(۱) ماہنامہ منہاج القرآن، اپریل 2016ء

۲) حافظ حدیث ابوعبدالرحمن بقی بن مخلد اندلسی، ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے اندلس سے بغداد تک سفر پیدل چل کر طے کیا، بھیکاری کے بھیس میں ۱۳/ سال تک حدیث حاصل کی۔ (منہج احمد فی تراجم اصحاب امام احمد)

لئے جنت کی راہ آسان فرمادیتا ہے۔“

بغداد کو پہنچے تو معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبلؒ پر پابندیاں ہیں، امام احمدؒ اپنے گھر میں نظربند ہیں تہیہ کر لیا کہ علم تو ہر حال میں حاصل کرنا ہوگا، اس زمانے میں طالبِ علموں کا خاص لباس ہوتا تھا، پہچان لئے جاتے کہ یہ طالب علم ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے گھر کا پتہ پوچھا، گھر کی طرف چل دیا، حکومتی خفیہ ایجنسیوں کے کارندوں کی نگاہ ہے کہ یہاں کون آتا ہے، کون جاتا ہے، دروازے پر دستک دی، امام احمد بن حنبلؒ نے دروازہ کھولا، کون ہو؟ میں غریب الدیار مسافر حدیث کا طالب علم اندلس سے آیا ہوں، آپ سے حدیث پڑھنا چاہتا ہوں، میں پڑھانے تیار ہوں، مگر میرے سبق پڑھانے پر سخت پابندی ہے، کچھ دیر سوچ کر کہنے لگے: ابوعبداللہ! میں اس شہر میں نووارد ہوں، مجھے نہ کوئی جانتا ہے نہ پہچانتا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں ہر روز آپ کے پاس فقیرانہ لباس میں آیا کروں گا، دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور صدقہ طلب کروں گا، آپ باہر تشریف لائیں گے اور مجھے ایک، دو احادیث سنادیا کریں گے، اپنا لباس تبدیل کرتے، مانگنے والوں جیسے کپڑے پہنتے، اپنی جیب میں قلم دوات لیتے، دروازے پر کھڑے ہو کر آواز لگاتے: ”أَجْرَ رَحِمَكُمُ اللّٰہُ“ (اس زمانے کے بغداد میں بھیک مانگنے کا یہی طریقہ تھا) امام احمد تشریف لاتے، دو یا تین احادیث لکھوا دیتے۔ ہر روز امام احمد کے گھر پر حاضری دیتے، ایک، دو یا زیادہ احادیث لیتے، چلے جاتے، اس طرح کرتے کرتے انہوں نے تقریباً ۳۰۰ / احادیث لکھ لیں۔(۱)

مقتداء بننے کے لیے کس تعلیم کی ضرورت ہے؟

موجودہ حالات میں اپنے غیر دانش مندانہ رویے کی وجہ سے تہذیبی طور پر ہم پر دوسری تہذیبوں نے یلغار کر رکھی ہے، جب کہ ہمیں حکم ہے کہ سارے ادیان پر اس دین کو غالب کردو، ہم نے اس پر غور نہیں کیا کہ وہ کون سی اجتماعی برائیاں معاشرے میں در آئیں جن کی وجہ سے ہم پر چنگیز و ہلاکو اور یورپی اقوام مسلط کر دی گئیں۔ ہم نے ماحول کو اپنے تابع نہیں کیا اور ہر معاملے میں سمجھوتہ کرتے ہوئے زمانے سے پیچھے چلے گئے۔ اس پستی سے اٹھنے کا علاج ہے۔ ”تعلیم“ تعلیم ہم حاصل کر رہے ہیں، دینی و دنیوی دونوں طرح سے، لیکن موجودہ تعلیم سے ہمیں خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔

رہبری کے مقام پر ہم تبھی پہنچ سکتے ہیں جب ہم اپنی تعلیم کو قرآن کے تابع کر دیں۔ ماضی میں جب

(۱) صبر و استقامت کے پیکر، ص ۱۸۱ تا ۱۸۵

ہمارا تعلیمی نظام قرآن حکیم کے تابع تھا تب ہم علوم کا منبع تھے، جب ہم نے تعلیم میں باطل کی رہبری قبول کی تو کائنات کے علوم کی رہبری سے بھی محروم ہو گئے اور معاشرے میں وہ قدریں بھی گنوا بیٹھے جو مطلوب تھیں۔

جس کتاب میں ہمیں کائنات میں غور وفکر کی تلقین کی گئی اسکو پس پشت ڈال دیا، نتیجتاً دنیا کی قیادت کرنے والوں کو خود دوسروں کی رہبری قبول کرنا پڑی، اب دوکان دار کوئی اور ہے گاہک ہم ہیں، روزگار کسی اور کے پاس ہے اور ہم لائن میں کھڑے نوکری مانگ رہے ہیں، انصاف کے علم بردار اب خود دوسروں سے اپنے فیصلے کروا رہے ہیں۔

شیخ ابونصر سنجریؒ کا مخلصانہ طلب علم

حافظ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں ابونصر سنجری کے بارے میں فرماتے ہیں "عبد اللہ بن سعید بن حاتم، ابونصر سنجریؒ (متوفی ۴۴۴ھ) فن حدیث میں "حافظ" کے مرتبہ پر پہونچے ہوئے ہیں، (یہی نہیں بلکہ) آپ اپنے دور میں حدیث پاک کے سب سے بڑے حافظ، امام وقت اور مینارۂ سنت کی حیثیت رکھتے تھے، موصوف حدیث کی طلب میں زمین کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک چکر لگا کر آئے ہیں"۔

ابو اسحاق حبال کہتے ہیں : "میں ایک روز ابونصر سنجری کے پاس بیٹھا ہوا تھا کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے اُٹھکر اسے کھول دیا، اب میں نے دیکھا کہ ایک عورت مکان میں داخل ہوئی اور اس نے آ کر ایک تھیلی نکالی جس میں ایک ہزار دینار تھے، اور اسے شیخ کے سامنے رکھ کر بولی : "انہیں جس طرح آپ کا دل چاہے خرچ فرمائیں۔ شیخ نے پوچھا آخر مقصد کیا ہے، اس نے کہا "میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیں، اگر چہ مجھے شادی بیاہ کی کوئی خواہش نہیں لیکن اس طرح میں آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔

آپ نے کہا : "تھیلی اٹھا کر یہاں سے چلی جاؤ" جب وہ چلی گئی تو انھوں نے مجھ سے کہا : "میں اپنے ملک سجستان سے صرف حصولِ علم کی نیت سے نکلا ہوں، اب اگر میں اس سفر میں شادی بیاہ کے جھمیلے میں پڑوں تو پھر میں "طالب علم" کہاں رہوں گا؟ اللہ نے طلب علم پر جو اجر وثواب رکھا ہے اس پر میں کسی بھی چیز کو ترجیح نہیں دینا چاہتا۔(۱)

امام زہریؒ کی شادی کے بعد بھی علمی محنت

امام زہریؒ ہر وقت حدیث بینی اور کتابوں کے مطالعہ میں لگے رہتے تھے، مدینہ کے ایک ایک

(۱) صبر و استقامت کے پیکر ۴۴:

انصاری کے گھر جاتے ، جوان، بوڑھے،عورت،مرد جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرت ﷺ کے اقوال اور احادیث پوچھتے اور ان کو قلم بند کرتے،ان کی اہلیہ نے جب ایک دن ان کے مطالعہ کا انہماک دیکھا تو کہنے لگیں ۔ ''واللہ لھذاہ الکتب اشد علی حسن ثلاث ضرائر'' مجھے اللہ کی قسم یہ تمہاری کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں ۔

آج دنیا کی بہت سی قومیں اور ممالک ترقی یافتہ ہیں اور ہم پس ماندہ ہیں، ایسا نہیں ہے کہ ہم تعداد، محنت و جفاکشی، دیانت داری اور ایثار جیسی اخلاقی صفات میں سے کم ہیں، ہم ان خوبیوں میں دوسری اقوام سے بہتر ہیں، مگر تعلیم کے معاملے میں پیچھے ہونے کی وجہ سے معاشی اور سماجی طور پر بھی پس ماندہ ہو گئے ۔

دیگر اقوام نے تعلیم کو ایک خاص سمت دے کر نفع و نقصان کی بنیاد پر مقصد کا تعین کر کے مادّی طور پر ہم سے آگے نکل گئے، جب کہ ہم بہت سے معاملات میں ان کے خوشہ چیں یا دست نگر ہو گئے، دوسری قومیں تحقیق کے میدان میں سرگرم ہمارے عہد زریں کے کتب خانے اور ہمارے آباد کی کتابیں کھنگال ڈالا جب کہ ہم اپنے تاب ناک ماضی کو یاد رکھنا تو دور بل کہ ان روایات کو طاقِ نسیاں پر ڈال دیا جن کی بدولت وہ تاب ناک بنا تھا۔

غربت کے باوجود فارابی کا مطالعہ

مشہور مسلم مفکر، دانشور اور فلسفی ابونصر الفارابی جنہیں تاریخ ارسطوئے ثانی اور معلمِ ثانی کے نام سے پہچانتی ہے، مسلم دنیا کے یہ عظیم سائنسدان دنیا کی ۷۰ / زبانیں جانتے تھے، ان کی ابتدائی زندگی انتہائی غربت میں گزری مگر اتنا بڑا مقام انہیں کتاب کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے ملا۔ کہا جاتا ہے کہ ابونصر فارابی کی غربت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس چراغ کے تیل خریدنے کے لئے بھی پیسہ نہ تھا، چنانچہ وہ رات کو چوکیداروں کی قندیلوں کے پاس کھڑے ہو کر کتاب کا مطالعہ کرتے تھے ۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ کی تعلیم

حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۹۸ھ میں پیدا ہوئے، بچپن میں قرآن پاک حفظ کرلیا، والد صاحب تاجر تھے انہوں نے تجارت کی تربیت کے لیے دکان پر بیٹھنا شروع کر دیا آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں بلند آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے ایک وہاں سے ایک اجنبی گزرے انہوں نے آپ رحمتہ اللہ علیہ کو پڑھتے ہوئے دیکھا اور کہا اس طرح تمہارا تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اول تو یہ بازار ہے اور لوگ یہاں تلاوت سن

نہیں سکتے آپ کی وجہ سے گنہگار ہوں گے جس کا گناہ آپ کو ہوگا اور دوسرا آپ کی تلاوت میں غلطیاں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی وقت دکان سے اٹھے اور اپنے زمانے کے شیخ القراء حضرت سعید الحموی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئے اور وہاں سے تجوید سے قرات سیکھنا شروع کر دی۔ وہاں سے علم حاصل کرنے کا ایسا چسکا لگا کہ تمام دینی علوم بڑے بڑے اساتذہ سے حاصل کیے اور بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی موضوع فقہ حنفی تھا، ہمیشہ باوضو رہتے، رمضان شریف میں ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ ۵۴ سال کی عمر میں ۱۲۵۲ھ میں وفات ہوئی، وفات سے ۲۰ دن پہلے اپنی قبر کی جگہ خود منتخب کی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والدہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد دو سال زندہ رہیں، وہ ہر ہفتے ایک لاکھ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر اپنے بیٹے کو ایصال ثواب کرتی تھیں۔(۱)

مولانا آزادؒ کی تفسیر ترجمان القرآن ایک طالبِ علم کی طرف منسوب

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں: غالباً دسمبر ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے کہ میں رانچی میں نظر بند تھا، عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا تو مجھے محسوس ہوا کوئی شخص میرے پیچھے آرہا ہے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص کمبل اوڑھے کھڑا تھا، آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ ہاں جناب میں بہت دور سے آیا ہوں! کہاں سے؟ سرحد پار سے! یہاں کب پہنچے؟ آج شام کو پہنچا میں بہت غریب آدمی ہوں۔ قندھار سے پیدل چل کر کوئٹہ پہنچا وہاں چند ہم وطن سوداگر مل گئے تھے، انہوں نے مجھے نوکر رکھ لیا اور مجھے آگرہ پہنچا دیا، آگرہ سے یہاں تک پیدل چل کر آیا ہوں، تم نے اتنی مصیبت کیوں برداشت کی؟ اس لیے کہ آپ سے قرآن مجید کے بعض مقامات سمجھ لوں، میں نے الہلال اور البلاغ کا ایک ایک حرف پڑھا ہے، یہ شخص چند دنوں تک ٹھہرا، اور پھر یکا یک واپس چلا گیا، وہ چلتے وقت اس لیے نہیں ملا کہ اسے اندیشا تھا کہ میں اسے واپسی کے مصارف کے لئے روپیہ دوں گا، اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بوجھ مجھ پر ڈالے، اس نے یقیناً واپسی میں بھی مسافت کا بڑا حصہ پیدل طے کیا ہوگا۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں لیکن اگر میرے پاس حافظے نے کوتاہی نہ کی ہوتی تو میں یہ کتاب "تفسیر ترجمان القرآن" اس کے نام منسوب کرتا۔(۲)

پیدل یا اونٹوں پر سفر کر کے بیابانوں اور بے آب وگیاہ میدانوں کو طے کیا کرتے تھے۔ رات کی مہیب تاریکی ہو یا دن کی چلچلاتی دھوپ، پیادہ چلتے رہنا اور جاں گسل تکالیف اور خطرات کا سامنا کر کے کسی عالم،

(۱) جہاں دیدہ، شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

(۲) ستمبر ۱۹۳۱ء از مولانا ابوالکلام آزادؒ

محدث، فقیہہ یاادیب کی خدمت میں حاضر ہو کرعلم وفن حاصل کرنا اُن کا معمول تھا، پھر کمال یہ کہ انہیں نہ اپنی عظمت و بڑائی کا احساس تھا نہ اظہار، ان کی سیرت میں نہ متکبروں کا غرور نظر آئے گا اور نہ شیخی خوروں کی سی ڈینگ، اب خدا کے فضل و کرم سے آمدورفت کے وسائل نہایت آسان ہو چکے، زمان و مکان کے فاصلے سمٹ گئے اس کے باوجود حال یہ ہے کہ ہمتیں مردہ، حوصلے پست ہیں۔

حضرت نانوتویؒ کے حفظ قرآن کا واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نوراللہ مرقدہ (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق مشہور یہ ہے کہ حضرت نے پورا قرآن شریف جہاز میں یاد کیا۔ دن کو ایک پارہ حفظ کر لیتے اور رات کو سنا دیتے تھے۔ ارواح ثلٰثہ ص ۲۶۷ میں حضرت نانوتوی نوراللہ مرقدہ کی روایت سے یہی نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نوراللہ مرقدہ نے سوانح عمری میں خود حضرت نانوتوی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ میں نے فقط دو سال رمضانوں میں قرآن پاک یاد کیا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا جمادی الثانیہ ۱۲۷۷ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے اور آخری ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ بعد حج مدینہ شریف روانہ ہوئے اور ماہ صفر میں مدینہ پاک سے مراجعت فرمائی۔ ربیع الاول کے اخیر میں بمبئی پہنچے اور جمادی الثانی تک وطن پہنچے، جاتی دفعہ کراچی سے جہاز بادبان میں سوار ہوئے تھے۔ رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اور اول وہاں سنایا بعد عید مکلا پہنچ کر حلواء مسقط خرید فرما کر شرینی دوستوں کو تقسیم فرمائی۔ مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہ ہوا تھا۔ بعد قرآن ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں میں نے یاد کیا اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کرلیا۔ پھر تو بہت کثرت سے پڑھتے۔ ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے، اگر کوئی اقتداء کرتا رکعت کرا کر اس کو منع فرما دیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے۔ (سوانح عمری مولانا محمد قاسم صاحب ص ۳۸)

مشہور روایت یکسالہ میں اور اس میں جمع تو آسان ہے کہ کچھ حصہ پہلے رمضان میں یاد کرلیا ہو اور بیشتر حصہ سفر حج کے رمضان میں یاد کیا ہو اور اسی سال پہلی مرتبہ تراویح میں قرآن پاک سنایا جس کے ختم پر مسقط کے حلوے کی تقسیم فرمائی ہو۔

مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ کے والد ''یادِ الٰہی'' کا حال

مولانا عاشق الٰہی صاحب تذکرۃ الخلیل میں میرے والد ''یادِ الٰہی'' صاحب کے حالات میں لکھتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میری درخواست پر رمضان میں قرآن شریف سنانے کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن مجید ختم فرمالیتے اور افطار کاوقت ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔ ریل سے اترے عشاء کاوقت آگیا تھا ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی اس لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلے پر آگئے اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ نہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ،گویا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں، تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہوگئے کہ نہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۲۰۴)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا حفظِ قرآن

اکابر دیوبند میں جن شخصیتوں کی قربانیوں و بانیوں کی فہرست میں رشید احمد گنگوہیؒ کا دوسرا مقام مانا جاتا ہے، جہاں آپ قاسم نانوتویؒ کے ہم درس تھے وہیں آپؒ جنگِ آزدی اور دیگر موقعوں پر آپ ان کے ہمدرد بھی بنے تھے، حضرت کی سوانح حیات ''رشید احمد گنگوہیؒ''، میں لکھا ہے کہ ''جب آپ عالمیت سے فارغ ہوکر اپنے وطن تشریف لائے آپ نے کسی علمی و دینی خدمات سے وابستہ ہونے سے قبل گھر کے ضروری مصروفیات سے فارغ ہو کر مسجد میں آکر حفظِ قرآن مکمل کیا اور اسی سال آپ نے تراویح بھی سنائی تھی۔

حضرت حسین احمد مدنیؒ کے حفظِ قرآن کا واقعہ

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کو انگریزوں نے ۱۳۶۲ھ میں گرفتار کیا تو جیل میں کوئی اور مشغلہ نہیں تھا قرآن کریم یاد کرنا شروع کر دیا اور تقریبا دوثلث یاد کیا اور روز اسے تراویح میں پڑھا کرتے تو مولانا کی عمر ۷۰،۷۵ سال کی تھی۔ اور اس عمر میں یادداشت کمزور ہوجاتی ہے۔ مگر یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ جو اس کی طرف متوجہ ہوتو وہ خود اس کے قلب کے اندر آجاتا ہے، خود بے اعتنائی کرے تو وہ ایک طرف ہوجاتا (۱) امام شافعیؒ نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے۔ نیز رات کو تراویح میں پورا قرآن پڑھایا کرتے تھے۔(۲)

حضرت مناظر حسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے جدّ امجد کا سبق آموز واقعہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جدِّ امجد کی شادی ہوئی، ایک لڑکا پیدا ہوا، جوانی میں تحصیل علم کا سودا سر پر سوار ہوا

(۱) از خطبات حکیم الامت
(۲) ظفر المحصلین باحوال المصنفین ص:۴۸۵

،بیوی ،بچوں ،گھر بار سب کو ایک بار سلام کر کے گیلان سے راونہ ہوئے اور مکمل چودہ سال کے بعد اس وقت واپس آئے جب بیٹا جوان ہو چکا تھا مختلف علوم کے اہلِ کمال جن جن شہروں میں رہتے تھے ،ان کی خدمت میں جا کر علم حاصل کرتے تھے ۔(۱)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کا واقعہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری، تخلص مجذوب ۔تاریخی نام مرغوب احمد۔ ۱۲/جون ۱۸۸۴ءکو ادرئی، ضلع جالوں (یوپی) میں پیدا ہوئے۔تربیت خالص دینی اور مشرقی طرز پر ہوئی ۔علی گڑھ سے بی اے کیا۔ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی ۔خواجہ صاحب نے قانون چھوڑ کر پہلے آبکاری میں نوکری کی ۔اس نوکری سے مستعفی ہو کر ڈپٹی کلکٹری کے عہدے پر فائز ہوئے ۔سات برس اس عہدے پر رہے ۔چوں کہ یہ عہدہ ان کی طبیعت کے خلاف تھا اس لیے کوشش کر کے اپنا تبادلہ تنخواہ کی کمی پر محکمہ پر فائز تھے پہلے مکاتب اسلامیہ کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے پھر انگریزی اسکولوں کے انسپکٹر آف اسکولز (یوپی) مقرر ہوئے اور اسی عہدے سے پنشن پا کر ریٹائر ہوئے ۔شاعری میں کسی سے تلمذ نہ تھا۔عزیز الحسن غوری حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ ان میں خاکساری اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔انھوں نے انگریزی کپڑے کبھی نہیں پہنے ۔ ڈپٹی کلکٹری اور انسپکٹری میں بھی اپنی وضع نہیں بدلی ۔ ۱۷/اگست کو ادرئی میں انتقال کر گئے ۔ان کا کلام ’’گفتۂ مجذوب‘‘ کے نام سے ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔(۲)

ایک بزرگ شخصیت کے عزم وہمت کی داستاں

حضرت الحاج عبد القیوم مہاجر مدنیؒ ۲۰ برس مدینہ منورہ میں مقیم رہیں، دین کی بے لوث خدمت آپ کے رگ وریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے ۔خاص طور پر تحریک ختم سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔عمر کی تقریبا۷۴ بہاریں دیکھنے کے باوجود تا حال ہمت وعزم کی یہ کیفیت ہے کہ مسلسل ۱۰ گھنٹے یومیہ اعصاب شکن مطالعہ اور تالیف وترتیب وغیرہ کا کام جاری اور ذریعہ معاش کیلئے ۸ گھنٹے ڈیوٹی اس کے علاوہ ہے ۔

بیسوں کتب کی عرق ریزی کے بعد تین ضخیم جلدوں میں عظیم دینی انسائیکلوپیڈیا ’’دینی دستر خوان‘‘ آپ کی پہلی مکمل تالیف کے طور پر شائع ہوائی جسے نہ صرف عوام الناس نے خوب پڑھا بلکہ علماء اور خطباء کیلئے بھی

---

(۱) سب کے لئے ،ابن غوری: ۱۱۰

(۲) بحوالہ: پیمانۂ غزل: ۱/۳۰۱ ،محمد شمس الحق صاحب

اس کا مطالعہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ یاد رہے کہ یہ کتاب حضرت مؤلف مدظلہم کی ۲۰ سال کے طویل مجاہدہ وریاضت کا نتیجہ ہے یہ تالیف بلاشبہ قلیل الفرصت اور کثیر المشاغل حضرات کیلئے ایک مکمل لائبریری سے کم نہیں ۔ دینی دسترخوان کی اشاعت اور غیر متوقع پذیرائی سے مزید حوصلہ ہوا تو تعمیر انسانیت کے نام سے دوضخیم جلدوں میں ایک نیا مجموعہ مرتب فرمادیا۔ سچ ہے کہ اللہ پاک اپنے دین متین کی خدمت ایسے درویش صفت وغیر معروف ہستیوں سے بھی اس طرح لے لیتے ہیں کہ عقل حیراں کھڑی سوچتی رہتی ہے ۔

ابھی ان کتب کی تالیف ہی مصروف تھے کہ دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اردو کی ضخیم اور مستند چھ تفاسیر کی ضروری، عام فہم اقتباسات کو جمع کر کے ایک نیا گلدستہ تیار کیا جائے، جس پر حالت خواب وبیداری میں کئی طرح سے خوشخبریوں سے نوازے گئے علماء کرام کی مشاورت اور بزرگوں کی مستجاب دعاؤں کے بعد مدینہ منورہ کی مبارک فضاؤں میں اس صبر آزما کام کیلئے دن رات ایک کر کے '' گلدستہ تفاسیر'' کا سات جلدوں پر مشتمل ایک عظیم تحفہ عوام الناس کی خدمت میں پیش کردیا جس سے عوام وخواص کے علاوہ علماء کرام اور تفسیر کے مدرسین نے خاطرخواہ استفادہ کیا اور تاحال مستفید ہورہے ہیں جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں ۔(۱)

بوڑھاپا کوئی ایسی چیز نہیں جو آپ کی ہمت کو توڑ ڈالے بلکہ بعض مرتبہ نوجوانی کو اپنی جوانی پر کچھ گھمنڈ ہوتا اور اس کو مستقبل پر ڈالدیتا ہے لیکن جب بڑی بزرگ شخصیت ارادہ کرتی ہے تو ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ میرے پاس وقت کم ہے میں خدا کے پاس کچھ لیکر جاؤ اسی وجہ سے بڑے بڑے کام کم وقت میں ہوجاتے ہیں ان کے ارادہ واخلاص کی وجہ سے ۔

ہمتِ مرداں مددِ خدا

ہمارے معاشرہ میں کتنے لوگ ہیں جو ہمت ہار بیٹھے رہتے ہیں ۔ان سے بات چیت کر کے پوچھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات بالکل معمولی ہے ۔

منافقین مدینہ کو دیکھئے کہ جب انہیں جہاد کی طرف بلایا گیا تو وہ کس چیز سے ہمت ہار کر بیٹھ گئے، اس گروہ کے کتنے برے لوگ تھے کہ ان کی ساری کاوش دنیاوی پیٹ کی فکر تھی اور دنیا کی معمولی چیزوں کو انہوں نے سب کچھ سمجھ رکھا تھا، لیکن کبھی آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے ۔

اللہ کی خوشنودی کے امور کی طرف دیکھتے ۔بس انہیں یہی فکر کھائے جارہی ہے کہ فلاں فلاں چیز ہمیں مل جائے، گھر اچھا ہو، بیوی اچھی ہو، ساز وسامان اچھا ہو، ایسے لوگوں کے گھروں میں جھانکا جائے تو صبح سے شام

(۱) بوڑھوں کے لئے خوشخبری : ۶۲

تک انہی چیزوں کی وجہ سے فساد برپا رہتا ہے، رشتہ داروں کی باہمی لڑائی یا پڑوس سے جھگڑا کرنا جو کہ معمولی اور حقیر باتوں پر ہوتا ہے وہ خود کو اسی میں مصروف رکھتے ہیں اور اپنے لئے مصائب خریدتے ہیں۔

ایسے امور میں مشغول آدمی کبھی بامقصد و باہمت زندگی نہیں گزار پاتا۔ کہا جاتا ہے کہ پیالے میں اگر پانی نہ ہو تو اس میں ہوا بھر جاتی ہے۔

والد کی دینداری و تربیت کا اثر نسل پر کیسے ہوتا ہے

ابراہیم بن میسرہ سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی قبر کی زمین دس دینار میں خریدی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا: "حضرت کو روضۂ نبوی کے اندر چوتھی خالی جگہ میں دفن کیا جائے یہ سن کر فرمایا: "خدا کی قسم! میں ہر عذاب برداشت کرلوں گا؛ مگر رسول اللہ ﷺ کے جسم پاک کے برابر اپنا جسم رکھواؤں، یہ جرأت مجھے برداشت نہیں۔"

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عیسائی کو بلوایا اور اس سے اپنی قبر کی زمین خریدی، عیسائی نے کہا: "میرے لیے یہ عزت کیا کم ہے کہ آپ کی ذات پاک میری زمین میں دفن ہو، میں اب عزت کی قیمت وصول نہیں کروں گا"۔ فرمایا: "یہ نہیں ہوسکتا" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کرکے قیمت اسی وقت ادا کردی، پھر فرمایا جب مجھے دفن کرو تو یہ رسول اللہ ﷺ کے "ناخن اور موئے مبارک" میرے کفن کے اندر رکھ دینا، اسی وقت پیغام ربانی آگیا اور زبانِ مبارک پر یہ آیات جاری ہوگئیں: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ اور روحِ اطہر جسم سے پرواز کرگئی۔

چونکہ ظالموں نے آپؒ کو زہر دیا تھا، زہر کے اثرات میں ۲۰/دن مبتلا رہنے کے بعد ۲۵/رجب المرجب ۱۰۱ھ ہجری کو صرف ۳۹/سال ۵/ماہ کی عمر میں اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ آپؒ صرف دو سال پانچ ماہ اور چار دن تک مسندِ خلافت پر فائز رہے۔ (طبقات ابن سعد)

آپؒ کی تین بیویاں اور گیارہ بیٹے تھے، جب کہ چھوڑے گئے ترکے کی کل رقم صرف ۲۱/دینار تھی، ان میں سے پانچ دینار ان کے کفن پر صرف ہوئے۔ دینار سے قبر کے لئے زمین خریدی گئی۔ باقی ماندہ رقم گیارہ لڑکوں میں تقسیم ہوئی ہر لڑکے کے حصہ میں مکمل ایک دینار بھی نہیں آیا، عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کا بیان ہے کہ "عمر بن عبدالعزیزؒ نے گیارہ بیٹے چھوڑے اور ہشام بن عبدالملک نے بھی گیارہ بیٹے چھوڑے۔ عمر بن عبدالعزیز کے ہر بیٹے کو ترکے میں ایک ایک دینار ملا اور ہشام کے بیٹوں کو باپ کے ترکے سے دس دس لاکھ درہم ملے، لیکن میں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک بیٹے نے جہاد کے لیے ۱۰۰/گھوڑے

دیئے، جب کہ ہشام کے ایک بیٹے کو لوگوں سے مسجد کی سیڑیوں پر صدقہ وصول کرتے دیکھا گیا۔(تاریخِ اسلام،اکبر شاہ نجیب آبادی)

دربان بن کرعلم حاصل کرنے کاواقعہ

ابوالحسن سعید ماہرِطبیب بغدادی (۱۱۵۵ء) اپنی درس گاہ میں صرف مسلمان طلبہ ہی کو پڑھنے کی اجازت تھی،ایک یہودی نوجوان کوان سے علم حاصل کرنے کاشوق ہوا،طالبِ علم بننے کے لئے اسلام شرط تھی تو اس نے کہا: مجھے دربان بنالیں،دروازے پر پہرا دیتے ہوئے سبق سن لوں گا،چنانچہ دہلیز پر بیٹھ کر سبق سنتا اور نوٹ کرلیتا،ایک دوہفتہ نہیں بلکہ مکمل ایک سال اسی طرح تعلیم حاصل کیا،ایک دن استاذ نے کوئی سوال کیا،کسی طالبِ علم نے جواب نہ دیا،اس دربان نے اٹھ کرکہا اگر اجازت ہوتو میں کچھ عرض کروں؟ اور مکمل جواب دیا،جواب سن کر ابوالحسن کہنے لگے''جس شخص کوعلم کا جس قدرشوق ہووہ اسی قدر نوازا جاتا ہے، بعد میں یہ دربان طالبِ علم مسلمان بن کر ابوالبرکات بغداری ماہرطبعیات،طبیب اور فلسفی کے نام سے مشہور ہوا ہے۔(۱)

علماء کی اولاد کوبھی علم سے بے نیازی نہیں ہے

ہارون بن موسیٰ الفرویؒ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ : ہم لوگ حضرت امام مالک بن انسؒ کی مجلس میں حاضر تھے، جب کہ آپ کے صاحب زادے''یحیٰ'' گھر میں آجا رہے تھے ؛مگر ہمارے ساتھ مجلسِ درس میں شریک نہ تھے،تو اُنہیں دیکھ کر حضرت امام مالکؒ نے ارشادفرمایا کہ''ہمیں اپنے بیٹے یحیٰ کے بارے میں بڑی فکر ہے''۔اور بات اصل میں یہ ہے کہ''اس علم میں وراثت نہیں چلتی ،اور میری نظر میں عبد الرحمن ابن القاسمؒ کےعلاوہ کوئی شخص درسِ حدیث میں اپنا کا جانشین نہیں بنا''۔(۲)

حسن بن الحسین التر سطینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحاتم رازیؒ سے خود سنا ہے،وہ فرماتے تھے کہ''مجھ سے امام ابوزرعہؒ نے فرمایا کہ اے ابوحاتم ! میں نے تم سے زیادہ حدیث شریف حاصل کرنے کا شوقین شخص نہیں دیکھا'' ، تو میں (ابوحاتم) نے عرض کیا کہ''اصل شوقین تو امام ابوعبد الرحمن القاسم ہیں'' تو حضرت ابوزرعہؒ نے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ''عبد الرحمن وہ ہیں جنہوں نے اپنے والد کی مشابہت

(۱)سب کے لئے:۱۰۹

(۲) تہذیب الکمال للمزی ۱۷/۳۵۱من اخبار السلف الصالح ص:۶۶

اختیار کرنے میں کچھ بھی کمی نہیں کی۔"

روایت ہے کہ عبد الرحمن بن القاسمؒ سے اُن کی اپنے والد سے بکثرت حدیث سننے اور سوالات کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ" کبھی کبھار والد صاحب کھاتے رہتے تھے، اور میں ان کے سامنے حدیث پڑھتا رہتا تھا، اور کبھی چلتے پھرتے تھے اور گھر میں آتے جاتے وقت بھی میں ان سے استفادہ جاری رکھتا تھا"۔(۱)

گویا کہ عبد الرحمن بن القاسم نے اپنے والد ماجد محدث مدینہ امام قاسم ابن محمد سے علمی استفادہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جس کا ثمرہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ والد کے بعد اُن کے سچے جانشین قرار پائے، اور اُن کا علمی فیضان عام ہوا۔

حضرت مولانا عیسیٰ الہ آبادیؒ کا روحانی سفر

ماضی قریب کی ایسی خوش نصیب شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ کی ہے آپکی پیدائش ۱۸۸۲ء الہ آباد کے شہر میں ہوئی ۱۹۰۲ء میں آپ بی اے کر رہے تھے کہ مجدد وقت حضرت تھانویؒ الہ آباد تشریف لائے۔ آپ کو غائبانہ عقیدت تو پہلے سے تھی اب زیارت، ملاقات اور وعظ میں شرکت کی تو دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا اور فکر آخرت کا غلبہ ہوا اور فیصلہ کرلیا کہ یہ انگریزی تعلیم کا آخری سال ہے۔ اپنے نفس کو تنبیہ و یاد دہانی کیلئے چند پرچوں پر یہ لکھ کر" اے نفس مجھے ایک بڑے امتحان" حشر" کی بھی تیاری کرنی ہے" اس لئے اس چھوٹے امتحان (بی اے) کی تیاری جو کچھ کر سکے اسی سال کرلے اس کے بعد موقع نہ دیا جائیگا۔ اپنے کمروں کی دیواروں پر کئی جگہ چسپاں کرلیا تا کہ ہر وقت ذہن و نظر کے سامنے رہے۔ اس طرح انگریزی تعلیم ترک کر کے دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ حکیم الامتؒ کی طرف سے غالباً ۱۹۱۲ء میں خلافت سے نوازے گئے۔

۴۵ برس کی عمر میں حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چونکہ تلاوت سے پہلے ہی کافی مناسبت تھی اس لئے اتنی عمر میں بھی بہت جلد حفظ کرلیا اور کئی سال تک تراویح بھی سناتے رہے۔ حضرت مولانا عیسیٰ الہ آبادیؒ کے حالات جوانوں کے علاوہ بڑی عمر کے حضرات کیلئے بھی درس عمل ہیں اس عمر میں حفظِ قرآن کیا اور اس سے پہلے عربی علوم سیکھے۔ مجددؒ وقت حضرت تھانویؒ کے اجلؒ خلفاء میں سے ہوئی اور کئی گراں قدر تصانیف لکھ کر اونچے درجہ پر فائز ہوئے۔(۲)

---

(۱) تہذیب الکمال للمزی ۲۴ / ۳۸۷ من اخبار السلف الصالح ص: ۶۷

(۲) بوڑھوں کے لئے خوشخبری ۶۰ :

محبوب العلماء والصلحاء مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ العالی کا روحانی سفر

مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں ہوئی۔انہوں نے کئی عصری کورس کئے 1972ء میں بی ایس سی الیکٹریکل انجینئر کی ڈگری حاصل کرکے اسی شعبے سے وابستہ ہوگئے، پہلے اپرنٹس الیکٹریکل انجینئر، پھر اسسٹنٹ الیکٹریکل انجینئر بنے، اس کے بعد چیف الیکٹریکل انجینئر بن گئے، جس زمانے میں وہ انجینئر بن رہے تھے اس زمانے میں جمناسٹک، فٹ بال، سوئمنگ کے کیپٹن اور چمپیئن بھی رہے۔ان حالات میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کوئی طالب علم دین کی طرف مائل بھی ہوسکتا ہے، مگر یہ کرامت ہوئی، انہوں نے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ناظرہ بھی پڑھا، ابتدائی دینیات، فارسی اور عربی کی کتابیں بھی پڑھیں، قرآن کریم بھی حفظ کیا، یہاں تک کہ جب وہ لاہور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے ان کا تعلق عمدۃ الفقہ کے مصنف حضرت مولانا سید زوارحسین شاہ صاحبؒ سے ہوگیا، جونقشبندیہ سلسلے کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے، حضرت جی دامت برکاتہم نے ان سے مکتوبات مجدد الف ثانی سبقاً سبقاً پڑھی، ان کی وفات کے بعد وہ حضرت مرشد عالم خواجہ غلام حبیب نقشبندی مجددیؒ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، یہ 1980ء کی بات ہے، 1983ء میں خلافت سے سرفراز کئے گئے، اس دوران آپ نے جامعہ رحمانیہ جہانیاں منڈی اور جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث کی اعزازی ڈگری بھی حاصل کی، اپنے مرشد کی وفات کے بعد وہ پوری طرح دین کے کاموں میں لگ گئے، کئی سال امریکہ میں گزار کر اب مستقل طور پر جھنگ میں مقیم ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں کے متعدد دینی ادارے ان کی سرپرستی اور اہتمام میں چل رہے ہیں، پچاس سے زائد ملکوں کے اصلاحی وتبلیغی دورے بھی کرچکے ہیں، ہر وقت سرگرداں رہتے ہیں، دینی وعصری علوم کی جامعیت حضرت والا کی امتیازی خصوصیت ہے، انگلش زبان پر عبور حاصل ہے انہیں دینی علوم کو عصری اسلوب میں اور مخاطب کی زبان میں پیش کرنے کا غیر معمولی طور پر ملکہ حاصل ہے، ہر سال رمضان المبارک کے مہینہ (صرف آخری عشرہ) میں حضرت کے مریدین اور خلفاء کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ اعتکاف فرماتے ہیں۔ہر سال حج کے ایام میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مجلسیں لگتی ہیں اور بے شمار عقیدت مند، ان مجلسوں میں ان سے استفادہ کرتے ہیں، گویا سال کے بارہ مہینے پوری دنیا میں آپ کا فیض جاری رہتا ہے۔(۱)

---

(۱) ندیم الواجدی/صدائے وقت۔

حضرت مولانا طارق جمیل صاحب کا ایک سنگر سے دینی مبلغ تک کا سفر

دین کی خدمت کرنا اور اپنی زندگی محض دین کے لئے وقف کرنا۔ یہ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا ہے۔ مولانا طارق جمیل صاحب اس چیز کا ایک چلتا پھرتا بہترین عملی ثبوت ہیں۔ جنہوں نے نرم لہجے اور شریں زبان سے جہاں کئی ہزار لوگوں کے دل بدلیں ہیں وہیں دین سے غافل لوگوں کو ہدایت کی راہ بھی دیکھانے میں ان کا کردار مثالی ہے۔ آج مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم انگنت لوگوں کے آئیڈیل تصور کیئے جاتے ہیں۔

مولانا طارق جمیل صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں البتہ ان سے محبت کرنے والوں کے لئے ایک رپورٹ تیار کی گئی ہے جس میں ان کی زندگی کے کچھ اہم پہلو بیان کرنے کی کوشش کی گئی۔

مولانا طارق جمیل صاحب ایک پاکستانی مبلغ اور عالم دین ہیں۔ جو یکم اکتوبر 1953ء کو صوبہ پنجاب کے شہر خانیوال کے چھوٹے سے قصبے میاں چنوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق علاقے کے ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ جبکہ آپ کے والد کا تعلق مسلم راجپوتوں کی ایک جماعت سے تھا۔

مولانا طارق جمیل صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے علاقے سے حاصل کی جبکہ مولانا صاحب کے والد آپ کو ڈاکٹر بنانے کی خواہش رکھتے تھے لہذا مولانا صاحب اعلیٰ تعلیم کی غرض سے کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی لاہور سے منسلک ہوئے اور جہاں آپ نے اپنے ایم بی بی ایس کے سفر کا آغاز کیا۔

زمانہ طالب علمی میں مولانا طارق جمیل صاحب موسیقی سے کافی دلچسپی رکھا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کافی اچھا گانا گایا کرتے تھے جبکہ آپ کنسرٹ وغیرہ کا حصہ بھی ہوا کرتے تھے۔

ایم بی بی ایس کی پڑھائی کے دوران آپ ایک ہاسٹل میں مقیم تھے جہاں آپ کا ایک دوست تھا جو تبلیغی جماعت کا حصہ ہوا کرتا تھا۔ وہ عموماً آپ کو طارق جمیل صاحب کو دین کی دعوت دیا کرتا تھا اور ایک دن آپ پریشان ہو گئے اور اس کے ساتھ اجتماع میں جانے کے لئے تیار ہو گئے، وہ دن تھا اور آج کا دن ہے جہاں چھ برِ اعظم کا اللہ تعالی نے سفر کروا کر کام لیا ہے۔(۱)

حضرت مولانا عبد القوی صاحب کا ناظم ہونے کے باجود سلسلۂ تعلیم

حضرت مولانا عبد القوی صاحب مدظلہ العالی جو ہندوستان کے اعتبار سے بڑی بزرگ شخصیت مانی جاتی

(۱) اردو ٹاٹ کام

ہے، آپ کے ادارے میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں اور آپ مظاہر العلوم کے رکن شوری اور آپ کا رابطۂ مدارس کے ذمہ داروں میں شمار ہوتا ہے کئی کتابوں کے مصنف ہے، قریبی زمانہ میں آپ نے سنت یوسفی کو بھی ادا کیا ہے آپ اپنی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”ششم تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک آنکھ کی بینائی کم ہوگئی، جس کی وجہ سے ٹرافک میں سائیکل چلانا مشکل ہوگیا، (آپ دارالعلوم حیدرآباد میں زیر تعلیم تھے جو آپ کے گھر سے تقریباً ۲۰ رکلو میٹر دور تھا سائیکل چلا کر جایا کرتے تھے) مجبوراً ترک تعلیم کرکے ”ادارہ اشرف العلوم“ کے نام سے ایک مکتب کی بنا رکھی اور محلے کے بچوں کو تجوید وقرأت کی تعلیم دینے میں مشغول ہوگیا، ادھر تکمیل تعلیم کی آرزو بجھی تو نہ تھی مجبوری نے اسے دبا دیا تھا، آنکھ کا علاج چلتا رہا، آپریشن بھی ہوا، آپریشن کے بعد روشنی بہت حد تک بحال بھی ہوگئی تھی اس اثنا میں دارالعلوم حیدرآباد میں ”ختم بخاری“ کی مناسبت سے حضرت مولانا سلمان صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ مظاہر العلوم سہانپوری تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے بیان میں طلبِ علم کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کے واقعات اس قدر تاثر میں ڈوب کر سنائے کہ مجبوریوں اور معذوریوں میں دبی تکمیل کی رگِ آرزو پھڑک اٹھی، مگر اس وقت تک اشرف العلوم مکتب سے ترقی کرکے اچھا خاصا اقامتی مدرسہ بن چکا تھا، تقریباً تین سو طلبہ پڑھ رہے تھے، سر پر اس کی بڑی ذمہ داری تھی، مگر ہمت باندھتا اور خاطر کو جمع کرتا رہا، فضل ایزدی نے مدد کی اور توفیق شامل حال رہی، شوال میں اپنے مدرسے کے داخلوں سے فارغ ہوتے ہی دارالعلوم حیدرآباد پہنچ کر اپنے لئے ”دورۂ حدیث شریف“ میں داخلہ حاصل کرلیا، اور الحمد اللہ پورے سال مدرسہ جاتا رہا، بال بچوں کے مسائل، خانگی ذمہ داریاں، مدرسہ کی مشکلات مسائل، امامت اور مسجد کے مسائل پیچھے لگے رہے بلکہ ہمت توڑتے رہے مگر اس کو بس بزرگوں کی دعائیں اور تائید غیبی ہی سمجھئے کہ بات سالانہ امتحان تک بنی رہی، امتحان شروع ہوا اور اس سے ایک دن قبل اسکوٹر کا ایکسیڈنٹ ہو کر کالر بون ٹوٹ گئی، وہ بھی داھنی جانب کی، اس کی وجہ سے داہنا ہاتھ کام کرنے سے معذور ہوگیا، مگر اللہ اللہ! شوق اور عزم بھی کسی غضب کی قوت کا نام ہے اسی حال میں کسی کے ہمراہ دارالعلوم پہونچتا رہا اور بائیں ہاتھ سے پرچے لکھتا رہا۔ اپنی تعلیمی کیفیت کے مدنظر ضمیر تو بس اتنے پر راضی تھا کہ ناکامی کی رسوائی نہ ہو مگر اللہ کا بے پناہ کرم دیکھئے جب نتیجہ نکلا تو دورہ حدیث کی پوری جماعت میں ایک ذہین طالب کے بعد دوسری پوزیشن اسی عاجز کے حق میں مقدر ہوئی، واقعی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کوششوں کا بڑا اقدرداں ہے خواہ وہ کوشش کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔(۱) ایامِ

(۱) فیض سعید، جلد اول: ۱۴

تعلیم کی اس قربانی کا نتیجہ کہ آج پورا جنوب بلکہ پورا ہندوستان آپ پر رشک کر رہا ہے۔

دینی علوم پڑھنے کی برکت

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی ؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ دیوبند کے مدرسہ میں حدیث کا ایک طالبعلم افغانستان کا رہنے والا فوت ہوگیا، جنازہ پڑھکر دفنایا کر اسکے ورثاء کو خط بھجا دیا گیا، خط چھ ماہ بعد اسکے گھر میں پہنچا، اس کے عزیز دارالعلوم آگئے، حضرت مہتمم قاری محمد طیب صاحب ؒ سے ملاقات ہوئی، وہ کہنے لگے کہ ہم میت کو نکال کر اپنے وطن افغانستان میں لے جانا چاہتے ہیں، مہتمم صاحب ؒ نے بہت سمجھایا مگر وہ بات نہیں مان رہے تھے، تو مہتمم صاحب نے انکو میرے پاس بھیجا، میں نے بھی بہت سمجھایا، وہ کہنے لگے، یا تو ہم میت لے جائیں گے یا ہمارا سارا خاندان یہاں منتقل ہو جائیگا، اسکے علاوہ اور کوئی صورت نہیں، میں نے کہا جاؤ خدا کے بندوں! تم تو خدا تعالیٰ کا راز ظاہر کرو گے، جب قبر کھودی گئی، تو چھ ماہ بعد بھی میت اپنے کفن سمیت صحیح سالم تھی، بہت اعلیٰ خوشبو آرہی تھی، میت کو صندوق میں رکھ دی گئی، اور احتراماً ایک طالبعلم ان کے ساتھ بھیج دیا گیا، لاہور کے راستے سے پشاور جانا تھا، پشاور کے ریلوے اسٹیشن پر پولیس والوں نے چھاپہ مارا کہ اس صندوق میں میت نہیں، بلکہ کستوری (مشک) ہے۔ جو سمگل ہو رہی ہے، جب صندوق کو پولیس والوں نے کھولا، تو اسمیں حدیث پاک کا طالبعلم تھا، جس سے خوشبو آرہی تھی، اتفاقاً ایسا ہوا کہ اسی دن پشاور کے ایک نواب کے بیٹے کی نعش انگلینڈ سے ایئر پورٹ پہنچی جو انگلینڈ میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے گیا ہوا تھا اور فوت ہوئے اس کو تیسرا دن تھا، مگر عفونت اور بدبو اتنی تھی کہ رشتے دار بھی چارپائی کے قریب نہیں آتے تھے کہتے ہیں کہ لوگوں کو اجرت دیکر چارپائی لے جائی گئی، تاکہ اسکو دفنایا جائے، لوگوں نے اس واقعے سے بہت بڑی عبرت حاصل کی۔(۱)

فائدہ: دیکھا دونوں میں کتنا فرق تھا۔ حدیث کے طالبعلم کیلئے حضور پاک ﷺ اسلام نے برکت کی دعا فرمائی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش وخرم رکھے جو میری حدیث سنے اور یاد کرلے پھر دوسرے تک پہنچائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث کا طالبعلم بنائے اور حدیث پر عمل کی توفیق عنایت فرمائیں۔(آمین)

(۱)(خطبات افغانی ص ۳۴۳ ص ۴۳۲)

تعلیمِ بزرگان واقعات کی روشنی میں

علم سیکھنے میں شرم وحیاء رکاوٹ نہ بنے

علم کے حصول میں یا علم کو دوسروں تک منتقل کرنے میں حیاء کو رکاوٹ بنانا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ حیاء معاملات کو نکھارتی ہے، علم حاصل کرنے سے انسان میں نکھار پیدا ہوتا ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ حیاء کو رکاوٹ بنا کر علم سے دور ہو جائیں، حیاء انسان کو بُرے کاموں سے روکتی ہے، علم کا حصول برا کام نہیں ہے، اور حیاء سے مراد وہ بے جا شرم نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان کا عملی جذبہ مر جائے اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں شرم وحیاء کے پردے کے پیچھے چھپ کر خود کو جہالت کے اندھیروں میں دھکیل دے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ’’متکبر اپنے تکبر کی وجہ کسی سے علم حاصل کرنے کو اپنی شان میں کمی محسوس کرتا ہے اور شرم کرنے والا اپنی کم عقلی کی وجہ سے ایسی جگہ حیادار بنتا ہے جہاں شرم وحیاء کا کوئی جواز نہیں۔

’’وقال مجاهد لا يتعلم العلم مستحی و لا مستكبر‘‘۔(۱)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ: ریاکاری سے علم حاصل نہ کرو، حیاء کی وجہ سے علم نہ چھوڑو۔ **’’لا تطلب العلم رياءً و لا تتركه حياءً‘‘**۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے، مجھے بتلاؤ وہ کیا درخت ہے؟ تو لوگ جنگلی درختوں (کی سوچ) میں پڑ گئے اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور ہے، عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر مجھے شرم آگئی (اور میں چپ ہی رہا) تب لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہی اس کے بارے میں بتلائیے آپ ﷺ نے فرمایا ’’وہ کھجور ہے‘‘۔

إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لاَ يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَاسْتَحْيَيْتُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَخْبِرْنَا بِهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: هِيَ النَّخْلَةُ‘‘۔(۲)

اگر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شرم نہ کرتے تو جواب دینے کی فضیلت ان کو حاصل ہو جاتی، ایسے موقع پر کہ جب آپ کو جواب معلوم ہو شرم سے کام لینا نہیں چاہیے۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب العلم، حدیث: ۱۳۰

(۲) صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم، حدیث: ۱۳۱

علم میں شرم کالباس اتار دو!

حضرت امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ" جو شخص سوال سے شرمانے کے ساتھ علم کی طلب میں مشغول رہے، تو وہ بالآخر جہالت کا لباس پہن لیتا ہے؛ اس لئے طلب علم میں شرم وحیاء کو ہٹا کر جہالت کے اِس لباس کو تار تار کردو"۔ (یعنی ضرورت کے وقت اپنے اساتذہ سے قابل تحقیق باتوں کی پوچھ گچھ مت شرماؤ) مترجم اِسلئے کہ مقولہ مشہور ہے :من رقّ وجهه رق علمه" (یعنی جو سوال کرنے سے شرمائے گا اُس کا علم سطحی رہ جائے گا)۔(۱)

علم کی طلب میں جانا علم کی شان ہے

حضرت نافع بن جبیرؒ نے خانوادۂ نبوت کے چشم وچراغ حضرت علی بن حسینؓ سے ایک دن فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائیں! کیا بات ہے کہ آپ لوگوں کے سردار اور افضل ہونے کے باوجود علم حاصل کرنے کے لئے اِس غلام (یعنی حضرت زید بن اسلمؒ) کی مجلس میں حاضری دیتے ہیں"؟ (گویا کہ یہ آپ کی شان کی خلاف ہے) تو حضرت علی بن حسینؓ نے جواب دیا کہ "انه ينبغي للعلم ان يتبع حيث ما كان" (علم کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اُس کو تلاش کیا جائے)(۲)

علم سے بے نیازی نہیں ہے

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ" جس شخص کے پاس علم ہو، اُس کے لئے مزید علم حاصل کرنے سے استغناء ہرگز مناسب نہیں ہے"۔(۳)

ابن ابی غسانؒ سے مروی ہے، وہ فرماتے تھے کہ" تم عالم اُسی وقت تک رہ سکتے ہو جب تک کہ طالب بنے رہو، اگر تم نے علم کی طلب سے استغناء کا راستہ اختیار کیا تو تم جاہل رہ جاؤ گے"۔(۴)

سچا مسلمان کبھی بھی مزید علم حاصل کرنے سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

---

(۱) جامع بیان العلم ۱/ ۳۸۳،من أخبار السلف الصالح ص ۶۳: ۶۲ :

(۲) من اخبار السلف الصالح ص ۶۳ :

(۳) جامع بیان العلم ۱/ ۴۰۲

(۴) جامع بیان العلم ۱/ ۴۰۹

مزید مانگنے کا حکم علم میں ہے

آیت قرآنی "رب زدنی علما سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو مخلوق میں سب سے زیادہ علم عطا کیا گیا؛ لیکن خود آپ ﷺ کو مزید علم حاصل کرنے کی دعا تلقین کی گئی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عالم کو اپنے حاصل کردہ علم پر اکتفاء نہیں کرنا چاہیے، اور آخری دم تک طالب بن کر زندگی گزارنی چاہیے۔

مفتی سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں "علم میں اضافے اور دلی اطمینان کے لئے حسب ضرورت تحقیقی اور علمی سوالات کرنا ناگریز ہوتا ہے، اگر کسی طالب علم کے دل میں کوئی اشکال پیدا ہو، اور وہ اُسے حل کئے بغیر آگے بڑھ جائے، تو یقیناً اُس کے علم میں کمی رہ جائے گی، اور گیرائی حاصل نہ ہوسکے گی، اس لئے ایسے موقع پر اپنے بڑوں سے ادب ملحوظ رکھتے ہوئے سوال کرنے میں شرمانا نہیں چاہیے۔

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا

حضرت عبد اللہ بن المبارک ؒ سے پوچھا گیا کہ "آپ کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟" تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "موت تک"۔(۱)

زندگی بھر علم سیکھنے والا اللہ کا پسندیدہ بندہ ہے

☆ امام ابن حبان ؒ نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا :یارب ! أی عبادک أتقی؟ (اے میرے پروردگار! سب سے بڑا متقی کون ہے؟) اللہ عزوجل نے فرمایا :ألذی یذکر ولا ینسی (جو ہمیشہ یاد رکھے اور کبھی نہ بھولے) پھر سوال کیا :فأی عبادک أھدی؟ (زیادہ ہدایت یافتہ کون ہے؟) جواب ملا :ألذی یتبع الھدیٰ (جو ہدایت کی اتباع کرے) پھر پوچھا: أی عبادک أعلم؟ (زیادہ عالم کون ہے؟) جواب ملا: عالم لا یشبع من العلم (وہ عالم جو علم سے کبھی سیر نہ ہوتا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا :فأی عبادک أعز؟ (سب سے بڑھ کر معزز کون ہے؟) خدا تعالیٰ نے جواباً فرمایا :ألذی اذا قدر غفر (جو کہ قدرت پالینے کے بعد معاف کردے)۔(۲)

---

(۱) جامع بیان العلم: ۱/ ۴۰۶، من اخبار السلف الصالح ،ص: ۶۳

(۲) صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ باب بدء الخلق، حدیث: ۶۲۱۷

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جو کبھی علم سے سیر نہ ہو بلکہ ہمیشہ علم کی جستجو میں رہے، یہی وہ بات تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے انسان کامل اور جلیل القدر پیغمبر کو طلب علم میں سفر پر مجبور کر دیا اور انہوں نے طرح طرح کے مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جہالت سے پناہ مانگنا

بچپن میں بچہ جاہل رہے اور کسی بات کو نہ جانے تو اتنا زیادہ عار اور شرم کی بات نہیں جتنا کہ بالغ ہونے کے بعد جن باتوں کا جاننا ضروری تھا اس سے انسان جاہل رہے، اللہ تعالیٰ نے گائے کے قصے میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے جہالت سے پناہ مانگنے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

''وَإِذْقَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ أَعُوذُبِاللّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ''۔(۱)

حضرت موسیٰؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے، تو انہوں نے کہا: ہم سے مذاق کیوں کرتے ہو؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں ایسا جاہلوں میں ہونے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۔

☆ امام الانبیاء ﷺ کو جاہلوں سے اِعراض کا حکم :اللہ رب العزت نے نبی آخرالزماں ، رحمتہ اللعالمین ﷺ کو جاہل لوگوں سے اعراض کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے :'' خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ''۔(۲) آپ درگذر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں، اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔

اسلاف کی جہالت سے نفرت

☆ جاہل لوگوں کو عموماً قابل نفرت سمجھا جاتا ہے، لوگ انہیں برا سمجھتے ہیں، ان کی تنقیص بیان کرتے ہیں ، چناں چہ امام اعمشؒ (متوفی ۱۴۸ھ) کہتے ہیں :''جب میں کسی بوڑھے کو دیکھتا ہوں کہ وہ کوئی حدیث بھی روایت نہیں کرسکتا تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں اُسے تھپڑ ماروں۔

(۱)سورہ البقر :۶۷

(۲)الاعراف :۱۹۹

"انی لأری الیشخ لا یروی شیئامن الحدیث فاشتھیٰ أن ألطمه۔"

ابومعاویہؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اعمشؒ سے سنا، وہ فرمارہے تھے : "جب میں کسی بوڑھے آدمی کو دیکھتا ہوں، نہ وہ قرآن پڑھا ہوا ہے، نہ کتابتِ حدیث میں اسے کوئی دلچسپی ہے، تو میں چاہتا ہوں کہ جوتوں سے اس کی مرمت کردوں۔ "من لم یطلب الحدیث أشتھیٰ أن أضعفه بنعلی۔"

امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) جب کسی بوڑھے کو دیکھتے تو اس سے حدیث وفقہ کے متعلق سوال کرتے، اگر وہ کہتا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں، تو آپ فرماتے : "خدا تیری جان اور ایمان میں برکت نہ دے، تو نے اپنے نفس اور اسلام کو ضائع کردیا۔

"لاجزاک الله خیرا عن نفسک ولاعن الاسلام قد ضیعت نفسک وضیعت الاسلام"۔(۱)

جہالیت کی بلندی

موجودہ زمانہ میں لوگوں کا حال یہ ہے کہ بنیادی علم سے واقف بھی نہیں مگر دعوی ہے کہ ہم سب جانتے ہیں، علم عروض کے بانی امام خلیل بن احمدؒ (متوفی ۱۷۰ھ) فرماتے ہیں : آدمی چار طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے، یہ غافل ہے، اسے تنبیہ کی ضرورت ہے، دوسرا وہ جو نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا، یہ جاہل ہے اور اسے تعلیم کی حاجت ہے، تیسرا وہ جو جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے، یہ عالم ہے، اس کی اتباع کرنی چاہیے۔ چوتھا یہ کہ جو نہیں جانتا اور نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا ہے، یہ جھوٹا ہے، اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔(۲)

عبادت پر علم کو ترجیح دینا۔امامِ محمدؒ کا واقعہ

قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ "اسد بن فرات"، تحصیل علم کے لئے قیروان سے مکہ معظمہ مدینہ منورہ پھر وہاں سے بغداد پہنچے، اور امام ابو یوسفؒ سے وہاں ملاقات کی، تو امام ابو یوسفؒ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ : "انہیں اپنے پاس رکھ لو، امید کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے دنیا وآخرت میں نفع پہنچائیں گے"۔ الغرض میں اُن صاحب کے ساتھ ان کے گھر پہنچا، تو پتہ چلا کہ "وہ امام محمد

(۱) مفتاح دار السعادۃ:۱۶۶، بحوالہ: علمائے سلف کا شوق علم، ۱۸۰

(۲) علمائے سلف کا شوق علم، ۱۸۴

بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں''۔ چناں چہ میں اُن سے استفادہ کرتا رہا : یہاں تک کہ ان کے شاگردوں میں مناظرہ کرنے والوں میں شامل ہوگیا''۔(ان لوگوں میں شامل ہوگیا جو دلائل کی معرفت اور علم کی روشنی میں بحث ومباحثہ کرسکیں)

اسد بن فرات ؒ کہتے ہیں کہ :ایک دن میں نے امام محمدؒ سے عرض کیا کہ میں پردیسی ہوں اور آپ کی مصروفیت کی وجہ سے براہِ راست آپ سے علم سیکھنا میرے لئے مشکل ہوتا ہے، تو حضرت امام محمدؒ نے ان سے فرمایا کہ تم دن میں دیگر عراقی علماء سے علم حاصل کیا کرو، اور رات میں میرے پاس آجایا کرو، اور رات میرے ساتھ گزارا کرو، تو میں تمہیں رات میں پڑھایا کروں گا، چناں چہ وہ مجھے پڑھاتے اور جب یہ دیکھتے کہ مجھ پر اونگھ طاری ہے تو میرے چہرے پر پانی کا چھینٹا دیتے تھے۔

نیز اسد بن فراتؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدؒ نے سفرِ حج میں مجھے اپنا رفیق سفر بنانے کی خواہش ظاہر فرمائی، تو شروع میں مجھے کچھ تردد تھا؛ لیکن ساتھیوں کے ترغیب دلانے پر میں حضرت کے ساتھ سفر پر گیا، تو دورانِ سفر میں حضرت سے جو چاہتا سوالات کرتا رہتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوا کہ میں نے ایسے وقت سوال کیا جب حضرت نماز کی نیت باندھے ہوتے، تو آپ زور سے قرأت فرماتے؛ تاکہ پتہ چل جائے کہ آپ نماز میں ہیں، تو میں عرض کرتا کہ میں تو اتنی دور سے سفر کرکے آپ کے ساتھ آیا ہوں اور آپ نماز میں مشغول ہوکر مجھے محروم فرمارہے ہیں، تو حضرت میری بات سن کر نماز مختصر فرما کر سلام پھیر کر میرے سوال کا جواب دیتے (گویا کہ عبادت کے مقابلے میں علمی اشتغال کو ترجیح دیتے تھے)

اسد بن فراتؒ مصر پہنچے اور علامہ ابن القاسم سے علمی استفادہ کا ارادہ کیا، تو انہوں نے ان کے جذبۂ علم کی قدردانی کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دن رات میں دو مرتبہ قرآن ختم کرتا ہوں؛ لیکن تمہاری خاطر ایک مرتبہ قرآن ختم کیا کروں گا، اور جو فارغ وقت ہے اسے اس میں تمہیں پڑھانے میں لگاؤں گا۔(اللہ اکبر! یہ ہے عبادت پر علم کی ترجیح کا بے مثال مظاہرہ)

عبادت پر علم کو ترجیح دینا۔ امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحب زادے عبد اللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ جب محدث کبیر امام ابوزرعہ رازی اباجان (امام احمد بن حنبلؒ) کے یہاں مہمان ہوتے، تو اکثر علمی مذاکرے میں مشغول رہتے، تو ایک روز میں نے اپنے اباجان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں ابوزرعہ سے علمی مذاکرے کو اپنی نفلی نمازوں پر ترجیح دیتا ہوں، اور فرض نمازوں پر اکتفا کرتا ہوں، جب کہ صحت وقوت کے زمانے میں حضرت امام احمد

بن حنبلؒ کا ہر روز تین سو رکعت نوافل پڑھنے کا معمول تھا، اور جب صحت کمزور ہوگئی تو بھی آپ ڈیڑھ سو رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے۔(۱)

صحابہ کرامؓ نے بڑی عمروں میں علم حاصل کیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمر رسیدہ ہونے کے باوجود دین سیکھا۔ "قَدْ تَعَلَّمَ اَصحَابُ النَّبِیِّ ﷺ فِی کِبَرِ سِنِّھِمْ۔"(۲)

مطلب یہ ہے کہ علم کی تحصیل سے رکنا نہیں چاہیے بل کہ اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہیے کیوں کہ علم تو مہد (ماں کی گود) سے لحد (قبر میں جانے) تک حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ایمان نہیں لائے تھے اور جاہلیت کا دور تھا، انہیں خیر بتانے والا معلم بھی میسر نہیں تھا اور نہ انہیں علم کی رغبت تھی، ایمان لانے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو علم بھی عطا فرمایا اور علم کی رغبت اور شوق بھی عطا فرمایا، انہوں نے اس ضرورت کے پیش نظر علم حاصل کیا۔

چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں مہاجرین کی ایک جماعت کو پڑھایا کرتا تھا، ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

"کُنْتُ اُقْرِئُ رِجَالًا مِّنَ الْمُھَاجِرِیْنَ مِنْھُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ۔"۔(۳)

معلوم ہوا کہ اصل تو یہی ہے کہ آپ پہلے علم حاصل کریں لیکن اگر آپ علم حاصل نہیں کر سکے تو بڑے ہو کر بھی علم حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

تعلیمِ بزرگان محدثین کی نظر میں

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں باب قائم فرمایا ہے "باب الاغتباط بالعلم والحكمة، وقد تعلم أصحاب رسول الله ﷺ في كبر سنهم" علم وحکمت سیکھنے میں شوق ورغبت کا بیان، اصحابِ رسول ﷺ نے بڑی عمر میں بھی علم حاصل کیا ہے، علامہ کتانیؒ کا بیان ہے:

"والشأن كان عندهم في طلب العلم صغر السن... وقال بعض الشيوخ:

---

(۱) معالم ارشادیہ رشادیہ:۔۴۷

(۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ

(۳) صحیح البخاری، الحدود، باب رجم الحبلی فی الزنی اذا احصنت، حدیث: ۶۸۳۰ ماخوذ از: کشف الباری: ۳/۳۱۶

تعلیم الکبیر آکد من تعلیم الصغیر، ولا یقول الکبیر،لا أتعلم لأنی لا أحفظ،لان الصحابة تعلموا وهم کبار شیوخ،وکهال، واشتغلوا بالعلم فکانوا ابحورا“

حقیقت تو یہی ہے کہ ان کے اندر بچپن میں تعلیم کا اہتمام تھا،بعض علماء نے فرمایا ہے : بڑوں کی تعلیم چھوٹے بچوں کی نسبت زیادہ ضروری ومؤکد ہے،کوئی معمر شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اب نہیں پڑھ سکتا،میں یاد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیوں کہ اصحابِ رسول ﷺ نے بُڑھاپے میں،ادھیڑ عمر میں علم حاصل کیا، اور وہ علم ومعرفت کا بحر ذخار بن گئے“،معلوم یہ ہوا کہ علم حاصل کرنے کے لئے کوئی عمر خاص نہیں ہے،صحابہ کرامؓ نے بڑی عمر میں بھی علم حاصل کیا،نہ ان کی عمر مانع رہی،نہ مشغولیات نے انہیں روکا،ہاں یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ بچپن کی عمر طلب علم کے لئے بہترین زمانہ ہے،اس عمر میں تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔(۱)

بُڑھاپے میں علم حاصل کرنے والے کا اکرام

حضرت قبیصہ بن مُخارق رضی اللہ عنہ کا ہے،جو حیاۃ الصحابہؓ میں مسند احمد کے حوالے سے ذکر ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت قبیصہؓ فرماتے ہیں کہ : میں حاضرِ خدمت ہوا،مجھ سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے عرض کیا : میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور ہڈیاں جواب دے گئی ہیں،(مگر) میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ مجھے کوئی ایسی بات تعلیم دے دیں جو مجھے فائدہ پہنچائے۔اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے نصیحت تو فرمائی ہے، مگر اس سے پہلے فرمایا: ”طلبِ علم کی نیت سے آنے کی وجہ سے تم جس درخت،پتھر یا ٹیلے کے پاس سے گزرے،اس نے تمہارے لیے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔“ یہ حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کوئی دین کا تفصیلی علم حاصل کرنے نہیں آئے تھے،جیسے کہ پوری روایت سے معلوم ہوتا ہے،مگر طلبِ علم کی فضیلت کا مستحق اُن کو بھی قرار دے کر حوصلہ افزائی فرمائی،فرمایا:اے قبیصہ! صبح کی نماز کے بعد تین دفعہ ”سبحان الله العظیم وبحمده“ کہو اس سے تم اندھے پن،کوڑھی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔

”کَبِرتُ سِنِّي، ورَقَّ عَظمي، فأَتَيتُكَ لِتُعَلِّمَني ما يَنفَعُني اللهُ تَعالى به.فقالَ :يا قَبيصةُ، ما مَرَرتَ بحَجَرٍ ولا شَجَرٍ ولا مَدَرٍ إلّا استَغفَرَ لَكَ، يا قَبيصةُ، إذا صَلَّيتَ الصُّبحَ فقُلْ ثَلاثًا :سُبحانَ اللهِ العَظيمِ وبحَمدِه، تُعافَ مِنَ العَمى

(۱)معلم انسانیت کا نظام تعلیم وتربیت: ۵۳

والجُذامِ والفالِجِ، یا قَبیصةُ، قُلِ:اللّٰھمَّ إنّي أسألُك مِمّا عِندَك، وأفِضْ عليَّ مِن فَضلِك، وانشُرْ عليَّ مِن رَحمَتِك، وأنزِلْ عليَّ مِن بَرَكاتِك"۔(۱)

علمِ دین کے لئے کیسا فاقہ گوارا کیا گیا

امامِ رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن احمد الخوارزمیؒ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے بذات خود امام عبد الرحمن ابن ابی حاتمؒ سے سنا ہے کہ "ہم لوگ سات مہینے مصر میں اِس حالت میں مقیم رہے کہ ہم نے سالن کا ذائقہ بھی نہیں چکھا، ہم نے پورا دن مختلف اساتذہ اور مشائخ کی مجالس و دُروس سے استفادہ کے لئے تقسیم کر رکھا تھا، اور رات کا وقت دن بھر کے پڑھے ہوئے علوم و احادیث کو لکھنے اور صاف کرنے کے لئے مقرر تھا۔ تو ایک دن ہم اور ہمارا ایک ساتھی ایک شیخ سے استفادہ کے لئے اُنکی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، تو معلوم ہوا کہ وہ آج بیمار ہیں، تو ہم وہاں سے واپس ہو رہے تھے، راستہ میں ہم نے ایک مچھلی فروخت ہوتے دیکھی، وہ ہمیں پسند آئی، تو ہم نے اسے خرید لیا اور کمرے پر لے آئے، جب ہم کمرے پر پہنچے تو دوسرے اُستاذ کی مجلس میں حاضری کا وقت ہوگیا، اس لئے ہم مچھلی نہیں پکا سکے، اور مجلس میں حاضر ہوگئے۔ پھر پے در پے دُروس کا سلسلہ جاری رہا؛ تا آں کہ تین دن گذر گئے اور مچھلی خراب ہونے لگی؛ چناں چہ ہم نے اُسے کچا ہی کھالیا، اور اِس کا موقع نہ ملا کہ ہم کسی سے وہ مچھلی بھنوا لیتے۔ اِس واقعہ کو بیان کر کے علامہ ابن ابی حاتم رازیؒ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ: جسمانی راحت کے ساتھ علم نصیب نہیں ہوسکتا۔ "لا یستطاع العلم براحة الجسم"(۲)

گھر کی چھت کی لکڑیاں فروخت کر کے علم حاصل کیا

حضرت اِمام ابو الولید الباجیؒ جب طلب علم کے لئے پہلی بار اُندلس جانے کی غرض سے روانہ ہوئے، تو اُن کا ہاتھ بہت تنگ تھا؛ چنانچہ اُنہوں نے دورانِ سفر بغداد میں ایک گلی کی چوکی داری کی ملازمت کرلی، تو اُس سے جو اجرت آتی تھی، اُس سے اپنی ضرورت پوری کرتے تھے، اور گلی کی روشنی میں کتاب کا مطالعہ کرتے تھے۔ پھر آپ اُندلس تشریف لائے، تو بھی حالت بہت تنگ تھی، یہاں آپ سونے کے ورق کوٹنے اور وثیقے بنانے کی مزدوری اختیار کی؛ چناں چہ آپ کے ایک ثقہ ساتھی نے بیان کیا کہ "جب آپ پڑھنے کے لئے تشریف لاتے تھے، تو آپ کے ہاتھ میں ہتھوڑے کا نشان اور کام کی محنت کا اثر نظر آتا تھا؛ تا آں کہ

(۱) حیاۃ الصحابہؓ، الباب الثالث عشر، رغبۃ الصحابۃؓ فی العلم وترغیبھم بہ: ۳/ ۲۲۷، مسند احمد، حدیث: ۲۰۶۲۱

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۲۶۶، من اخبار السلف الصالح: ۶۶

ایک دن وہ آیا کہ جب آپ کا علم پھیل گیا، اور آپ کی تالیفات مشہور ہوگئیں، جس کی بنا پر آپ کے مقام ومرتبہ کو لوگوں نے پہچانا، اور دنیا آپ کے قدموں میں آپڑی، اور آپ کی عزت ووجاہت بلند ہوگئی"۔(۱)

بُڑھاپے میں التحیات سیکھنے کے لیے مدینے جانے کا واقعہ

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ نے اپنی کتاب میں بغیر سند کے بیان کیا کہ: حضرت عمر بن الخطابؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک بڑے میاں آرہے ہیں۔ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے مدینہ کے نہیں ہے بلکہ باہر سے آرہے ہیں اور کیسی مشقت برداشت کرکے آرہے ہیں اور کیسی قربانی دے کر یہاں پہنچ رہے ہیں؟ وہ اس زمانے کے اسبابِ سفر سے اندازہ کرلیا جائے، حضرت عمر نے ان شیخ سے پوچھا :من أین أنت؟ بڑے میاں کہاں سے تشریف لارہے ہو؟ انہوں نے فرمایا :جئتُ مِن الشام"میں ملک شام سے آرہا ہوں۔ ملک شام سے جو ایک ہزار میل کی مسافت پر ہے، ستر یا اسی سال ان کی عمر تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا :ایسا کونسا واقعہ پیش آیا کہ تم ملک شام سے یہاں تک چلے آرہے ہو۔ کیا مقصد ہے؟ بڑے میاں نے جواب میں فرمایا: میں ملک شام سے"التحیات" سیکھنے کے لئے آیا ہوں، اتنی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی آپ دیر تک روتے رہے اور پھر فرمایا :قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

"أن رجلا قدم من الشام الی عمر رضی اللہ عنہ، فقال له:ماأقدمک؟ قال:قدمت لأتعلم التشهد، فبکی عمر رضی اللہ عنہ حتی ابتلت لحتیه ،ثم قال:والله انی لأرجو من الله أن لا یعذبک أبداً"۔(۲)

کیا ملکِ شام میں کوئی سکھانے والے نہیں ہیں؟ نہیں! وہاں تو بڑے بڑے صحابہ کرام فقہاء عظام موجود ہیں۔ مگر مدینہ اس لئے آئے کہ التحیات کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ تشہد ابن عباس علیحدہ، تشہد ابن مسعود علیحدہ ہے، ایک واو کے ساتھ دوسرا بغیر واو کے، دونوں میں درستگی کی تلاش میں آئے تھے۔

معلوم ہوا کہ علم علم والوں سے اور مستند اہل علم سے ہی علم حاصل کیا جائے، جاہل سے علم قرآن وحدیث

(۱) ترتیب المدارس وترتیب المسالک: ۲/ ۷۲، من اخبار السلف الصالح ص: ۶۴

(۲) بدائع الصنائع: ۱/ ۶۴، خطبة المؤلف، مکتبہ زکریا، دیوبند

حاصل کرنا، ڈاکٹر اور انجینئر سے مسائل سمجھنا حماقت و نادانی ہے، نیز یہ علم جو آج ہمیں آرام آسائش کے ساتھ مل رہا ہے۔ ہمارے اسلاف نے خون اور پسینہ بہا کر اس علم کا ایک ایک جزئیہ حاصل کیا۔ پھر اللہ نے ان پر علوم کے دروازے کس طرح کھولے۔ کہ علم حقیقیو ہ ہے جو حقیقت تک پہنچانے والا۔ خدا کی ذات تک پہنچانے والا ہو۔

امام ابن مندہؒ نے تحصیل علم میں پینتالیس سال کا عرصہ گذارا

امام ابن مندہؒ ۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور وفات ۳۹۵ھ میں ہوئی، آپ کے وہ اساتذہ جن سے آپ نے احادیث سنی اور حاصل کیں ان کی تعداد ۱۷۰۰ تک پہنچی ہے۔

جب آپؒ اپنے طویل سفر سے واپس ہوئے تو آپ کی کتابیں اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں، بعض حضرات نے یہاں تک کہا ہے کہ چالیس اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں، ہمارے علم میں ابھی تک اس امت کا کوئی ایسا فرد نہ آسکا، جس نے امام موصوف کے بقدر احادیث سنی ہوں یا ان کے برابر روایات جمع کی ہوں، آپ طلب علم کی خاطر سفر کرنے والے گروہ کے خاتم اور کثیر تعداد میں روایات بیان کرنے والی جماعت میں یکتا و منفرد ہیں، آپ کے بے مثال حافظہ حقیقت شناسی، صدق وسچائی اور کثرت تصانیف ان خوبیوں کے علاوہ ہیں۔

آپؒ کا سب سے پہلا سفر ۳۳۰ھ سے کچھ پہلے نیشاپور کی طرف ہوا، امام حاکمؒ کہتے ہیں کہ شیخ سے ہماری ملاقات ۳۶۱ھ میں شہر بخارا میں ہوئی اور آپؒ نے ہمارے علم میں زبردست اضافہ فرمایا، پھر ہماری ملاقات نیشاپور میں اس وقت ہوئی جب کہ موصوف اپنے وطن واپس جارہے تھے، آپؒ بیس سال کے تھے جب سفر شروع کیا تھا اور لوٹتے وقت عمر پینسٹھ (۶۵) سال کو پہنچ چکی تھی، اس طرح آپ نے سفر میں پینتالیس (۴۵) سال کا عرصہ گزارا۔(۱)

جب گھر سے نکلے تو چہرہ پر ایک بال نہ تھا، اور جب لوٹے تو داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے، مگر اتنے عرصے میں کتنا علم حاصل کیا، تو جعفر مستغفری فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسحق ابن مندہؒ سے، ایک مرتبہ پوچھا کہ آپ نے کتنا علم حاصل کیا، تو کہا: پانچ ہزار من وزن کے برابر، اللہ اکبر۔ (تذکرہ الحفاظ)۔

امام شعبی عامر بن شرحبیلؒ کوفی ہمدانی بڑے پائے کے محدث گذرے ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنا علم کیسے حاصل ہوا؟ تو فرمایا چار باتوں کے التزام کی وجہ سے (۱) کبھی کسی کتاب یا کاپی کے بھروسہ پر نہ رہا یعنی جو سنا سب یاد کرلیا۔ (۲) طلب علم کے لئے دربدر سفر کرتا رہا۔ (۳) جمادات کی طرح صبر کرتا رہا

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ترجمہ ابوعبداللہ محمد بن الشیخ ابی یعقوب اسحاق بن محمد، ۳/ ۱۵۸، ۱۵۹

یعنی جمادات کو پانی دو یا نہ دو کھاد دو یا نہ دو خاموش رہتا ہے، میں بھی بھوک اور پیاس پر صبر کرتا رہا، (۴) کوّے کی مانند صبح سویرے اٹھتا رہا یعنی بہت کم سوتا رہا تب جا کر اتنا علم حاصل ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام ابن عقیلؒ کی اسیّ (۸۰) سال کی عمر میں بھی علم کی طلب

امام ابن عقیلؒ (متوفی ۵۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی جوانی میں ہر طرح کے گناہوں سے محفوظ رکھا، علم کی محبت میرے دل میں ڈالی، میں نے کبھی اپنا لعاب کسی سے نہیں ملایا اور نہ کسی کے ساتھ رہا ہوں، سوائے اپنے جیسے طالب علموں کے نیز فرمایا: اب میں اسی کی دہائی میں ہوں، اور علم کی حرص اس سے زیادہ ہوگئی ہے جو میں بیس سال کی عمر میں رکھتا تھا، میں بارہ سال کی عمر میں جوان ہوگیا تھا، اور آج میں اپنے دل، فکر اور حفظ میں کوئی کمی نہیں دیکھتا اور نگاہ بھی میری تیز ہے حتی کہ میں باریک سا چاند بھی دیکھ سکتا ہوں، مگر اب قوت کمزور ہوگئی ہے۔(۱)

اٹھارہ مرتبہ مصر کا سفر

علمی پیاس بجھانے کے لئے عبداللہ احمد بن موسی جوالیقی اٹھارہ مرتبہ مصر گئے۔(۲)

حضرت شعبیؒ سے ایک اور روایت ہے۔ انہوں نے کہا: اگر کوئی شخص شام کے دور دراز علاقے سے یمن کے کسی دور دراز علاقے کی طرف سفر کرے اور صرف ایک کلمہ سیکھے جو اس کی آئندہ زندگی کے لئے فائدہ مند ہو تو میرے خیال میں اس کا یہ سفر رائیگاں نہیں ہوگا۔

"لَوْ أَنَّ رَجُلًا سَافَرَ مِنْ أَقْصَى الشَّامِ إِلٰى أَقْصَى الْيَمَنِ فَحَفِظَ كَلِمَةً تَنْفَعُهُ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ مِنْ عُمْرِهِ، رَأَيْتُ أَنَّ سَفَرَهُ لَمْ يَضِعْ"۔(۳)

البیرونی کا اٹھتر سال کی عمر میں مرض الموت میں مسائل کا اِستفسار

مشہور اسلامی ریاضی داں "البیرونی" کے نام سے کون ناواقف ہوگا، لکھا ہے کہ ان کا ہاتھ کبھی قلم سے اور ان کا دل کبھی فکر علم سے فارغ نہ ہوتا، ان کی وفات کے وقت کا وہ واقعہ پڑھئے جو علامہ یاقوت حمویؒ نے لکھا ہے اور دیکھئے کہ کتنی تڑپ تھی ان کے دل میں علم کی۔ ابو الحسن علی بن عیسیٰ ان کی وفات کے وقت

---

(۱) سیر اعلام النبلاء: ترجمہ ابن عقیل ابو الوفاء علی بن عقیل، ۱۹/ ۴۴۶

(۲) تذکرۃ الحفاظ، ج ۲ ص: ۷۰۸

(۳) أبو نعیم فی حلیۃ الأولیاء: ۴/ ۳۱۳، ابن عبد البر فی جامع بیان العلم: ۱/ ۴۵۳

حاضر خدمت ہوئے، ان پر حالت نزع طاری تھی، تکلیف کی شدت تھی، طبیعت میں گھٹن تھا، زندگی کی اٹھہتر منزلیں طے کرنے والے علم کے اس شیدائی نے اسی حال میں ان سے دریافت کیا کہ تم نے ایک روز جدات فاسدہ (نانیوں) کی میراث کا مسئلہ مجھے کس طرح بتایا تھا؟ علی بن عیسیٰ نے کہا : کیا تکلیف کی اس شدت میں بھی بتاؤں؟ البیرونی نے جواب دیا : ایسا جواب جو صرف علم کا سچا عاشق ہی دے سکتا ہے، فرمایا : دنیا سے اس مسئلے کا علم رکھ کر رخصت ہوں، کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ میں اس سے جاہل ہو کر اس دار فانی سے کوچ کروں۔

چناں چہ نزع کی اس کیفیت میں علی نے وہ مسئلہ ان کے سامنے دہرایا اور البیرونی نے یاد کرلیا، علی بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ رخصت ہو کر ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ گھر میں آہ و بکا کی آوازوں نے مجھے ان کی وفات کی اطلاع دی۔(۱)

قاضی ابوبکرؒ کا قید میں تحریر سیکھنا

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری المعروف قاضیؒ کے احوال میں لکھا ہے کہ ان کے شاگرد امام بن سمعانیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ''میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا : ''میں نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی لہو ولعب میں ضائع نہیں کیا، اور میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں سفر میں تھا، رومیوں نے مجھ کو ڈیڑھ سال قید کئے رکھا، جب میں پانچ ماہ طوق میرے گلے میں اور بیڑی میرے ہاتھ پاؤں میں پہنادی، وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہو، تاکہ ہم تمہارے حق میں فیصلہ کرلیں، میں ان کے کہنے کے مطابق نہ کہہ سکتا تھا اور اُس سے انکار کرتا رہا، جیل میں ایک معلم بچوں کو رومی رسم الخط سکھایا کرتا تھا، میں نے بھی اس سے ایام اشارات میں رومی رسم الخط سیکھ لیا''۔

''ووقت أن حبست كان ثم معلم يعلم الصبيان الخط بالرومية ،فتعلمت في الحبس الخط الرومي''(۲)

۶۰ سال کی عمر میں قرآنِ مجید حفظ کرنے کا جذبہ

حِفظ قُرآن کریم کے حوالے سے عمومی خیال یہی ہے کہ کتاب اللہ کو صرف کم عمری میں حفظ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) متاع وقت اور کاروان علم: ۱۰۲

(۲) ذیل طبقات الحنابلة: ترجمة: محمد بن عبدالباقي: ۱/ ۴۲۸

ڈھلتی عمر بالخصوص ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ کر حفظ قرآن مجید اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، مگر ایک ساٹھ سالہ سعودی شہری نے یہ معرکہ بھی صرف دو سال کی عمر میں مکمل کر کے مملکت کے معمر ترین حافظ قرآن کا اعزاز اپنے نام کرلیا ہے، العربیہ ڈاٹ نیٹ کے مطابق جدہ میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کرنے والے ایک ہزار نئے حفاظ کرام کے اعزاز کی تقریب میں ۶۵ سالہ طاہر حسین آدم بھی موجود تھے، طاہر پچاس سال کی عمر میں صومالیہ میں حفظ قرآن کریم کے ایک مسجد سے ملحقہ مدرسے میں داخل ہوئے تھے مگر نہیں کرسکے، البتہ ان کے دل میں کتاب اللہ کو یاد کرنے کا شوق موجود تھا، ابراہیم (جو ایک فلاحی تنظیم کے زیر نگرانی حفظ قرآن کریم کے ایک ادارے میں شام کے وقت پڑھاتے ہیں) نے طاہر کو قرآن پاک حفظ کرنے کی ترغیب دی، کم عمر طلباء کی جماعت میں شامل کرلیا، اگلے روز وہ حفظ قرآن کریم کی کلاس میں شامل ہوگیا، روزانہ دو صفحے یاد کرنے لگا، دن میں ۳۰ ر مرتبہ اپنا سبق یاد کرتا، جب ۱۰ ر پارے حفظ مکمل کر لیے تو اللہ نے اس کے لیے قرآن کریم یاد کرنا آسان کردیا، جب طاہر کا ٹیسٹ بھی لیا گیا تو ۹۶ ر فیصد نمبر حاصل کر کے سب کو حیران کردیا۔

الشیخ طاہر حسین کا بیان ہے ”میں نے جب حفظ قرآن شروع کیا تو میرے دل میں نیک لوگوں میں شامل ہونے کا جذبہ پیدا ہوا، میری خواہش تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کے تحت کہ ”تم میں سے بہتر ہے وہ شخص جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا“ میں بھی امت کے بہتر لوگوں میں شامل ہوجاؤں“۔

جدّہ کی ”التقویٰ اکیڈیمی“ کا کہنا ہے کہ ان کے ادارے سے حفظ قرآن مکمل کرنے والوں میں کئی بڑی عمر کے طلباء ہیں جن میں سے بعض کی عمریں ۲۳ سے ۷۰ سال کے درمیان ہیں۔(۱)

جیل میں قیدیوں کے حفظِ قرآن کا دلچسپ واقعہ

ایک دلچسپ واقعہ قیدیوں کی ایک جماعت سے متعلق ہے، جن کے ساتھ قرآن مجید نہ تھا، ہر شخص کو جتنا یاد ہے وہ دوسرے کو سکھاتا، اس طرح انہوں نے ”سورہ انفال“ کے علاوہ سارا قرآن مجید یاد کرلیا، اس لیے کہ ان کے درمیان کسی شخص کو ”سورہ انفال“ یاد نہ تھی، انہیں بے حد فکر ہوئی تفتیش کے لیے ان میں سے ایک کی باری آئی، جب وہ انتظار کے لیے عدالت کے حال میں پہنچا تو اس کے نزدیک سب سے اہم کام یہ تھا کہ کسی ایسے شخص کو ڈھونڈ نکالے جسے ”سورہ انفال“ یاد ہو، بالآخر اسے مطلوب مل ہی گیا، چپکے سے اسے یاد کرلیا، اپنے

(۱) العربیہ ڈاٹ نیٹ، http:// ara.tv/zddtr، بدھ 26 صفر 1437ھ- 9 دسمبر 2015ء

دوستوں کے پاس یہ قیمتی تحفہ لے کر واپس ہوگیا، انہوں نے اس کے نام کا نعرہ لگایا، اور سب نے وہ سورہ بھی حفظ کرلیا۔ بے شک اللہ ہی محافظ ہے قرآن مجید کا، اور قیدی کی زندگی میں حفظ کا یہ شوق ہو تو آزادی میں کیا عالم ہونا چاہئے۔(۱)

دس ہزار قیدیوں نے قرآن مجید حفظ کرلیا

ایران کے جیلوں اور تربیتی امور کے سربراہ نے کہا ہے کہ: ملک کی جیلوں میں قید دس ہزار قیدی قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں۔ یہ اقدامات جیلوں میں قرآنی تعلیمی، ثقافتی و مذہبی سرگرمیاں انجام دی جاتی ہیں جن میں نماز و احکام، قرآن مجید، پڑھائی لکھائی، ہنر وغیرہ جیسے امور سکھائے جاتے ہیں۔ ملک کی مختلف جیلوں میں قید افراد میں سے دس ہزار افراد قرآن مجید حفظ کر چکے ہیں، جن میں سے بعض پورے قرآن کے حافظ ہیں اور بعض نے کچھ پارے حفظ کر لیے ہیں۔

پنجاب کے دس قیدی حافظِ قرآن

محکمہ جیل خانہ جات پنجاب کی جانب سے فیصل آباد سمیت صوبے بھر کی جیلوں میں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی فراہمی کے اقدامات کے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں، بتایا گیا ہے کہ ۲۰۲۲ء ایک سال میں پنجاب کی جیلوں میں 2 ہزار 458 قیدیوں نے دینی کورس مکمل کیا جب کہ 10 قیدیوں نے جیل میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی جیل میں تدریس

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے جب خلقِ قرآن کے مسئلہ پر تن تنہا حکومتِ وقت سے پنجہ آزمائی کی تو امام احمدؒ کو قید کیا گیا، انہیں طرح طرح کی تکالیف دی گئیں، انہیں کوڑے لگائے گئے انہیں انتہائی تاریک کوٹھری میں قید کر دیا گیا لیکن ان سب کے باوجود امام احمدؒ نے قیدیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دی، چناں چہ علامہ ذہبیؒ رقم طراز ہیں: امام احمدؒ کو بغداد کے اصطبل میں قید کیا گیا، قید خانہ سخت تنگ تھا، رمضان میں بیمار بھی ہو گئے تھے، اس قید خانے میں کچھ ایام رہے، اس کے بعد عام قید خانے میں منتقل کیا گیا، جیل میں تقریباً تیس مہینے رہے، حنبل بن اسحاق وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے جیل خانے میں امام احمدؒ سے کتاب

---

(۱) منظم مدارس: ۱/ ۱۳۵

الإرجاء پڑھی، حنبل بن اسحاق کہتے ہیں امام احمدؒ قیدیوں کی امامت کرتے، حالاں کہ ان پر کڑیاں ہوتیں، جیل کی کڑیوں سے نماز اور سونے کے وقت پیر نکالتے تھے۔(۱)

قفال شاشی اور قفال مروزی کا عجیب واقعہ

علامہ یاقوتؒ نے ''معجم البلدان'' میں مشہور شافعیؒ عالم اور فقیہ ''ابو بکر عبد اللہ بن احمد قفال مروزی'' کی طلب علم میں بلند ہمتی اور جد وجہد کا عجیب وغریب واقعہ لکھا ہے کہ وہ تالا بنانے کا ہنر جانتے تھے (عربی میں قفال کے معنی تالا بنانے والے کے آتے ہیں) تو اُنہیں معلوم ہوا کہ ''قفال شاشی'' (جو تالا سازی میں ایک معروف شخص تھے) نے ایک چابی اور تالا صرف ایک دانگ (درہم کا چھٹا حصہ) کے وزن کا بنایا ہے، جس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی، اور لوگ اتنا چھوٹا اور کم وزن تالا بنانے پر حیرت میں پڑ گئے، اور ان کی تعریف ہوئی۔ تو یہ سن کر ''ابو بکر قفالی مروزیؒ'' نے اپنی صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے اس سے بھی چھوٹا تالا اور اُس کی چابی بنائی، جس کا وزن دانگ کا بھی چوتھائی حصہ تھا، اسے بھی جس نے دیکھا تو پسندیدگی کا اظہار کیا؛ لیکن اس کی شہرت اتنی نہ ہوئی جتنی ''قفال شاشی'' کی تالا سازی کی ہوئی تھی۔ تو ایک دن ''قفال مروزی'' نے اپنے بعض دوستوں سے اس سے کا تذکرہ کیا کہ ہم نے ''قفال شاشی'' کے تالے سے بھی چھوٹا تالا بنایا، مگر ہماری کوئی شہرت نہ ہوئی، تو اُن کے دوست نے کہا کہ ''اصل شہرت وقبولیت تو علم دین سے ملتی ہے تالا سازی سے نہیں''۔

دوست کی یہ بات ''قفال مروزی'' کے دل کو لگ گئی اور اُنہوں نے چالیس سال کی عمر میں علم دین میں مہارت پیدا کرنے کا عزم کیا، اور ''مرو'' کے ایک بڑے عالم کے پاس جا کر اپنی رغبت کا اظہار کیا، اُنہوں نے آپ کی بڑی حوصلہ افزائی کی اور علامہ مزنی شافعیؒ کی کتاب کا پہلا سبق پڑھایا اور اسے یاد کر کے لانے کو کہا، قفال مروزی رات میں اپنے گھر کی چھت پر ٹہلتے ہوئے کتاب کا پہلا سبق یاد کرتے رہے، جس کے ابتدائی الفاظ یہ تھے: ''هذا كتاب اختصرته'' رٹتے رہے، جس کی وجہ سے ہماری نیند میں خلل پڑا، عورت کی بات نے اُنہیں بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا، اور اپنے اُستاذ کو جا کر سنایا اور ساتھ میں عورت کے یاد دلانے کا قصہ بھی سنایا، تو اُستاذ نے آپ کو بڑی ڈھارس دلائی اور کہا کہ: ''کوئی بات نہیں، تم ہمت مت ہارو اور یاد کرتے رہو، اور علمی مشغلہ میں لگے رہو، انشاء اللہ بامراد ہو گے''۔ چنانچہ موصوف پوری توجہ سے طلب علم میں مشغول رہے؛ تا آں کہ اپنے وقت میں کے امام اور مرجع ومقتداء بن گئے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی

(۱) تاریخ الاسلام: ۱۸/ ۱۶۷۹

۴۰ رسال جاہل ہونے کی حالت میں اور بقیہ ۵۰ رسالہ زندگی عالم ہونے کی حالت میں گزاری، اور ۱۴۱۷ھ میں ۹۰ رسال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔(۱)

شادی کے فوری بعد تعلیم

علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ کی روایت کے مطابق مولانا محمد الیاس کاندھلوی دیوبند میں ان کے رفیق درس تھے۔ انہوں نے ۱۳۲۶ھ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے حلقۂ درس میں شرکت فرمائی، پھر اس کے کچھ سال بعد اپنے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب سے دو چار ماہ میں دورۂ حدیث کیا۔ اس کی دل چسپ تاریخ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے اس طرح سنائی کہ: ''ایک سرحدی عالم مولوی شیر محمد، مولانا ماجد علی صاحب وغیرہ سے معقولات کی تکمیل کر کے وطن گئے تھے۔ وہاں عین ان کی شادی کے روز کسی طالب علم نے اس سے ابن ماجہ پڑھنے کی درخواست کی، انہوں نے شرمندگی کے ساتھ کہا کہ: بھائی! میں نے سارا وقت معقولات کی تحصیل میں صرف کیا اور حدیث کی تعلیم بالکل حاصل نہیں کی؛ البتہ حدیث کا ایک استاذ (مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ) کو دیکھ آیا ہوں، اب واپس جا کر ان سے پڑھ کر آؤں؛ تو تم کو پڑھاؤں گا۔ بیوی سے انہوں نے چار مہینے کا وعدہ کیا اور گنگوہ روانہ ہو گئے۔ یہاں آ کر انہوں نے مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھنا شروع کیا، مولانا محمد الیاس صاحب ان کے رفیق درس تھے، عبارت بھی اکثر مولانا محمد یحییٰ صاحب اور مولانا محمد الیاس صاحبؒ پڑھتے تھے، اور حضرات تورات کو سوتے؛ مگر ولایتی صاحب کو بہت کم سوتے دیکھا گیا، مطالعہ کے انہماک واستغراق کا یہ حال تھا، کھانا لانے والے سے کہہ دیا تھا کہ روٹی رکھ دیا کرو اور سالن لے جایا کرو۔ مولوی صاحب کتاب کا مطالعہ کرتے جاتے اور روٹی کا لقمہ توڑ کر منہ میں رکھ لیتے۔(۲)

گھریلو تقاضے جو تحصیل علم میں رکاوٹ بنتے ہیں

بسا اوقات اولاد اور گھریلو تقاضے آدمی کے لئے تحصیل علم میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اَولاد کے بارے میں چار باتیں ارشاد فرمائی: (۱) ان الولد مبخلة: (اولاد آدمی کو بخل پر مجبور کرتی ہے کہ اولاد کی وجہ سے آدمی بسا اوقات کارِ خیر میں خرچ کرنے سے رک جاتا ہے۔) (۲) مجبنة: (اولاد کی وجہ سے بزدلی پیدا ہوتی ہے کہ میں نہ رہا تو اولاد کا کیا ہوگا؟)

(۱) معالم ارشادیہ ۱۱۱۔ ۱۱۵؛ بحوالہ: فکر انگیز باتیں ۶۷:

(۲) حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

(۳) مجهلة :(بسااوقات اولاد کی ضروریات کی وجہ سے آدمی تحصیل علم کے سفر کی ہمت نہیں کر پاتا، یامعاشی ضرورتیں تحصیل علم میں رکاوٹ بن جاتی ہیں)

(۴) محزنة :(اولاد کی وجہ سے بہت سے غم آدمی کو جھیلنے پڑتے ہیں)

امام احمد بن فرات الرازیؒ جو بہت بڑے عالم اور حیرت انگیز قوتِ حافظہ کے مالک تھے، وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں محدث کبیر یزید بن ہارونؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُنہوں نے مجھے تیس حدیثیں املا کرائیں، جنہیں میں یاد کرلیا، پھر میں گھر واپس آیا اور ان احادیث کو کاپی میں لکھنے لگا، ابھی تین ہی حدیثیں لکھا تھا کہ گھر کی خادمہ نے آکر کہا کہ ”آقائے من! گھر میں آٹا ختم ہوگیا ہے“ اس کی یہ بات سن کر میں مابقیہ ستائیس حدیثیں بھول گیا اور کل تین یاد رہیں، جنہیں کاپی میں صاف کر چکا تھا۔(۱)

(گویا کہ گھریلو تقاضے کی بناپر ذہن اتنا متاثر ہوا کہ حدیثیں ہی یاد نہ رہیں اور ایسا بہت ممکن ہے) اسی لئے بعض اساتذہ کا مقولہ مشہور ہے کہ :اگر میں گھر کے لئے پیاز اور سبزی خریدنے میں لگا رہتا تو کوئی مسئلہ نہ سیکھ پاتا۔”“لو كلفت شراء بصلة ماتعلمت مسالة“(۲)

گیانی ذیل سنگھ ۔صدر جمہوریہ کا سبق آموز واقعہ

گیانی ذیل سنگھ ہندوستان کے ۱۹۹۴ء میں صدر جمہوریہ تھے، جب یہ فریدکوٹ کی جیل کے ایک کمرے میں بند تھے اور دوسرے کمرے میں قاضی عبیداللہؒ تھے، تو کمرے کی دیوار کی ایک اینٹ نکال کر جیل میں گیانی ذیل سنگھ نے اردو سیکھی۔ جبکہ آج کے مسلمان اردو کی دیوار میں سوراخیں کر رہے ہیں۔(۳)

ڈاکٹر ہانس کروز کا سبق آموز واقعہ

ڈاکٹر ہانس کروز جرمن مستشرق اور جامعہ عثمانیہ کا پروفسر گذرا ہے، ۱۹۶۷ء، فروری میں خواجہ گیسودراز کے عرس کی مجلسِ مذاکرہ میں اپنا انگریزی مقالہ سنا کر کہا کہ ”ان شاءاللہ آئندہ سال اپنا مقالہ اردو میں سناؤں گا“ چنانچہ دوسرے سال، شیروانی، پاجامے میں ملبوس ہو کر اپنا مقالہ جس کا عنوان ہے ”تصوف

---

(۱) معالم ارشادیہ: ۱۴۷

(۲) معالم ارشادیہ: ۱۴۸، فکر انگیز باتیں: ۸۳

(۳) سب کے لئے، ابن غوری: ۵۹

اورعصریت'' خالص علمی اردو میں سنا کر سامعین کو انگشت بہ دنداں کر دیا۔(۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی سترہ سال کی عمر میں تمام علوم سے فراغت

فقہ حنبلی کے اس عظیم ستون ۱۰ یا ۱۲/ربیع الاول ۶۶۱ھ، مطابق ۱۲۶۲ء بروز دوشنبہ کو شام کے ایک گاؤں ''حران'' میں پیدا ہوئے۔(۲) تعلیم کا آغاز ''حران'' ہی میں ہوگیا، بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کہتے ہیں کہ، مکتب ہی میں آپ نے حسابات کے علم سے بھی فارغ ہو گئے، تقریباً صحاح ستہ کی تمام حدیثوں کے حافظ بھی تھے، طالب علمی ہی کے دور میں تبحر علمی کی وجہ سے آپ کو فتویٰ کی اجازت مل گئی تھی، بعد میں باقاعدہ فتویٰ کی اجازت آپ کو قاضی شیخ شرف الدین ابوالعباس احمد المقدس شافعیؒ نے دی جس پر وہ خود فخر کرتے تھے، امام الجرح والتعدیل علامہ ''ذہبی رحمہ اللہ'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: جس حدیث کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نہیں جانتے وہ حدیث ہے ہی نہیں۔ ''کل حديث لا يعرفه ابن تيميه فليس بحديث''(۳) ۶۸۳ھ تک آپ نے وہ تمام علوم حاصل کئے جو رائج تھے، کوئی بھی ایسا علم نہ تھا جس کو آپ نے حاصل نہ کیا ہو، یعنی کل ۱۷/سال کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہو گئے، ۶۸۲ھ کو آپ کے والد شیخ شہاب الدین عبدالحلیم کی وفات ہوگئی اور ان کی جگہ آپ شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۲/محرم الحرام ۶۸۳ھ کو شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ نے پہلا درس دیا جس میں امراء وزراء، قاضی، علما اور عمائدین شہر موجود تھے دوران درس خود قاضی القضاۃ شہاب الدین آپ کے دلائل اور فصاحت و بلاغت سے انگشت بدنداں تھے آپ سے درخواست کی گئی کہ جمعہ کی نماز کے بعد آپؒ جامع دمشق میں تفسیر قرآن بھی بیان کرلیا کریں، چناں چہ ۱۰/صفر المظفر ۶۸۳ھ کو آپ نے دمشق کی عظیم الشان جامع میں درس قرآن کا آغاز فرمایا۔

نوٹ: یہ سب کچھ سترہ سال کی عمر میں ہو رہا ہے، جس بچے کی بچپن ہی سے منظم تعلیم ہو وہ جلد ہی بافیض بن جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کارنامہ

جیل میں وقت گزارنے کی رفتار سست پڑ جاتی ہے، ہر دن ایک مہینہ اور ہر مہینہ ایک سال لگتا

(۱) برہان، سید مبارز الدین رفعت صاحب

(۲) مقالات شبلی: ۵/ ۶۴، بحوالہ: امام ابن تیمیہ اور ان کے تلامذہ، ص: ۴۵

(۳) انوار: ۲/ ۲۶۹، بحوالہ: امام ابن تیمیہ بحیثیت ایک عظیم محدث: ۱۵

ہے، بالخصوص اُن بھائیوں کو اس کا خاص تجربہ ہوگا جن کے بیوی بچے ہوں اور اُنہیں کچھ علم نہ ہو کہ وہ کس حالت میں اور کہاں ہیں، کیسے ہیں، زندہ ہے یا مر گئے، سوچیں! کہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے یہ مظلومین بھلا کس طرح اپنا مشکل وقت گزارتے ہیں؟

امام ابن تیمیہ سات آٹھ سال شام، قاہرہ اور اسکندریہ کے مختلف قید خانوں میں گزارے تھے، جب ۷/شعبان ۷۲۶ھ کو ان کے محبوس کئے جانے کی اطلاع پر بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تو اس کا منتظر ہی تھا، اس میں بڑی خیر اور بہت بڑی مصلحت ہے۔ ''أنا كنت منتظرا ذلك وهذا فيه خير كثير ومصلحة كبيرة'' بقول ڈاکٹر محمد ابوزہرہؒ شاید زندگی کے ۶۵/بہاریں دیکھنے کے بعد ہنگاموں سے وہ دور رہ کر پرسکون زندگی بسر کرنے، اپنے افکار وخیالات کو تحریر کا جامہ پہنانے کے لئے بغیر کسی ناگواری کے قید و بند کی زندگی کا خیر مقدم کیا، چنانچہ یہاں تک فرمایا: ''اس نعمت (قید و بند) کے شکرانے میں یہ قلعہ سونے سے بھر کر خرچ کر دینا بھی میرے نزدیک کم ہے اور میں اس نعمت کے عوض اس قدر سونا نثار کرنے کو بالکل حقیر رقم تصور کرتا ہوں۔ ''والله لو أنفقتُ ملىء هذه القلعة ذهباً للذي سجنني ما وفّيت حقه...''

اور فرمانے لگے: محبوس (قید کیا گیا) وہ نہیں جو قید ہو جائے، محبوس وہ ہے جس کا دل اپنے رب سے رک جائے، اصل اسیر وہ ہے جو خواہشات کا اسیر ہو جائے۔ ''المحبوس من حُبِسَ قلبُه عن ربّه تعالى -، والمأسورُ من أسَرَهُ هواه'' گرفتار ہو کر جب قلعے میں داخل ہوئے اور قلعے کی دیوار کے اندر چلے گئے تو قلعہ دیکھ کر کہا اور کیا خوب کہا ''ان کے درمیان دیوار کھینچ دی گئی جس کا ایک دروازہ ہے اس کی اندرونی جانب رحمت اور بیرونی جانب عذاب ومصیبت ہے۔

''ولمّا دخل القلعة التى سُجن فيها وصار داخل سورِها نظرَ إليه وقال :{ فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ له بابٌ باطِنُه فيهِ الرَّحمة وظاهِرُه من قِبَلِه العذابُ } (الحديد:۱۳)

جیل کے احوال کے رفیق درس علامہ علم الدین البرزالیؒ اور ان کے قابل وفاضل شاگرد علامہ ابن عبدالہادیؒ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شیخ جب قید خانہ میں پہنچے تو دیکھا کہ قیدی لہو ولعب اور تفریحات میں مشغول ہیں، اور اسی طرح دل بہلاتے اور وقت کاٹتے ہیں، شطرنج، چوسر وغیرہ کا زور ہے، نمازیں بے تکلف قضا ہوتی ہیں، شیخ نے اس پر سخت اعتراض کیا، اور قیدیوں کو نماز کی پابندی کا حکم دیا، ان کو اعمالِ صالحہ، تسبیح واستغفار اور دعا کی طرف متوجہ کیا، اور شرائع اسلام کی تعلیم دی، اعمال خیر کی ترغیب دی اور لوگوں کو

اس پر ابھارا، یہاں تک کہ علم ودین کی ایسی مشغولیت ہوگئی کہ یہ جیل خانہ بہت سی خانقاہوں اور مدارس سے زیادہ بارونق اور بابرکت نظر آنے لگا، لوگوں کو ان کی ذات سے ایسا تعلق اور جیل کی اس دینی زندگی سے ایسی دلچسپی ہوگئی کہ بہت سے قیدی رہائی پانے کے بعد بھی جیل چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔

”ولمّا دخل ابن تيمية الحبس، وجد المحابيس مشتغلين بأنواعٍ من اللعب يلتهون بها، كالشطرنجِ والنَرْدِ ونحو ذلك من تضييع الصلوات، فأنكر الشيخ ذلك عليهم أشد الإنكار، وأمرهم بملازمة الصلاة، والتوجه إلى الله بالأعمال الصالحة، والتسبيح والاستغفار والدعاء. وعلّمهم من السنّة مايحتاجون إليه، ورغّبهم في أعمال الخير، وحضّهم على ذلك، حتى صار الحبسُ بما فيه من الاشتغال بالعلم والدين؛خيراً من كثير من الزوايا والخوانق والمدارس وصار خلق من المحابيس إذا أُطلقوا يختارون الإقامة عنده..“.(۱)

جب قید میں علامہ کی علمی مصروفیت دیکھی نہ گئی تو قلم ودوات وغیرہ سب چھین لئے گئے تو افسوس کرتے ہوئے علامہؒ نے جوسب سے اخیر تحریر وہ چند سطریں تھیں جن کا مضمون یہ تھا ”مجھ کو اگر اصلی سزادی گئی تو وہ صرف یہی ہے“ یہ سطریں علامہ نے کوئلے سے لکھی تھیں، اس کے باوجود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیفات وتحریرات ر۵۰۰ ہے، جن میں بڑی تعداد ایسی کتابوں کی ہیں جو انہوں نے مختلف قیدخانوں کی کالی کوٹھڑیوں میں بیٹھ کر لکھی ہیں، مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں: ”دشمنانِ حق کے پاس سب سے بڑا آلۂ تعذیب قیدخانوں کی کوٹھریاں ہیں مگر یہ چیز بھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عزیمتِ دعوت کے مقابلے میں بیکار تھی، مصر میں جب قید کئے گئے، تو تصنیف وتالیف میں مشغول رہے، جب قلم دوات بھی چھین لی گئی، تو قیدخانے کے اندر قیدیوں پر نظر ڈالی، ان کا بڑا حصہ ڈاکوؤں، رہزنوں اور قاتلوں کا تھا، لیکن چند دنوں کے اندر ان کو شیطان سے فرشتہ بنادیا، علم وعمل کی جو برکتیں خانقاہوں اور مدرسوں کو نصیب نہ تھیں، وہ جیل خانے کے اندر ہر طرف نظر آنے لگیں، صاحبِ ”الكواكب الدرية“ لکھتے ہیں:

حتى صار المحبس بالاشتغال بالعلم والدين خيرا من كثير من الزوايا والربط والخوانق والمدارس“

(۱) العقود الدری: ۳۳۰

علامہ ابن عبد الہادیؒ کے بقول تین پارے روزانہ تلاوت آپ کا معمول تھا اور ۸۰ یا ۸۱ / مرتبہ قرآن مجید ختم کیا، آخری بار سورہ القمر کی آیت پاک ''إن المتقین في جناتٍ و نهر في مقعد صدقٍ عند مَلِيكٍ مُقتدر ''، پر پہنچے تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔(۱)

حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت سے انگریز کا کلیجہ پھٹنے لگا

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں رام پور کی جیل میں تھے۔ جیل میں دانے دیئے گئے کہ ان کا آٹا پیسو، کہا گیا کہ عطاء اللہ تو باغی ہے، اس لئے تیری یہی سزا ہے کہ تو آج چکی پیس۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ مجھے مزہ آیا میں رومال اتار کر رکھ دیا، وضو کر کے، بسم اللہ پڑھ کے میں نے چکی بھی پیسنی شروع کر دی اور سورہ یٰسین کی تلاوت بھی شروع کر دی۔ بخاریؒ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن کو سوزِ لحن کے ساتھ آواز سے پڑھا تو سپرنٹنڈنٹ جیل قریب تھا، وہ اپنے گھر سے نکل کر آیا اور قریب آ کر روتا ہوا کھڑا ہو گیا اور جیل کا دروازہ کھلوا دیا، کہنے لگا : ''عطاء اللہ! تجھے تیرے نبی کی قسم ہے بس کر! اگر تو نے دو آیتیں اور پڑھیں تو میرا جگر پھٹ جائے گا۔''

موجودہ بزرگان کی حالتِ زار

موجودہ زمانہ میں بڑی عمر والے حضرات اپنے اوقات کو سیاست کی چالبازیاں اور ان پر سب وشتم کرنا، یا بیماریوں کا غم یا ماضی کے قصہ واقعات سنانے میں یا پھر اپنی بیٹیوں کے سسرال والوں کا ظلم، یا آخر درجہ میں ہوٹلوں پر چائے پیتے ہوئے حلقہ لگا کر گپ شب کرنے میں اپنا وقت ضائع کر دیتے ہیں، پوتوں نواسوں، اور پوتیوں ونواسیوں کو اسکول و پارک لے جانے میں زندگی ڈھل رہی ہے، اِن میں جو کچھ پڑھے لکھے ہیں انہیں مسجدوں کے صدر وممبر بن کر خدامِ مسجد پر ظلم کی داستان رقم کرنے کی سوجھی ہے، حالانکہ ان اوقات کو ماضی میں علم دین کی ناواقفیت پر افسوس کر کے حال اور استقبال کا صحیح استعمال کر کے علم دین سیکھنے میں گزارتے تو کیا ہی اچھا ہوتا! کتنے ہی واقعات ہمیں تاریخ کے اوراق میں ملتے ہیں کہ بڑی عمر کے وظیفہ یاب حضرات نے حفظ کیا علماء کی صحبت پا کر خلافت سے سرفراز کئے گئے ہیں۔

قرآن سے بے رخی کا عالم

''اس وقت امتِ مسلمہ نے جس طرح قرآن کریم کو پس پشت پھینک رکھا ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ

(۱) ازقلم : ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ

پھینکا ہو، اکثر لوگ دنیا کمانے کے لیے اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں، تاجر اور صنعت کار بنائیں گے، اس کام کے لیے اپنی ساری توانائیاں صرف کریں گے، مگر انھیں قرآن کی تعلیم نہیں دلوائیں گے اور دلوائیں گے بھی تو صرف ناظرہ قرآن کی یا حفظ کی، جس سے انھیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟

کتنا ستم ہے کہ دنیا کی کوئی زبان سیکھی جائے تو اس کا ایک لفظ بھی مطلب سمجھے بغیر نہیں پڑھا جاتا، جب کہ قرآن پورا ناظرہ پڑھ لیا جاتا ہے، بعض اوقات حفظ کرلیا جاتا ہے، اس سے آگے اس کی تجوید اور حسنِ قرأت بھی حاصل کرلی جاتی ہے، مگر اس کا مطلب بھی سمجھنے کی زحمت ہی نہیں کی جاتی، جب اس کا مطلب ہی نہیں سمجھا گیا تو اس پر غور وفکر کا اور اس پر عمل کا مرحلہ کب آئے گا؟ پورا قرآن تو دور کی بات ہے روزانہ پانچ وقت جو نماز پڑھتے ہیں انھیں اس کا مطلب معلوم نہیں، نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم اپنے مالک سے کلام کرتے ہوئے کیا عرض کررہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اکثر ممالک میں قرآن کو مسلمانوں کی زندگی سے عملاً نکال باہر کردیا گیا ہے، ان کی سیاست کفار سے لی ہوئی جمہوریت ہے، جس میں اللہ اور اس کے رسول کا کوئی دخل نہیں، یا قرآن وسنت کے احکام کی پابندی سے آزاد استبدادی ملوکیت ہے، ان کی تجارت وصنعت کا دارو مدار سود پر ہے، ان کی عدالتوں میں کفار کے قوانین رائج ہیں اور ان کی وضع قطع اور تمدن وتہذیب یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کی سی ہے۔ ان کے ہاں قرآن صرف برکت کے لیے ہے، یا مجلس کی افتتاح کے لیے ہے، یا دم درود اور پیری مریدی میں خود ساختہ وظائف کے لیے، یا محبت وعدوات اور تسخیر قلوب کے عملیات کے لیے، یا اچھے سے اچھے کاغذ اور اچھی جلد والا خرید کر جہیز میں دینے کے لیے ہے، یا خوبصورت غلاف میں لپیٹ کر اونچی سی اونچی جگہ رکھنے کے لیے وہ اس کی طرف پیٹھ نہیں کرتے، مگر بات اس کی ایک نہیں مانتے۔ ان کے دینی مدارس میں سالہا سال تک انسانوں کے مرتب کیے ہوئے مسائل پڑھائے جاتے ہیں، جب وہ دل ودماغ میں خوب راسخ ہوجاتے ہیں تو انھیں قرآن وحدیث سے دوری کی شکل میں سال یا دو سال میں فارغ کردیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم قرآن کو چھوڑنے کی یہ روش ترک کرکے صحابہ وتابعین کی طرح قرآن کی طرف واپس نہیں آئیں گے، اسے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا نہیں بنائیں گے، نصرتِ الٰہی اور باعزت زندگی سے محروم ہی رہیں گے۔" (۱)

(۱) تفسیر القرآن الریم: از عبدالسلام بھٹوی: ۴/ ۱۸۰

دینی کتابوں کی قدر کرنا علم کی قدر کرنا ہے

کتاب بہترین دوست ہے

۞ زمانہ عباسی کے مشہور شاعر متنبی کا شعر بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے: ''ایک مسافر کے لیے دنیا کا بہترین مقام گھوڑے کی پشت ہے اور زمانہ میں بہترین ہمنشین کتاب ہے۔''

أَعَزُّ مَكَانٍ فِي الدُّنَى سَرْجُ سَابِحٍ　　وَخَيْرُ جَلِيْسٍ فِي الزَّمانِ كِتابُ

۞ ارسطو سے پوچھا گیا کہ آپ کسی شخص کو جاننے کے لیے کیا پیمانہ استعمال کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں اس سے پوچھتا ہوں کہ تو نے کتنی کتابیں پڑھیں اور کیا کیا پڑھا ہے؟

۞ خلیفہ مامون کے زمانے میں ایک عظیم ادیب نے اتنی اہم کتاب لکھی کہ اس سے کہا گیا: ''ہم آپ کو اس کتاب کے وزن کے برابر قیمت میں سونا عطا کریں گے۔ ''سنعطيک ثمن هذا الكتاب ما يساوی وزنه ذهبًا'' تو اس ادیب نے جواب دیا: ''اگر یہ کتاب سونے کے وزن کے برابر بیچی جائے تو بائع (سیلر) دھوکہ باز قرار پائے گا، کیا میں خسارے والوں میں سے نہیں ہوں گا کہ آپ سونا لینے والے ہوں گے اور جوہر کو دور چھپا ہوا چھوڑ دیں گے۔(۱)

هذا كتاب لو يباع بوزنه　　ذهبًا لكان البائع المغبونا
أما من الخسران أنک آخذ　　ذهبًا و تترک جوهرًا امكنونًا

کتاب دانشوروں کی نظر میں

۞ حضرت عمر بن عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں: ''میں نے قبر سے زیادہ واعظ، کتاب سے زیادہ مخلص دوست اور تنہائی سے زیادہ بے ضرر ساتھی نہیں دیکھا۔

۞ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں: ''کتابیں وہ ہیں جن سے کسی فتنے اور کسی بدمزگی کا اندیشہ نہیں، اور نہ ان کی زبان اور ہاتھ سے کوئی خطرہ ہے۔''

۞ سکندر نے اپنے کتب خانہ کا نام معالجہ روحانی رکھا تھا۔

۞ کتابوں کی قیمت رتنوں (موتیوں) سے بھی زیادہ ہے۔ (مہاتما گاندھی)

۞ وہ گھر جس میں کتابیں نہ ہوں، اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔ (سقراط)

---

(۱) ماخوذ از ماہنامہ منہاج القرآن۔ اپریل 202

۞ وقت کا ہاتھ بڑی عمارتوں کو خاک میں ملا دیتا ہے، لیکن کوئی طاقت ایک اچھی کتاب کا وجود ناپید نہیں کرسکتی۔ (زوٹیا)

۞ کتابیں جوانی میں رہنماء، بڑھاپے میں تفریح اور تنہائی میں رفیق اور مونس وغمگسار ہیں۔ (سر جان لیک)

۞ کسی کتب خانہ کا قائم کرنا اس اینٹوں اور پتھروں کے بے جان گھر میں جان ڈالنا ہے، اپنے ارد گرد اچھی کتابوں کا حصار قائم کرلو، یہ تمہیں تنہائی کے شدائد سے محفوظ و مامون کردے گی۔ (مارکوس اوریلس)

۞ کتاب علمی ہونا چاہیے، نہ کہ ضخیم۔ (جمیس وڈ)

خلیفہ مامون کا کتابوں سے متعلق قول

خلفیہ مامون کا نام مؤسسین کتب خانہ اور کتب خانوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس کی عظمت، اہمیت اور افادیت کو جس انداز سے بیان کیا ہے، اس کتاب سے انفرادی شغف وشیفتگی کا ثبوت ہی نہیں ملتا بلکہ ہر مسلمان حکمران کے دل و دماغ میں کتاب کی جو عظمت و اہمیت اور افادیت تھی اس پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ کہتا ہے: نفس انسانی کو کتاب سے بڑھ کر کوئی چیز فضیلت دینے والی نہیں اور نہ اس سے زیادہ کوئی چیز انسان کے سینہ کو کھولنے و دماغ کو روشن کرنے والی کوئی اور شئے ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی زبان کو کھولنے والی ہے نہ اس سے زیادہ موافقت کرنے والی کوئی چیز ہے نہ اس سے کمتر مخالفت کرنے والی کوئی شئے ہے بلیغ ترین اشارہ ہے اور سب سے زیادہ مواد کو واضح کرنے والی چیز کتاب ہے۔

کاش میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں

حضرت ہشامؒ کہتے ہیں : میرے والد حضرت عروہؓ کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئیں تھیں، بعد میں حضرت ہشامؒ کے والد فرمایا کرتے تھے: ''کاش اہل وعیال، مال و دولت کی جگہ میرے پاس کتابیں رہ گئی ہوتیں۔''

کتابوں کی حفاظت کرنے کی وجہ سے مغفرت

حافظ سخاویؒ نے ''فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث'' میں کہا ہے کہ ابو یوب سلیمان بن داؤد الشاد کوفیؒ بڑے حفاظِ حدیث میں سے تھے ۲۳۴ھ اسفہان میں فوت ہوئے، فوت ہونے کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا، انہوں نے فرمایا کہ اللہ کریم نے میری

مغفرت فرمادی، ان کو کہا گیا کہ کیوں؟ کہ میں اصفہان کے راستہ پر جارہا تھا کہ بارش آگئی اور میرے پاس کتابیں تھیں، میں کسی چھت یا سایہ دار جگہ کے نیچے بھی نہ تھا، میں کتابوں پر اوندھا ہوگیا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور بارش بھی تھم گئی، دوسرے اسباب کے ساتھ اللہ نے اس کے سبب میری مغفرت فرمادی۔

کاغذ کے لیے کپڑے فروخت کرنا

عبدالرحمن بن ابی حاتم کی ''مقدمۃ الجرح والتعدیل'' میں امام ابوزرعہ عبداللہ بن عبدالکریم الرازیؒ کی سوانح میں ہے: عبدالرحمن نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں رَے سے میں دوسری مرتبہ نکلا اور میں واپس آیا یہ سفر پانچ سال کا تھا۔

میں نے ابتداء حج سے کی پھر میں مصر چلا گیا اور مصر میں پندرہ ماہ رہا، میں نے ابتدا میں ارادہ کیا تھا کہ تھوڑے عرصہ میں قیام کروں گا، لیکن جب وہاں میں نے علم کی کثرت اور کثرت استفادہ کو دیکھا تو قیام کی مدت بڑھالی، میں نے کتبِ شافعیہ کی سماع کا عزم نہیں کیا لیکن جب میں نے قیام کا فیصلہ کرلیا تو پھر میں نے کتبِ شوافع کے بڑے بڑے علماء کا پتہ لگایا تو انہوں نے اسی (۸۰) درہم میں میرے ساتھ میرے لئے ان کتابوں کا لکھنا طے کیا، میں نے ان کو کاغذ دے دیئے، میں نے دو کپڑے دبیق والے مصر سے اپنے سلوانے کے لیے خریدے تھے، جب میں نے کتابیں لکھوانے کا ارادہ کرلیا تو وہ کپڑے میں نے پھر ساٹھ درہم میں فروخت کردیئے اور دس درہم کا کتب شافعیہ کے لیے کاغذ خریدا، پھر میں شام واپس آگیا حسب منشا وہاں قیام کیا پھر میں جزیرہ آگیا اور وہاں قیام کیا پھر میں ۲۳۰ھ کے آخر میں بغداد آیا پھر کوفہ گیا وہاں قیام کیا، پھر بصرہ آیا اور شیبان اور عبدالاعلیٰ سے کتابت کی۔

پھر تیسری مرتبہ نکلنے میں میں نے شام، عراق اور مصر میں چار سال اور چھ ماہ قیام کیا، مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کبھی اپنے ہاتھ سے ہانڈی پکائی۔

عمدہ کتابیں جمع کرنا

یاقوت الحموی نے ''معجم الادبا'' میں علامہ شیوخ مؤرخ محدث راغب الطباخ کی ''اعلام النبلاء بتاریخ حلب الشہباء'' مین وزیر جمال الدین القفطی کی سوانح میں ان کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے، علامہ ادیب، الجامع، الاریب، قاضی اور وزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف القفطی المصری الحلبیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ: جب انہوں نے حلب کو اپنا مسکن بنایا تو ان کی تمام تر کوششیں کتابوں کی خریداری کتابیں جمع کرنا

اور دوردراز شہروں سے لاتا تھا،علم کے لئے یہ نقصان اٹھانے کی وجہ سے بھی ان کی شہرت آفاق میں ہوئی، تو کتب فروش دوردراز سے آکر ان پر کتابیں فروخت کیا کرتے تھے، یہاں کہ ان کے پاس ایک نادرالمثال مکتبہ وجود میں آگیا،ان کے جمع کرنے میں انہوں نے خوب دلچسپی لی نفیس اورزیادہ مال ان کی خریداری پر صرف کیا اوراپنی عمر کتابوں کے حفظ ان کی تنظیم اوران سے اقتباسات نقل کرنے میں صرف کی۔

حلب میں ان کا گھر علماء اورادباء کا مجمع اور کتابوں کے لکھنے،نقل کرنے اورفروخت کرنے والوں کا قبلہ بن گیا،کتابوں کے دلال نفیس قسم کی کتابیں،مصنّفین کے اپنے قلم کے لکھے ہوئے نسخے ان کے پاس لاتے، یا جومشہوراکابرین کے خط سے لکھے ہوئے تھے،ان کی اپنی کتاب ’’انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ‘‘اس نفیس مجموعے سے بھری پڑی تھی اوراس نفیس مجموعے کااس میں تذکرہ اوربحث تھی،وہ اس کے لئے بہت زیادہ قیمت خرچ کرتے اوربہت زیادہ عطیات دیتے،لوگ دنیا کے مختلف اطراف سے ان کی طرف متوجہ ہوئے کتابوں کے لئے نقصانات اٹھانے کے ان عجیب وغریب متعدد واقعات ہیں ان کے ساتھی اور دوست علامہ یاقوت الحموی نے ’’معجم الادباء‘‘ میں ان کی سوانح میں لکھا ہے علامہ حموی کی ان کے ساتھ لمبی رفاقت ہے،فرمایا کہ قاضی کتابیں جمع کرنے کے بہت شائق تھے،میراخود کتابوں کے جمع کرنے کتابوں کی خریدوفروخت کے مشغلہ ہونے کی وجہ سے میں نے ان سے زیادہ کوئی اہتمام کرنے والانہیں دیکھااورنہ ان سے زیادہ کتابوں کا حریص،اس میں ان کو وہ کچھ حاصل ہوا جو دوسروں کو نہ ہوسکا،وہ حلب میں مقیم تھے۔

محدث ابن شاکر نے اپنی کتاب ’’فوات الوفیات‘‘ میں ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں جمع کیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا،دنیا کے اطراف سے ان کا قصد کیا گیا،دنیوی اشیاء میں کتابوں کے علاوہ کسی چیز سے وہ محبت نہیں کیا کرتے تھے،ان کا کوئی گھر اوربیوی نہ تھی،حلب کے حکمراں ناصر کے لئے انہوں نے اپنی کتابوں کی وصیت کردی تھی،ان کی کتابیں تقریباً پچاس ہزار دینار کے مساوی تھیں،شیخ عبد الفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :اس وقت وہ دس ملین سعودی ریال یااس سے زیادہ تھیں۔

کتاب کے گم ہوجانے پرتعزیت

شیخ الطباخ نے ’’اعلام النبلاء‘‘ میں ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ علامہ صدی نے اپنی تاریخ جوانہوں نے سالوں کی ترتیب سے مرتب کی ہے اس میں ۶۴۶ھ کے حوادثات میں وزیر القفطی کے احوال میں لکھا ہے کہ انکے کتابوں کے دلدادہ ہونے کے عجیب وغریب واقعات ہیں ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ سمعانی کی ’’الانساب‘‘ کے اصول خمسہ کی ایک جلد گم یاب ہوگئی،جوان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی،وہ برابراس کو اپنی گمان کی

حد تک تلاش کرتے رہے، لیکن ان کو کامیابی نہ ہوسکی اور نہ وہ کتاب ان کو نہ مل سکی۔

اس سے ناامید ہونے کے چند دن بعد ان کے کسی ساتھی کا قلانسیین کے بازار پر حلب میں گزر ہوا تو ان کو ''اَلانساب'' کے اس گم شدہ جلد کے کچھ اوراق وہاں مل گئے، وہ صاحب وہ اوراق لے کر ان کے پاس آئے اور ٹوپی بنانے والے کو بھی وزیر کے پاس لے آیا، اس نے کہا کہ میں نے اس کو ردی کے کاغذوں میں خریدا تھا اور اس میں سے میں نے ٹوپیوں کے لئے قالب بنائے ہیں، اس کے بعد چند دنوں تک وہ عدالت اور وزارت نہیں جاتے تھے، وہاں بیٹھنا انہوں نے چھوڑ دیا اور ان کے پاس اس طرح آنے لگے جس طرح میت کے پسماندگان کے پاس تعزیت کے لئے جایا جاتا ہے، حکومت کے سر برآوردہ اشخاص بھی ان کی تسلی کے لئے ان کے پاس آتے تھے جیسے کسی عزیز کی گمشدگی پر تسلی دی جاتی ہے، ان کی کتابوں کے عشق کی داستانیں بہت طویل ہیں۔

بدن کے کپڑے فروخت کر کے کتاب خریدنا

شیخ علامہ احمد بن قاسم الحجازی علویؒ النسب تھے، حنفی فقیہ، اصولی عِلم، فرائض کے ماہر نحوی تھے، بہت بڑے حافظ تھے کہ انہوں نے کتاب ''جمع الجوامع''، بہت تھوڑے عرصہ میں حفظ کر لی تھی، علم نقل اور ریاضی کی مشکلات کو حل کرنے والے تھے، فلکیات اور طب میں بھی اچھی دسترس تھی، وہ اللہ کی نشانی تھے علم و ذہانت اور قوت حافظہ میں کتابوں کو جمع کرنے اور کتابوں کے انتخاب کے دلدادہ تھے۔

شیخ بکری الکاتب نے ان کی سوانح میں لکھا ہے کہ شیخ ؒ کتابوں کو جمع کرنا پسند فرماتے، ان کے دونوں مکتبوں کی قیمت ان کے مرنے کے بعد چالیس ہزار تک پہنچی جب کہ وہ نہایت کم قیمت پر فروخت کئے گئے تھے، کتابیں جمع کرنے کا ان کو اتنا شوق تھا اور اتنی محبت تھی کہ ہم نے سنا کہ ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا کہ ایک کتاب فروخت ہو رہی ہے اور ان کے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے، انہوں نے جو کپڑے پہنے تھے ان میں سے کچھ فروخت کر کے اس قیمت پر اسی وقت کتاب خریدی۔

چادر فروخت کر کے کتابیں خریدیں

شیخ عبدالفتاح ؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے زمانۂ طالب علمی میں نہایت غریب تھا جیسا کہ اکثر طالب ہوتے ہیں، میں اپنے اس تنگ گزران والے نفقہ سے کچھ بچا کر اپنی ضرورت کی کتابیں خریدتا، یا نقد خریدتا اور یا دین مؤجل پر جیسے ممکن ہوتا، ایک دن میرے سامنے کچھ نادر قسم کی کتابیں آئیں جو کہ میرے لئے انتہائی

اہمیت کی حامل تھیں، مجھ کو ان کے خریدنے کی شدید خواہش تھی لیکن میں سخت بھوک وافلاس کی حالت میں تھا اور میرے پاس ان کے خریدنے کی کوئی سبیل نہ تھی، میرے دل کا قلق اور اضطراب مجھ کو اس کے خریدنے کے لئے پریشان کر رہا تھا، میں نے اپنے اون والی چادر جو مجھ کو والد صاحبؒ سے میراث میں ملی تھی، فروخت کردی اور یہ کتابیں خرید لیں اور اپنے دل کو مطمئن کرلیا، ان کتابوں کو لینے سے مجھ کو اتنی خوشی ہوئی کہ میراث ملی ایک ہی چادر جو یادگار کے لئے تھی جانے کا غم بھول گیا۔

میں کبھی کبھی کسی کتاب کے بارے میں اللہ کے لئے نذر مانتا کہ اگر فلاں کتاب اللہ نے مجھ کو عطا کر دی تو میں اتنی رکعت نفل ادا کروں گا، اس ضمن میں یہ ایک واقعہ پیش آیا۔

خزانوں کو کتابوں سے تعمیر کریں

علماء کی زندگی کے اس گوشہ کے ذکر کرنے میں مالدار طلبہ کے لئے ایک بھرپور نمونہ ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے جاذبیت کا عنصر ہے کہ اپنے نفس کو زیادہ علم کے ساتھ مزین کرنے کے لئے وہ سخاوت اور فیاضی سے مال خرچ کریں اور اپنے خزانوں کو کتابوں سے تعبیر کریں، اس لئے نفس انسانی اچھی خبر سننے سے اچھا ہوتا ہے اور مرغوب و پسندیدہ خبر کے سننے سے نفس انسانی میں انبساط اور طرب پیدا ہوتا ہے، جب کہ اس کا وقوع نابغۂ روزگار فضلاء سے سنے جیسا کہ ہمارے علماء سلف تھے۔

اور جس شخص پر مطلوب کی عظمت ظاہر ہو جائے وہ اس کے حصول کے لئے ہر مرغوب کو خرچ کرتا ہے، امام ابن ہشام النحویؒ نے فرمایا کہ جس نے علم کے لئے تکلیف برداشت کی وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، جو حسیناؤں کو پیغام نکاح دیتا ہے وہ خرچ برداشت کرتا ہے۔

امام فقیہ ابن حزم الظاہریؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پاس موجود اشیاء میں علم کو سب سے زیادہ قدر ومنزلت والا نہ سمجھے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس پر مٹی ڈال دی جائے۔

ایک کتاب کے لئے گھر فروخت کردیا

ابن النجارؒ نے فرمایا: کہ کوئی بھی اہل علم اور اصحابِ حدیث میں سے فوت نہیں ہوا مگر اس نے ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتابیں خریدیں، میں نے اصول المشائخ ان سے حاصل کی، ان کا تھیلا علم کی کتابوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔

ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک دن ایک کتاب پانچ سو درہم میں خریدی لیکن

ان کے پاس کوئی چیز نہ تھی، انہوں نے اس سے تین دن کی مہلت طلب کی پھر پانچ سو درہم میں اپنا گھر اس کتاب فروش پر فروخت کر دیا، جب وہ بیمار ہو گئے تو کتابوں کے وقف پر انہوں نے گواہ بنائے، ان میں اکثر کتابیں متفرق ہو کر بازار میں فروخت کر دی گئیں، تمام کتابوں کا ایک عشر باقی بچا جو انہوں نے ''رباطِ مأ مونیہ'' کے لئے وقف کر دیا تھا۔

مرنے کے بعد بھی کتابوں سے مشغولیت

امام طلحہ بن مظفر العلثی ؒ فرماتے ہیں کہ بغداد میں ابن الجوالیقی کی کتابیں فروخت ہو رہی تھیں، وہاں حافظ ابو العلا الہمدانی بھی وہاں تشریف لے آئے، کتابوں کی ایک قطعہ پر ساٹھ دینار کی بولی لگی انہوں نے وہ لے لی اور دوسری جمعرات تک رقم ادا کرنے کے لئے مہلت طلب کی، حافظ وہاں سے نکل کر ہمدان کے راستہ پر ہو لئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنے گھر کی بولی لگائی، جب ساٹھ دینار تک بولی پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ دے دو، لوگوں نے کہا کہ: یہ ساٹھ سے زیادہ میں فروخت ہوسکتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اسی میں دے دو آپ نے ساٹھ دینار لئے اور واپس بغداد آ گئے اور وہ رقم ادا کر دی، آپ کی حالت کا ایک مدت تک کسی کو علم نہ ہوسکا۔

ابن الجوزی ؒ نے لکھا ہے کہ آپ کو فوت ہونے کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ آپ ایک ایسے شہر میں ہیں جس کی دیواریں کتابوں کی ہیں اور آپ کے ارد گرد بھی بے حد حساب کتابیں ہیں اور آپ مطالعہ میں مشغول ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ یہ کتابیں کیسی ہیں فرمایا کہ : میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ جس چیز کے ساتھ میں دنیا میں مشغول تھا یہاں بھی مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرما، تو اللہ رب العزت نے مجھ کو وہی مشغولیت نصیب فرما دی۔

گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدنا

''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ امام ابو بکر محمد بن زکریا ؒ کی سوانح میں لکھا ہے کہ : جب انہوں نے ''المدوّنہ'' کتاب کی تشریح اور اختصار میں کتاب لکھی تو اس کا نام ''القریب'' رکھا طلبہ نے اس کتاب کو مناظرہ میں استعمال کیا اور اس سے نفع حاصل کیا، جب انہوں نے اس کتاب کی تالیف مکمل کی تو اس کا ایک نسخہ صقلیہ شہر میں بھی داخل ہوا، عبد الحق بن محمد بن ہارون السہمی القرشی الصقلی، صقلیہ کے فقیہ اور عالم تھے، ان کی وفات ۴۶۶ ھ میں اسکندریہ میں ہوئی، انہوں صقلیہ سے سفر نہیں کیا، جب انہوں نے یہ کتاب دیکھی، پڑھی اور ان کے جو اقوال

اس میں داخل کئے گئے تھے وہ دیکھے تو انہوں نے اس کتاب کو اچھا سمجھا اور اس کو خرید نے کا ارادہ کیا لیکن ان کے پاس قیمت پوری نہ ہوسکی، تو انہوں نے گھر کا سامان فروخت کر کے کتاب خریدی، اس کے بعد زیادہ مہنگی ہوگئی اور لوگوں نے کتاب کی طرف رغبت کی۔

حضرت حسن بصریؒ کی کتاب سے محبت

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ : ''مجھ پر چالیس سال اس حال میں گزرے ہیں کہ سوتے جاگتے کتاب میرے سینے پر رہتی تھی۔''

کتاب کی قدر و قیمت تو یہ ہے کہ انسان ان کی قیمت چکا ہی نہیں سکتا، جس نے کہا بالکل مناسب ہے :

''کتابیں وہ فلکِ ہفت متین ہے، جہاں دنیا کے کاملین وعارفین کی روحیں جمع ہیں۔''

حضرت اورنگزیب عالمگیرؒ

حضرت اورنگزیب عالمگیرؒ بڑے وسیع النظر اور صاحب علم تھے، زندگی کی آخری سانس تک کتابوں سے محبت کرتے رہے۔

شیخ محمد افضلؒ

حضرت شیخ محمد افضلؒ کتابوں کی محبت کا حال یہ تھا کہ جس قدر آپ کو روپے پیش کئے جاتے، ان سے کتابیں خرید کر طلباء کے لئے وقف فرمایا، ایک دفعہ پندرہ ہزار کی خطیر رقم آئی تو اس کو بھی کتابیں خرید کر صرف کردیا۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

حضرت جی مولانا محمد یوسفؒ آپ کو چونکہ علم سے گہری دلچسپی تھی، آپ کو کتابوں سے بہت محبت تھی لکھا ہے کہ : ''مولانا بچپن میں اکثر دہلی کے کتب خانوں کے چکر کاٹتے تھے، جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے تھے، تو کام سے فارغ ہو کر کتب خانوں میں چلے جاتے اور قیمتی کتابیں خرید لاتے''۔

آپ کے اس ذوق میں اس قدر اضافہ ہوا کہ اس کے علاوہ کوئی اور ذوق نہیں تھا، کتابوں کے خریدنے میں اپنا عزیز سے عزیز سرمایہ لگا دینے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ تھی۔

مولوی نوری محمد صاحب کہتے ہیں کہ اکثر اوقات اپنے بدن تک کپڑے بیچ کر کتابیں خرید لیتے، اس کے باوجود ان کی پیاس نہ بجھتی اور ذوق وشوق بڑھتا ہی جاتا کسی قیمت پر بھی کتاب خریدتے تو اس کو سستی جانتے، اور زبان حال سے یہ پڑھتے :

جمادے چند دادم، جانِ خریدم
بحمداللہ بس ارزاں خریدم

مولوی خدا بخش صاحبؒ اور زیارتِ نبی ﷺ

ایک خواب کی بات ہے کہ مولوی خدا بخشؒ کتابیں جمع کرنے کا جو درمیانہ جذبہ رکھتے تھے، اس کی تہہ میں تعلیم محمدی (ﷺ) اتنی قوت کے ساتھ کام کر رہی تھی کہ ایک بار خواب میں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ان کے کتب خانے میں تشریف لائے ہیں، خدا بخش مرحوم کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کتب خانے سے لگی ہوئی گلی میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں، میں بھی گھر سے نکل پڑا۔ لوگ چلانے لگے حضور ﷺ تمہارے کتب خانہ کی سیر کے لئے تشریف لا رہے ہیں، تم کہاں ہو؟

میں اس کمرے کی طرف دوڑا جہاں قلمی کتابیں رکھی تھیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے تھے، لیکن حدیث کی دو قلمی کتابیں میز پر کھلی رکھی تھیں، لوگوں نے بتایا کہ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔(۱)

گلستان سعدی پر سوا لاکھ خرچ کئے

علم دوستی انسان کی فطرت میں شامل ہے، کسی مذہب کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہوا کرتی، تاریخ میں ہے کہ ہندو راجہ نے سنگھ کو کتابوں کے جمع کرنے کا ایسا شوق ہو گیا تھا کہ اس نے واقعاتِ بابری کو پانچ ہزار روپے میں خریدا تھا۔ اور گلستانِ سعدی کے ایک نسخہ کی تیاری میں سوا لاکھ روپے میں خرچ کر دیئے تھے، جس کا ایک ورق بارہ (۱۲) یوم میں تیار ہوتا تھا اور یہ پوری کتاب پندرہ برس میں تیار ہوئی تھی۔(۲)

یہ کتابوں کے قدر داں اپنے کتب خانوں کو ''بیت الحکمت''، ''خزائن القصور''، ''دار العلم''، ''خزانۃ الکتب'' اور خزانۃ الحکمت'' کے ناموں سے موسوم کرتے تھے۔

---

(۱) اسلامی کتب خانے :۱۵۱

(۲) اسلامی کتب خانے :۱۵۱

اسحاق ابن راہویہؒ کا کتابوں کی خاطر نکاح کرنا

دنیا کے مختلف علوم و معارف اور اسرار و رموز اگر ہمیں کسی جگہ سے دستیاب ہو سکتے ہیں، وہ کتاب ہے، اسی بنا پر علماء و مفکرین کتاب کو کنز اور خزانہ قرار دیتے تھے۔ حافظ ابن جوزی فرماتے ہیں: ''اگر مجھے کوئی نئی کتاب ملتی تو گویا مجھے خزانہ حاصل ہوا۔ ''إذا وجدت كتاباً جديداً فكأني وقعت على كنز هم'' ارے اسلاف کتابوں کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ بعض ایسے شواہد بھی تاریخ میں ملتے ہیں کہ کتابوں پر دسترس حاصل کرنے کے ارادہ سے وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کو بھی قبول کر لیتے تھے۔ اسی طرح لڑکیوں کے جہیز میں کتب خانے کے بھی نظائر و شواہد تاریخ میں ملتے ہیں۔ چنانچہ امام اسحاق بن راہویہ نے سلیمان بن عبداللہ زغندانی کی بیٹی سے شادی اس لیے کی تھی کہ اس سے انھیں امام شافعی کی جملہ تصانیف پر مشتمل کتب خانہ مل جاتا تھا۔(۱)

فاقہ برداشت ہے مگر کتاب فروخت کرنا برداشت نہیں

حضرت ابراہیم بن اسحاق حربیؒ اپنے وقت کے علم و زہد، فقہ و حدیث اور ادب کے مینارۂ نور تھے، غربت کا یہ عالم تھا بقول آپ کی بیٹی ''مدت دراز سے ہمارا کھانا صرف روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہیں، جنہیں نمک سے کھا لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو گھر میں نمک بھی نہیں رہتا'' اس حالت غربت میں جب آپ کی بیوی نے کہا ''آپ اپنی کچھ کتابیں فروخت کر دیں تا کہ گھر کا خرچہ چل سکے'' تو آپ نے فرمایا: ''تاجر کی عظمت نوٹ کی تھیلی میں اور عالم کی عزت نوٹ بک میں محفوظ ہے پھر میں پیٹ کی خاطر اپنی عزت کس طرح بیچ دوں؟''

کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے اتنی مختصر مدت میں بہت ساری کتابوں کو کس طرح لکھ لیا؟ فرمایا: ''میں نے انہیں اپنے خونِ جگر سے لکھا ہے''۔ گھر والوں کا فاقہ برداشت کر لیا مگر اپنی کتابیں نہیں بیچیں۔(۲)

---

(۱) انساب للسمعانی: ۶/۳۰۶

(۲) ماہنامہ منہاج القرآن، اپریل 2016ء

ابوالحسن علی بن احمد کا کتاب فروخت ہوجانے پر رونا

ابن خلکان اپنی کتاب ''وفیات الاعیان'' میں فرماتے ہیں کہ ادیب وقت حضرت ابوالحسن علی بن احمد(۱) کے پاس ابن درید ؒ کی کتاب ''الجمہرۃ فی علم اللغۃ'' کا ایک عمدہ ونفیس نسخہ تھا، غربت وافلاس نے اسے بیچنے پر مجبور کردیا، شریف مرتضیٰ ابوالقاسم ؒ نے ۶۰ر دینار میں خرید لیا جب اس کا ورق پلٹا تو اس پر ابوالحسن کے ہاتھ سے لکھے ہوئے اشعار نظر آئے جن کا ترجمہ یہ ہے: ''میں ۲۰ رسال تک اس کتاب سے مانوس رہنے کے بعد آج اس کو بیچ رہا ہوں۔ اس کے چھوٹ جانے سے میرا غم بہت بڑھ گیا ہے۔ قرضوں کی وجہ سے اگر عمر قید بھی ہوجاتی تو پرواہ نہ تھی مگر یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی اس کو بیچنا پڑے گا لیکن کیا کروں، کمزوری، ناداری اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے حالات نے یہ دن دکھائے، میں بہتے ہوئے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکا اور کسی دل جلے غمزدہ کی طرح یوں کہا ''ام مالک! ضرورت کبھی کبھی عمدہ اور نفیس چیزوں کو اپنے آقا سے جدا ہونے پر مجبور کردیتی ہے حالانکہ وہ انہیں اپنے پاس سے الگ نہیں کرنا چاہتا'' علوم وفنون سے محبت رکھنے والے کو اللہ بے یار ومددگار نہیں چھوڑتے، شریف مرتضیٰ نے جب کتاب پر لکھے ہوئے یہ اشعار پڑھے تو اس کا دل بھر آیا اور اس نے کتاب کا نسخہ واپس کردیا اور دینار اُن ہی کے پاس رہنے دیے۔(۲)

بڑے ادیب وشاعر تھے، چاہتے تو اپنی شاعری میں حاکمِ وقت کے قصیدوں کو بیان کرکے اپنی مشکلات سے چھٹکارا پاسکتے تھے مگر اسلامی علوم کی عزت کو برقرار رکھا، ننھے منھے بچوں کا فاقہ بھی برداشت کرلیا، شفقتِ پدری علمی ذوق پر غالب آبھی گئی اور کتاب بیچنی بھی پڑگئی تو رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی اور خریدار کے دل میں کتاب بمعہ قیمت واپس کرنے کا خیال ڈال دیا، ضرورت بھی پوری فرمائی اور کتاب بھی واپس آگئی۔

روٹی لوں یا کاغذ؟

محمد بن طاہر مقدسی ؒ فرماتے ہیں غربت وناداری میں میرے پاس سوائے ایک درہم کے کچھ بھی باقی نہ رہا مجھے کھانے کے لیے روٹی اور لکھنے کے لیے کاغذ کی سخت ضرورت تھی، بار بار سوچتا رہا کہ اگر اس درہم کو روٹی پر خرچ کردیا تو لکھنے کے لیے کاغذ کہاں سے آئے گا؟ اور اگر کاغذ لے لیا تو پھر روٹی کیسے کھاؤں گا؟ اسی سوچ میں تین دن ہوگئے اور منہ میں ایک دانہ بھی نہ گیا، جب چوتھا دن ہوا تو میں نے دل میں سوچا کہ اب

(۱) خطیب بغدادی ؒ مصنف تاریخ بغداد آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

(۲) وفیات الاعیان: ۱ر ۳۳۷

اگر کاغذ لے بھی لیا تو کیا فائدہ؟ بھوک کی شدت سے کچھ لکھنا بھی مشکل ہے،میں درہم کو منہ میں رکھ کر چوستے ہوئے روٹی خریدنے چل پڑا، اتفاق سے بے خیالی میں تھوک کے ساتھ اُسے نگل گیا اور بے اختیار میری ہنسی چھوٹ گئی،اسی حالت میں شیخ ابو طاہرؒ سے ملاقات ہوئی،انہوں نے پوچھا کہ کیوں ہنس رہے ہو؟ کہا : بس یونہی! اصرار کیا تو درہم نگلنے کا قصہ بتایا،اس پر انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، پرتکلف دعوت کی اور کاغذ بھی خرید کر دیے۔(۱)

مکانات سات سات روپے فروخت کرکے کتابیں خرید لیتے تھے

حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ کے تایا حضرت مولانا محمد احسن صاحب بڑی بڑی ضخیم کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کرتے،ہر وقت کتابت اور نقل کا مشغلہ رہتا تھا،جب اس سے تھکتے،نوافل شروع کر دیتے تھے،کتابوں کے جمع کرنے کا اتنا شوق تھا کہ اپنے مکانات سات سات روپے پر فروخت کرکے کتابیں خرید لیتے تھے،جو قیمت بھی لگائی جاتی تھی،کتاب کے شوق میں اس کو فوراً قبول کر لیتے تھے۔(۲)

کتاب بھی تو ایک روگ ہے،اس روگ کا کیا کروں

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے، علالت طول پکڑ گئی، فجر کے وقت یہ افواہ مشہور ہوئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ یہ سن کر آپ کے مکان کی طرف لپکے، وہاں معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے؛ البتہ تکلیف کی شدت تھی، جو برقرار ہے۔ عیادت کے لیے یہ حضرات کمرے میں پہنچے،کیا دیکھتے ہیں کہ نماز کی چوکی پر بیٹھے سامنے تکیے پر رکھی ہوئی کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں اور اندھیرے کی وجہ سے کتاب کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔آنے والے حضرات نے یہ منظر دیکھا،تو حیران ہوئے کہ مرض کی یہ شدت اور مطالعہ میں یہ سخت محنت!

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ہمت کرکے عرض کیا کہ : ’’حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اول تو وہ کونسی بحث رہ گئی ہے، جو حضرت کے مطالعہ میں نہ آچکی ہو اور اگر بالفرض کوئی بحث ایسی ہو،تو اس کی فوری ضرورت کیا پیش آگئی ہے کہ اسے چند روز مؤخر نہیں کیا جاسکتا،اور بالفرض کوئی فوری ضرورت کا مسئلہ ہے،تو ہم خدام کہاں مر گئے ہیں۔آپ کسی بھی شخص کو حکم فرمادیتے،وہ مسئلہ دیکھ کر عرض کر دیتا؛لیکن اس

---

(۱) ماہنامہ منہاج القرآن،اپریل 2016

(۲) وقت کی اہمیت : ۱۹۴

اندھیرے میں ایسے وقت میں آپ جومحنت اٹھارہے ہیں،وہ ہم خدام کے لیے ناقابل برداشت ہے۔‘‘

حضرت شاہ صاحب کچھ دیرتو انتہائی معصومیت اور بے چارگی کے انداز میں مولاناشبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی طرف دیکھتے رہے، پھرفرمایا : ’’بھائی ٹھیک کہتے ہو؛لیکن بھائی یہ کتاب بھی تو ایک روگ ہے، اس روگ کا کیا کروں؟‘‘

آپ رات دن مطالعے اورعلمی مشاغل میں اس درجہ منہمک رہتے تھےکہ دنیا آپ کو چھو کربھی نہ گزری تھی، دنیوی بکھیڑوں میں الجھنا آپ کی استطاعت سے باہرتھا۔

زمانۂ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحبؒ بستر پرلیٹ کرکبھی بھی نہیں سوتے تھے،کتاب کامطالعہ کرتے ہوئے جب نیندآتی تھی،بیٹھے بیٹھے سولیتے تھےاورجب غنودگی ختم ہوجاتی،تو پھرمطالعہ میں مشغول ہوجاتے۔

حضرت مولاناانورشاہ کشمیریؒ نےایک مرتبہ درس میں ارشادفرمایاکہ : ’’میں نےمکمل بخاری شریف مکمل مطالعہ بارہ مرتبہ کیاہے۔‘‘

حدیث کےموضوع پرمطبوعات کےعلاوہ نوادربھی مطالعہ میں تھے۔مطالعہ بڑی تیز رفتاری کےساتھ فرماتے۔

چنانچہ ابن ہمام کی شرح ’’فتح القدیر‘‘ جوآٹھ جلدوں اور ہزاروں صفحات میں پھیلی ہوئی ہے،اس کا مطالعہ کل بیس (۲۰) روز میں فرمایااورچھبیس (۲۶) سال کے بعدآپ نےفرمایاکہ : ’’ایک بارمطالعے کے بعدپھرمطالعے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔‘‘(۱)

امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمۃُ اللہِ علیہ کے بارے میں آتا ہےکہ”اسی علمِ حدیث کی تلاش وجستجو میں ان کاحال یہ ہوگیاتھاکہ آخرمیں گھرکی چھت کی کڑیاں تک بیچ ڈالیں۔(۲)

ایک مقولہ کے لئے پندرہ سوکلومیٹر کاسفر

شیخ ہارون بن المغیرۃالرازیؒ فرماتے ہیں کہ محدثِ کبیرحضرت عبداللہ بن المبارکؒ اپنے وطن’’مرو‘‘ سےمیرے پاس صرف حضرتِ حسن بصریؒ کےایک مقولہ ’’لاتشتری مودۃ الف رجل بعداوۃ رجل واحد‘‘ (یعنی ایک آدمی کی دشمنی کے بدلہ میں ہزارلوگوں کی محبت مت خریدو) سننے کے لئےسفرفرمایا،اور جب میں نے یہ مقولہ آپ کوسند کےساتھ سنادیا توفرمایاکہ’’میں نےاپنے وطن سےسواری پرکجاوہ صرف اسی

(۱)وقت کی اہمیت :۱۹۲

(۲) حدیثیں کیسے جمع ہوئیں:۱۲۳

مقولہ کی سند حاصل کرنے کے لئے باندھا تھا، اور ”مرو“ (سے رازی کے وطن) کی مسافت پندرہ سو کلو میٹر ہے۔(۱)

فقر وفاقہ اور تنگدستی کی وجہ سے چاندی کی روشنی میں مطالعہ

امام ابومنصور محمد بن حسین نیسا پوریؒ بچپن ہی میں استاذ ابوبکر بن فورکؒ کی شاگردی اختیار کی، انہی سے فارغ التحصیل ہوئے اور ان کے طریقے کو لازم پکڑا: فقر اور تنگدستی کے باجود بھی خوب محنت کی، یہاں تک کہ اسباق پر تعلیقات اور مطالعہ کے لئے تیل خریدنے کی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام چاند کی روشنی میں کیا کرتے تھے، اس کے باوجود بھی فقر سے تنگدل نہ ہوتے اور ورع وتقویٰ کو لازم پکڑا، اور کبھی مشتبہ مال سے کچھ نہ لیا۔

”واجتهد في فقر وقلة من ذلك اليد حتى كان يعلق دروسه ويطالعها في القمر لضيق يده عن تحصيل دهن السراج وهو مع ذلك يكابد الفقر و يلازم الورع ولا ياخذ من مال الشبهة شيئا۔(۲)

امام یحییٰ بن معین کے بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں: ”ساڑھے دس لاکھ دِرہم آپ نے علم حدیث کے حصول میں خرچ کر دیئے، آخر میں چپل تک باقی نہ رہی۔“(۳)

حصولِ علم کی برکت سے اخلاص آجائے گا

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ”كُنّا نطلب العلم للدنيا فجرنا الى الآخرةِ“ (یعنی ہم تو دنیا غرض کی سے علم سیکھتے تھے؛ لیکن اس علم نے ہمیں آخرت کی طرف رخ کرنے پر مجبور کر دیا)(۴)

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ” آدمی بسا اوقات اخلاص کے بغیر ہی علم سیکھنا شروع کرتا ہے؛ لیکن بالآخر علم اُسے مخلص بنا کر چھوڑتا ہے“۔(۵)

(۱) معالم ارشادیہ ۱۲۴۔۱۲۵، فکر انگیز باتیں: ۷۵

(۲) تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری: ۲۴۹

(۳) حدیثیں کیسے جمع ہوئیں: ۱۱۷

(۴) جامع بیان العلم: ۱/۷۴۷

(۵) جامع بیان العلم ۱/۷۴۹، من أخبار السلف الصالح: ۶۱، بحوالہ: ندائے شاہی، جون، ۲۰۲۳ء

مولانا یحییٰ صاحبؒ کا مطالعہ مرکز نظام الدین میں

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کا انہماک دیکھئے، وہ فرماتے ہیں کہ : میں نے پانچ مہینے نظام الدین کے حجرہ میں ایسے گزارے ہیں کہ خود مسجد کے رہنے والوں کو معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں؟ بجز ان دولڑکوں کے، جن کے ذمہ میری روٹی اور وضو کا پانی لانا مقرر تھا؛ چنانچہ اس دوران میں کاندھلہ سے میرے نکاح کا خط آیا تھا، تو لوگوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ مکتوب الیہ کافی مدت سے یہاں نہیں ہے اور نہ معلوم، کہاں چلا گیا ہے؟ غرض اسی دوران میں نے بخاری شریف، سیرت ابن ہشام، طحاوی، ہدایہ، فتح القدیر بالاستیعاب اس اہتمام سے دیکھی ہیں کہ مجھے خود حیرت ہے۔ اتفاق سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ممتحن تجویز ہوئے اور تشریف لائے تو میرے جوابات دیکھ کر یہ الفاظ فرمائے کہ : ''ایسے جوابات مدرس بھی نہیں لکھ سکتا۔''

مولانا انعام الحسن صاحبؒ مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں رات کی تقسیم

مولانا انعام الحسن صاحبؒ مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنی طالبِ علمی کا یوں تذکرہ کرتے ہیں کہ: ہم دونوں نے آپس میں یوں طے کرلیا تھا کہ رات کے ابتدائی آدھے حصہ میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا اور دوسرا سوئے گا، اور آدھی رات ہوجانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کر اور اس کے ساتھ چائے پی کر سوجائے گا۔ اور اس دوسرے کے ذمہ ہوگا کہ فجر کی جماعت کے لیے سونے والے ساتھی کو اٹھائے، اس طرح مولانا یوسف صاحبؒ شروع رات میں مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اس کے برعکس ترتیب رہتی تھی۔ (سوانح یوسفی)

حصولِ علم کے لئے وقت کی قدر کرنا سیکھیں

حضرت ابن عمرؓ کی نصیحت

جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کرو، جب شام کرے تو صبح کا خیال دل میں مت لاؤ، اور بیماری سے پہلے اپنی صحت میں سے حصہ لے لو، اور موت سے پہلے زندگی سے فائدہ اٹھالو، کیوں کہ اے عبد اللہ! تم نہیں جانتے کہ کل تمھارا نام کیا ہوگا، مردہ یا زندہ"۔

إذَا أَصبحتَ فَلَا تحدِّثْ نفسك بِالمسَاءِ وإذَا أَمْسيتَ فلَا تحدّثْ نفسَك بِالصّبَاحِ وَخُذْ مِن صِحّتَك قبْل سقمِك وَمِنْ حياتِك قبلَ موتك فَإنك لَا تدْري يا عبدَ اللهِ مَا اسمَك غدًا۔ (سنن ترمذی)

انسان مجموعۂ ایام

انسان گویا چند ایام سے مرکب ہے، ہر دن اس کا ایک حصہ اور جزو ہے، جیسے انار کی حقیقت یہی ہے کہ وہ چند میٹھے رسیلے دانوں کا مجموعہ ہے، اگر ایک ایک دانہ گرتا رہے تو ایک وقت سارے دانے گر جائیں گے، پھر وہ انار انار نہیں رہے گا، انسان بھی چند ایام کا مجموعہ ہے، روزانہ ایک ایک دن ختم ہوتا ہے ایک وقت آخری قطرہ بھی گر جائے گا اور زندگی کا چراغ بجھ جائے گا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: "اے ابن آدم! تو چند ایام کا مجموعہ ہے جب ایک دن گزر گیا تو تیرا کچھ حصہ ختم ہوگیا۔ "یا ابن آدم! انما انت ایام، فاذا ذهب یوم ذهب بعضک"

زندگی آج کا ہی نام ہے، کل کا پتہ نہیں

آپ محض چند ایام کا مجموعہ ہیں، جب آپ کا ایک دن گذر گیا تو آپ کا بعض حصہ ختم ہوگیا، جب بعض حصہ چلا گیا تو قریب ہے کہ آپ کا پورا وجود ختم ہوجائے، اور جب آپ صاحب علم ہیں تو اس پر عمل شروع کردیجئے۔

"أيام معدُودَة، فاذَا ذهبَ يؤمك ذهبَ بعضك، ويوشك إذَا ذهبَ البعضُ ان يذهبَ الكلّ، وانْتَ متى تَعْلمُ فاعملْ"۔

ہر دن کا سورج میری زندگی کے ساتھ ڈوبتا ہے

حضرت ابوعلی الدقاقؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

کل یوم یمر یاخذ بعضی　　　یورث القلب حسرة ثم یمضی

''ہر نکلنے والا دن میرے بعض حصے کو لے لیتا ہے، اور دل کو (زندگی سے ایک دن کم ہونے کا) رنج و ملال دیتا ہے اور نکل جاتا ہے''۔ (فرصتِ زندگی)

زمانے کی قیمت وعظمت

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں سورۂ عصر کی جو تفسیر کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ''عصر'' (زمانے) کی قسم کھائی ہے؛ کیونکہ وہ عجائبات کا مجموعہ ہے، انسان کو اس میں خوش حالی وتنگ دستی، صحت ومرض، دولت وثروت اور غربت وافلاس کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز عمر ایک ایسا قیمتی سرمایہ ہے جس کا بدل درہم ودینار میں تلاش نہیں کیا جاسکتا۔

چناں چہ چاہے آپ ایک ہزار سال فضول گنوا دیں؛ لیکن اگر تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیں اور عمر کی آخری گھڑی میں نیک بختی آپ کا مقدر بن جائے، تو یہ امکان اور امید ہے کہ آپ ہمیشہ کے لیے جنت کے مکیں بن جائیں گے۔ سب سے زیادہ عظیم اور گراں قدر شئ آپ کی زندگی کی وہ گھڑی ہے، جس میں آپ کو یہ سعادت میسر آئے۔ غرض زمانے کا شمار اللہ کی بنیادی نعمتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر اس بات سے آگاہ فرمادیا ہے کہ یہ شب وروز انسان کے لیے غنیمت کے لمحات ہیں؛ لیکن افسوس کہ وہ ہزاوں لمحے بیکار ضائع کردیتے ہیں۔ نیز زمان، مکان ایک ایسی خاص ہے، جس میں کوئی عیب نہیں، عیب دار، خسارے میں مبتلا ہونے والا تو خود انسان ہے۔''

انسانی مفادات کا دارومدار وقت پر ہے

امام ابن قیمؒ اپنی تالیف ''الجواب الکافی'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: سب سے زیادہ نفع بخش وہ رات ہے جو اللہ کی راہ اور آخرت کے متعلق غور وفکر میں گذرے، راہِ خدا میں غور وفکر کی متعدد اقسام ہیں، ایک صاحبِ معرفت اپنے وقت کا قدر شناس ہوتا ہے، اگر اس کا وقت ضائع ہوجائے، تو اس کے مقاصد خاک میں مل جاتے ہیں؛ کیونکہ اس کے تمام مقاصد ومنافع کا دارومدار وقت ہی پر ہے، وہ اگر اس کو ضائع کردے، تو پھر اس کے لیے تلافی کی کوئی صورت نہیں رہ جاتی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے صوفیائے کرام کی صحبت سے دو باتیں سیکھی ہیں: ایک یہ کہ وقت تلوار کی طرح ہے، اگر تم اس کو نہ کاٹو گے، تو وہ تمہیں کاٹ دے گا، دوسرے یہ کہ اگر تم نے وقت کو کارِ خیر میں لگایا، تو ٹھیک؛ ورنہ وہ تم کو شر میں مبتلا کردے گا۔

انسان کا وقت ہی حقیقت میں اس کی عمر ہے، اور اسی پر اس کی آخرت کی ابدی زندگی کا دارومدار ہے، جو وقت اللہ تعالیٰ کی یاد، یا اس کی راہ میں صرف ہو، اسی سے انسان کی حقیقتِ زندگی عبادت ہے۔ اس کے علاوہ جو وقت اس کو بہم پہنچا ہے، اس کا شمار اس کی زندگی میں کرنا بے سود ہے۔ بھلے سے اس نے کتنی طویل عمر پائی ہو۔ اس کی وہ زندگی چوپایوں کی زندگی ہے، اگر اس کا وقت غفلت، خواہشاتِ نفس کی تکمیل اور جھوٹی آرزوؤں میں کٹ رہا ہے اور اس کی عمر کے بہترین لمحات سونے میں اور بیکار کاموں کی نذر ہو رہے ہیں، تو ایسے شخص کی موت اس کی حیات سے بہتر ہے۔ اگر انسان نماز میں ہے، تو نماز میں بھی اس کا وہی وقت شمار کیا جائے گا جو حضورِ دل کے ساتھ لگا ہو۔ غرض اس کی عمر وہی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ذکر یا اس کی راہ میں صرف ہو۔

وقت کو کارآمد بنانے کے لیے سلفِ صالحین کی جدوجہد

سلفِ صالحین اور ان کے پیروکار، اپنے اوقات کو کامیاب بنانے اور انہیں پورے طور پر اعمالِ صالحہ میں صرف کرنے کے لیے انتہائی کوشاں رہتے تھے، علمائے کرام ہوں یا عبّاد وزہّاد، سب کے اندر یہ جذبہ کارفرما تھا، وہ وقت کی قدر شناسی اور اس کو بربادی سے بچانے کے لیے ایک ایک لمحے کا پوری توجہ اور اہتمام کے ساتھ خیال رکھتے تھے۔

عامر بن قیسؒ ایک عابد وزاہد تابعی ہیں، ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان سے کسی نے گفتگو کرنے کے لیے کہا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ''سورج کو روک لیجئے''، یعنی مجھ سے بات کرنے کے لیے، سورج کو چلنے سے روک لیں؛ کیونکہ زمانہ ہر دم رواں دواں ہے۔ ایک بار گزر جانے کے بعد اس کے لوٹ آنے کی کوئی صورت نہیں ہے، اس لئے کہ ہر وقت کے ساتھ کوئی نہ کوئی عمل لگا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ: میں کسی چیز پر اتنا شرمسار نہیں ہوتا ہوں، جتنا اس دن پر جس کا سورج غروب ہو گیا ہو، اور میری عمر کم ہو گئی ہو؛ لیکن عمل میں اضافہ نہ ہوا ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ: شب وروز تیرے لیے سرگرم عمل ہیں؛ اس لئے تجھ کو ان میں سرگرم عمل رہنا چاہیے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: آدم کے بیٹو! زمانہ تمہارا ہی تو نام ہے۔ ایک دن گزر جانے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری حیاتِ مستعار کا ایک حصہ گزر گیا۔ یہ بھی فرمایا کہ: میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جو اپنے اوقات کے اس سے زیادہ قدرداں تھے، جتنے تم مال ودولت کے قدرداں ہو۔

حافظ ذہبیؒ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حماد بن سلمہ بصری کے تذکرے میں رقم طراز ہیں کہ : وہ امامِ وقت، محدثِ رواں، حافظ حدیث، نمونۂ سلف شیخ الاسلام تھے۔ سنہ ۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۶۷ھ میں وفات پائی انہیں عربی میں کمال حاصل تھا، فقیہ تھے، فصاحت بلاغت میں بے مثال، اتباع سنت ان کا شعار اور عبادت گزاروں میں ان کا شمار تھا۔ ان کے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ : اگر حماد بن سلمہ سے کہا جائے کہ کل بالیقین آپ کی موت آجائے گی، تو وہ اپنے شب وروز کے عمل میں کچھ اضافہ نہ کرسکیں گے۔ موسیٰ بن اسماعیلؒ کہتے ہیں کہ : اگر میں تم سے کہوں کہ میں نے حماد بن سلمہ کو ہنستے نہیں دیکھا، تو یہ جھوٹ نہ ہوگا۔ وہ برابر مشغول رہتے، کبھی حدیث پڑھاتے، تو کبھی اس کی قرأت اور مطالعے میں وقت گزارتے اور کبھی تسبیح وتہلیل یا نماز میں مشغول ہوتے۔ انہوں نے اپنے دین کو انہی معمولات پر تقسیم کرلیا تھا۔ یونس بن مؤدب کا بیان ہے کہ : حماد بن سلمہ کی وفات بہ حالتِ نماز ہوئی ہے۔

ابو ہلال عسکریؒ اپنی کتاب : ''الحث علی طلب العلم و الاجتهاد فیه'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ : خلیل بن احمد فراہیدی بصریؒ جو دنیا کے ذہن ترین لوگوں میں سے ایک تھے، فرماتے تھے کہ : میرے لیے سب سے زیادہ گرانی کا وقت کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ حصولِ علم میں ان کی فنائیت اور وقت کے تئیں ان کی حرص وحساسیت کی انتہا یہ تھی۔

یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ کوفی جو فقہ واجتہاد کی دنیا میں امام ابو یوسفؒ کے نام سے جانے جاتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگردِ رشید اور ان کے علم ومسلک کے ترجمان ہیں، مہدی، ہادی اور ہارون رشید تینوں عباسی خلفا کے قاضی رہے ہیں، جن کو سب سے پہلے ''قاضی القضاۃ'' کا خطاب ملا؛ بلکہ قاضیِ قضاۃ الدنیا'' کے لقب سے یاد کیا گیا، وہ نزع کے عالم میں بھی عیادت کو آئے ہوئے ایک شخص سے ایک فقہی مسئلے پر گفتگو فرماتے ہیں کہ شاید کسی عالم کے پیاسے کی سیرابی کا سامان ہوجائے اور عمر کا آخری لمحہ مذاکرے اور افادہ واستفادہ کے بغیر خالی نہ رہ جائے۔

ان کے شاگرد قاضی ابراہیم بن الجراح کوفی ثم مصری کا بیان ہے کہ : امام ابو یوسفؒ بسترِ علالت پر تھے، میں عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا، تو دیکھا کہ آپ پر غشی طاری ہے، جب افاقہ ہوا، تو مجھ سے فرمایا : ابراہیم! ایک مسئلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا : حضرت! اس حال میں بھی؟! فرمایا : کوئی حرج نہیں۔ آؤ ذرا غور وخوض کرلیں، شاید اس سے کسی کو فائدہ پہنچ جائے۔ فرمایا : ابراہیم! بتاؤ مناسک حج میں جمرات کی رمی، پیادہ پا افضل ہے یا سوار ہوکر؟ میں نے عرض کیا : سوار ہوکر! فرمایا : غلط کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا : پیادہ پا۔ فرمایا : یہ بھی غلط ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت والا ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا : جس رمی

کے بعد کوئی اور رمی کرنی ہو،اس کا پیدل کرنا افضل ہے اور جس کے بعد کوئی اور رمی نہ ہوا،اسے سوار ہو کر کرنا افضل ہے ۔اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر چلا اور دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ مجھے ان کے گھر سے رونے کی آواز آئی ،معلوم ہوا کہ امام صاحب مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

یہ تھی اسلاف کرام کے یہاں علم کی قدر دانی! وہ زندگی کو خیر باد کہتے ہوئے حالتِ نزع میں بھی علمی مباحث ومشکلات کی گتھیاں سلجھانے سے نہیں چوکتے تھے۔

”توالی التأنیس بمعانی محمد بن ادریس“ میں حافظ ابن حجرؒ نے ابن حاتمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے امام مزنیؒ کو کہتے سنا ہے کہ: کسی نے امام شافعیؒ سے پوچھا کہ: آپ کو علم کی کتنی خواہش ہے؟ فرمایا: جب میں کوئی ایسا کلمہ سنتا ہوں جس سے میرے کان نا آشنا ہوں، تو میرے کان کوئی نئی بات سن کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ان سے پوچھا گیا کہ : آپ کو علم سے کتنی دلچسپی ہے؟ فرمایا جتنی دولت وثروت کی حرص میں گرفتار بخیل اور مال بٹورنے والے کو مال کی ۔پھر پوچھا گیا کہ : آپ کو علم کی کتنی طلب ہے؟ جواب دیا: جتنی اس عورت کو اپنے بچے کی جس کا اکلوتا بچہ گم ہو گیا ہو۔“اسی طرح کے ذوق وشوق اور انہماک کے ذریعے انسان کو علم میں مہارت اور امامت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

یہی علماء مشائخ کا طریقۂ کار رہا ہے۔ان کا فرمان ہے کہ علم کو مہد سے لحد تک حاصل کرو۔

امام ابویوسفؒ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ انہوں نے ۱۷یا ۲۹ سال تک پابندی کے ساتھ اس طرح ان کی مجلس میں شرکت کی کہ کبھی ان کے ساتھ فجر کی نماز فوت نہیں کی ، چاہے وہ عید الفطر کا موقع ہو یا عید الاضحی کا، کبھی امام صاحب کا ساتھ نہیں چھوڑا؛ الایہ کہ بیماری کا کوئی عارضہ پیش آگیا ہو۔

شیخ محمد بن قدامہؒ نے شجاع بن مخلدؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام ابویوسفؒ کو کہتے سنا کہ: میرے ایک بیٹے کا انتقال ہوا، تو میں اس کی تجہیز وتکفین میں شریک نہیں ہوا اور اس کام کی ذمے داری اس اندیشے سے اپنے اعزاء اور پڑسیوں کے سپرد کر دی کہ کہیں امام صاحب کے درس کا کوئی حصہ چھوٹ نہ جائے، جس سے ہمیشہ کے لیے میرے دل میں اس کی کسک رہ جائے۔(۱)

علامہ طاش کبری زادہ نے ”مفتاح السعادة ومصباح السيادة“(۲) میں نقل کیا ہے کہ امام محمد

(۱) مناقب امام ابوحنیفہ للامام الموفق المکی: ۱/ ۴۷۲
(۲) مناقب امام ابوحنیفہ للامام الموفق المکی: ۱/ ۲۳

بن الحسن شیبانی ؒ جو اپنے وقت کے فقیہ، مجتہد اور محدث ہیں اور ان کو امام اعظم ؒ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے، رات بھر نہ سوتے، اپنے پاس کتابیں اور کاپیاں رکھ لیتے، جب ایک طرح کی کئی کتابیں دیکھتے دیکھتے طبیعت اکتا جاتی، تو دوسرے موضوع کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیتے۔ وہ اپنی نیند پانی سے دور کرتے اور فرماتے کہ: نیند حرارت سے آتی ہے۔

اس کے بعد علامہ طاش کبری زادہ نے حنفی فقیہ، محدث بلخ، عصام بن یوسف کا واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک دینار میں قلم محض اس لیے خریدا تاکہ جو حدیث انہوں نے سنی ہے، اس کو فوری طور پر قلم بند کر لیں؛ اس لیے کہ عمر محدود ہے اور علم بحرِ ناپیدِ کنار؛ لہذا طالبِ علم کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عمر کے قیمتی اوقات کو ضائع کرے، اسے روز وشب کے اوقات اور فرصت کے لمحات کو جائے غنیمت، اور اساتذہ کے وجود اور ان سے استفادے کو قابل شکر سمجھنا چاہیے؛ کیونکہ ہاتھ سے نکلی ہوئی ہر چیز دوبارہ حاصل نہیں ہوتی۔(۱)

امام بخاری ؒ کے استاذ محمد بن سلام بیکندی ؒ زمانۂ طالب علمی میں ایک مجلس املاء میں شریک تھے، ان کے استاذ حدیث کی روایت بیان کرنے اور املا کروانے میں مصروف تھے، اچانک محمد بن سلام کا قلم ٹوٹ گیا تو انہوں نے وہیں آواز لگائی: کوئی ایک دینار میں قلم دینے کو تیار ہے؟ پھر کیا تھا، ان کے پاس قلموں کے ڈھیر لگ گئے۔(۲) محمد بن سلام اپنے عزیز وقت کی قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ تھے اور اس کام کی اہمیت ان پر مخفی نہیں تھی، جس میں وہ اس وقت مشغول تھے۔ وقت کے ایک قدر شناس عالم، اور ایک سچے طالب علم کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ایک معمولی قلم اتنی بڑی قیمت لگا دی۔

حافظ ذہبی ؒ نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں امام بخاری ومسلم ؒ کے استاذ محدث کبیر عُبید بن یعیش کے بارے میں عمار بن رجا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبید بن یعیش کو کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے تیس سال تک رات کا کھانا اپنے ہاتھ سے نہیں کھایا، میری بہن میرے منھ میں لقمے دیتی اور میں حدیث لکھنے میں مصروف رہتا۔(۳)

امام احمد ؒ اور امام ترمذی ؒ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک ؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ (مرض الوفات میں) حضرت اسامہ بن زید ؓ کے سہارے گھر سے باہر تشریف لائے، جب کہ آپ نے قطری (قطر میں تیار شدہ) کپڑا زیب تن کیا ہوا تھا اور آپ نے حاضرین کو نماز پڑھائی اس حدیث کے

(۱) مفتاح السعادۃ: ۱/ ۳۶

(۲) عمدۃ القاری: ۱/ ۱۶۵

(۳) رات کے وقت لقمہ دینے کا واقعہ حافظ خطیب بغدادنے بھی ''الجامع الاخلاق الروای'' ۲ء ۱۷۸ پر بیان کیا ہے

ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی نے اپنے استاذ عبد بن حُمید کے حوالے سے ان کے استاذ محمد بن الفضل کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں : یحیٰ بن معین نے میری مجلس میں بیٹھے ہی اس حدیث کے بیان کرنے کی فرمائش کی ، میں نے سنے کے ساتھ حدیث بیان کرنی شروع کی ،تو یحیٰ بن معین نے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا : کیا اچھا ہوتا کہ آپ اپنی کاپی سے حدیث بیان فرماتے ؛ چنانچہ میں اپنی کاپی لینے کے لیے اٹھا،تو انہوں نے میرا دامن پکڑا کر کہا : آپ مجھے پہلے حدیث کا املا کرادیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کبھی آپ سے پھر ملاقات نہ ہو؛ چنانچہ میں نے ان کو حدیث قلم بند کرائی اور پھر اپنی کاپی لا کر اس کو دہرایا۔

امام ثعلب کی کتب بینی

ابو الہلال عسکریؒ نے ”الحث علی طلب العلم والاجتھاد فی جمعہ“ میں نحو ولغت ، ادب اور حدیث وقرأت کے امام :احمد بن یحیٰ شیبانیؒ جو ثعلب کے نام سے مشہور ہیں ؛ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ کہ مطالعہ کی غرض سے کتاب ہمیشہ ان کے ہاتھ میں رہتی ہے، اگر ان کو دعوت میں مدعو کیا جاتا ،تو ان کی شرط یہ ہوتی کہ بوقت طعام ان کے لیے چمڑے کے تکیے کے بقدر جگہ کی گنجائش رکھی جائے ،جس میں کتاب وغیرہ رکھ کر مطالعہ کرسکیں۔

ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ وہ جمعہ کے دن عصر کے بعد جامع مسجد سے نکلے،ثقل سماعت کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے سُن پاتے تھے ، ہاتھ میں کتاب تھی ، راستے چلتے ہوئے مطالعہ میں مشغول تھے اچانک ایک گھوڑے کی ٹکر سے گڑھے میں جا گرے ، وہاں سے اس حال میں نکالا گیا کہ ہوش وحواس کام نہیں کر رہے تھے ۔اسی حال میں گھر لایا گیا۔سر کی تکلیف سے وہ کراہ رہے تھے ۔دوسرے دن اللہ کو پیارہو گئے ۔(۱)

ابن جریرؒ اور وقت کی حفاظت

خطیب بغدادی کی ”تاریخ بغداد“ اور علامہ یاقوت حموی کی ”معجم الادباء“ سے ماخوذ ہے : قاضی ابو عمر اور ابو القاسم ورّاق کا بیان ہے کہ امام طبریؒ نے ایک روز اپنے شاگردوں سے دریافت کیا : کیا تم قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کے لیے تیار ہو؟ شاگردوں نے عرض کیا : کتنی ضخامت ہوگی ؟ فرمایا : تیس ہزار وراق ۔ یہ سن کر شاگردوں نے حیرت سے کہا : تفسیر کے پایۂ تکمیل کو پہنچنے سے پہلے ہی ہماری عمریں تمام ہو جائیں گی ! چنانچہ انہوں نے مختصر کر کے تین ہزار اوراق میں اپنی تفسیر مکمل فرمائی ، ۲۸۳ھ سے لیکر ۲۹۰ھ میں ، سات سال کے عرصے میں اختتام پزیر ہوگی ۔ بعد ازاں شاگردوں سے دریافت کیا کہ : کیا تم حضرت آدم

---

(۱) وفیات الاعیان لابن خلکان ، ۱/ ۱۰۴

سے،آج تک پورے عالم کی تاریخ لکھنے کو تیار ہو؟ شاگردوں نے پوچھا کتنی ضخیم ہوگی ؟امام طبرانی ؒ نے وہی جواب دیا، جو اس سے پہلے تفسیر کے تعلق سے دے چکے تھے ۔(تیس ہزار اوراق میں) شاگردوں نے حیرت کے عالم میں پھر وہی پہلی بات دہرائی ۔شاگردوں کا حوصلہ شکن جواب سن کر امام طبرانی ؒ نے فرمایا: افسوس! حوصلے ختم ہو گئے ۔پھر اختصار کے ساتھ تفسیر کے حجم کے بقدر تاریخ قلم بند کرائی اور ۲۷ ربیع الثانی ۳۰۳ھ بروز بدھ، اس عظیم کتاب سے فراغت پائی ۔خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ : علی بن عبید اللہ سمسمی کا بیان ہے کہ: ابن جریر طبری ؒ نے چالیس سال ایسے گزارے ہیں، جن میں چالیس اوراق یومیہ تصنیف کرنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ان کے شاگرد ابومحمد فرغانی کہتے ہیں کہ امام ابن جریر کے تلامذہ نے بلوغ سے لیکر وفات تک کی مدت کا حساب لگا کر، ان کی تصانیف کو اس مدت پر تقسیم کیا، تو یومیہ ۱۴/اوراق کا اوسط برآمد ہوا یہ چیز کسی کو اللہ تعالی کی توفیق خاص کے بغیر میسر نہیں آتی اللہ کی شان ہے، بعض لوگوں کے حوصلے کتنے بلند ہوتے ہیں!

ابن جریرؒ کا آخری وقت

معافی بن زکریا نے بعض ثقہ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ وہ آخری لمحات میں امام طبرانی ؒ کے پاس موجود تھے، ان کی ملاقات کے ایک گھنٹے کے بعد؛ بلکہ اس سے بھی کم وقت میں ان کی وفات ہوگئی ۔اس وقت جعفر بن محمد کے حوالے سے ایک دعا کا ذکر کیا گیا، تو امام طبری ؒ نے دوات اور کاغذ طلب کیا اور دعا کو لکھا ۔کسی نے عرض کیا : حضرت اس حال میں بھی آپ یہ زحمت کر رہے ہیں؟ فرمایا : انسان کو مرتے دم تک تحصیل علم کو ترک نہیں کرنا چاہیے ۔

علماء کرام کی صحبت وعظمت کی اہمیت

کیسے لوگوں کی صحبت اختیار کریں؟

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ! ہمارے ساتھ بیٹھنے والوں میں سے کون سب سے بہترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کے دیکھنے سے تمہیں اللہ یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل سے تمہیں آخرت یاد آئے۔(۱)

جس طرح ڈرائیونگ کے اصول کے بارے میں اسکے ماہرین سے رجوع کرنا چاہئے، اسی طرح دین کے معاملات میں بھی ان لوگوں سے رجوع کرنا چاہیے جو اس میں ماہر ہوں۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فتنہ جب سر اٹھاتا ہے تو ہر عالم اسے پہچان لیتا ہے، اور جب چلا جاتا ہے تو جاہل کو پتہ چلتا ہے کہ یہ فتنہ تھا۔

"الفتنۃُ إذا أقبلت عرفھا کل عالم، وإذا أدبرت عرفھا کل جاھل"۔(۲)

جہاں رہو علماء کی صحبت میں رہو!

علامہ عبداللہ بن ابی موسی التستریؒ فرماتے ہیں کہ : مجھے نصیحت کی گئی کہ "جہاں بھی رہو کسی فقیہ سے وابستہ رہو"، تو جب میں سفر کر کے بیروت پہنچا تو حضرت امام اوزاعیؒ (جو ملک شام کے بڑے فقیہ تھے) کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کی مجلس میں حاضری دینے لگا، تو ایک آپ نے میرے وطن اور خاندان کے بارے میں تحقیق کی اور میں پہلے مجوسی تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی توفیق عطا فرمائی تھی، تو میں نے سارے احوال بتادیئے، تو حضرت نے فرمایا کہ "کیا تمہارے والد باحیات ہیں؟" میں نے عرض کیا کہ "جی ہاں! وہ عراق میں ہیں اور مجوسی ہیں" تو آپ نے فرمایا کہ "کیا اچھا ہو کہ تم اپنے والد کے پاس لوٹ جاؤ، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے والد کو ہدایت سے نوازیں"۔ چناں چہ حضرت کے توجہ دلانے پر میں عراق لوٹ آیا، تو دیکھا کہ والد بیمار ہیں، انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ : "بیٹے تم کس دین پر ہو؟" میں نے بتادیا کہ میں اسلام لاچکا ہوں، تو انہوں نے کہا کہ اپنا دین میرے سامنے بھی پیش کرو، چناں چہ میں نے دین کی بنیادی باتیں انہیں سنائیں، تو انہوں نے کہا کہ : "میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے"، پھر وہ اسی مرض میں اسلام کی حالت میں وفات پاگئے، اور میں ان کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد واپس

---

(۱) حیاۃ الصحابہ ۳/۲۱۸

(۲) التاریخ الکبیر للبخاری: ۴/۳۲۲، طبقات ابن سعد: ۹/۱۶۶

بیروت لوٹ آیا، اور پوری بات حضرت امام اوزاعیؒ کو سنادی۔ تو دیکھئے امام اوزاعیؒ کی صحبت کا فوری فائدہ کیسے حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے والد کی ہدایت کا سبب بنادیا، فالحمد کلہ للہ۔(۱)

عقل مند انسان تین لوگوں کی ناقدری نہیں کرے گا

عبداللہ ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ بات صحیح ہے کہ ایک عقل مند شخص تین لوگوں کی بے قدری نہیں کرتا: علماء کی، حکمرانوں کی، اور اپنے مسلمان بھائی کی اور جو کوئی علماء کی بے قدری کرتا ہے (یعنی اُنکا احترام نہیں کرتا، اور اُنکے علم کی قدر نہیں کرتا، اُن سے علم حاصل نہیں کرتا، وغیرہ) اسکی آخرت کی زندگی تباہ ہو گی، جو بھی حکمرانوں کی بے قدری کرے گا وہ دنیوی زندگی کھو دیگا، اور جو بھی اپنے مسلمان بھائی کی بے قدری کرے گا وہ اپنے اچھے اخلاق اور کردار کھو دیگا۔(۲)

علماء کی ناقدری گمراہی ہے

علماءِ سلف نے بھی علماء کی توہین وتحقیر اور ان پر طعن وتشنیع سے ڈرایا ہے۔ چناں چہ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سابقین علماءِ سلف اور ان کے بعد تابعین اہلِ خیر اور علم وفقہ والے ہیں، ان کا صرف ذکرِ جمیل کیا جائے گا اور جو انکا ذکر برے طریقہ سے کرتا ہے وہ راہِ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔

”وعلماء السلف من السابقين، ومن بعدهم من التابعين — أهل الخير والأثر، وأهل الفقه والنظر — لا يذكرون إلا بالجميل، ومن ذكرهم بسوء، فهو على غير السبيل“۔(۳)

ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے علماء کی توہین کی اسکی آخرت برباد ہوگئی اور جس نے امراء کی اہانت کی اسکی دنیا چلی گئی اور جس نے بھائیوں کی ناقدری کی اسکی مروّت ختم ہوگئی۔

”من استخف بالعلماء ذهبت آخرته، ومن استخف بالأمراء ذهبت دنياه، ومن استخف بالإخوان ذهبت مروءته“۔(۴)

---

(۱) معالم ارشادیہ ۱۶۹۔۱۷۰، فکر انگیز باتیں: ۹۷

(۲) الذہبی، سیر أعلام النبلاء: ۱۷/ ۲۵۱

(۳) شرح العقیدہ الطحاویہ بتحقیق الارنووط: ۷۴۰

(۴) سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۸/ ۴۰۸

امام احمد بن اذرعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہلِ علم کی مذمت وتوہین خاص طور سے انکے اکابر کی، کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ "الوقيعة في أهل العلم ولا سيما أكابرهم من كبائر الذنوب"۔(۱)

یاد رکھیں! بے ادبی، سطحیت اور تذلیل وحقارت کسی صورت میں جائز نہیں۔علماء پر بہتان لگانا سنی سنائی باتوں کو ان کی طرف منسوب کرنا اور ہر محفل میں زبان درازی کرکے اپنی علمیت ظاہر کرنا بجز جہالت کے اور کچھ نہیں۔

علماء کی رحلت عوام کی بربادی ہے

حضرت ہلال بن خباب ؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیرؒ سے پوچھا کہ"لوگوں کی بربادی کی کیا علامت ہے؟" تو آپ نے جواب دیا کہ"جب اُن کے علماء رحلت فرماجائیں"۔(تو یہی لوگوں کے لئے ہلاکت کی بات ہے۔(۲)

عالم کی وفات اسلام میں ناقابل تلافی رخنہ ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ بات ہے کہ"ایک عالم کے وفات پانے سے دین اسلام میں جو رخنہ پڑتا ہے اُسے قیامت تک کوئی چیز پُر نہیں کرسکتی"۔(۳)

علماء زمین کے ستارے ہیں

حضرت ابوقلابہؒ فرماتے ہیں کہ"روئے زمین پر علماء کی مثال آسمان میں چمکنے والے ستاروں کی طرح ہے؛ لہٰذا جو ستاروں کو نظر انداز کردے گا وہ گمراہ ہوجائے گا، اور جس سے ستارے چھپ جائیں وہ حیران وپریشان رہے گا۔(۴)

نوٹ: وجہ یہ ہے کہ علماء ہی انسانوں کو بندگی کے طریقے بتاتے ہیں، اور کتاب وسنت کی روشنی میں اُن کی رہنمائی کرتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اگر یہ رہنمائی نہ ہو، تو انسانوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہ رہے گا۔

(۱)الرد الوافر لابن ناصر الدين الدمشقي :۲۸۳

(۲)حلیۃ الاولیاء ۴/ ۲۷۶،من اخبار السلف الصالح ص :۶۴

(۳)کتاب الزہد:۲۶۲،من اخبار السلف الصالح ص :۶۴

(۴)العقد الفرید ۶/ ۱۹،من اخبار السلف الصالح ص :۶۴

علماء کے علم سے زیادہ علماء سے ادب سیکھو!

حضرت امام زہریؒ کا مقولہ ہے کہ ’’جب ہم کسی عالم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ہمیں اُن کے علم مقابلے میں اُن کے آداب کو سیکھنے کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہے‘‘۔(۱) تو معلوم ہوا کہ محض علم کافی نہیں؛ بلکہ آدابِ علم کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابن مبارکؒ کا واقعہ

امام محمد بن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ ’’ایک مرتبہ حضرت ابن المبارکؒ تشریف لے جارہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ ’’کہاں کا ارادہ ہے؟‘‘ تو آپؒ نے فرمایا کہ ’’بصرہ جارہا ہوں‘‘۔تو پوچھا گیا کہ ’’وہاں کے علماء میں کون باقی ہے؟‘‘ تو آپؒ نے فرمایا کہ ’’وہاں ابن عونؒ تشریف فرما ہیں، جن کے اخلاق وعادات سیکھنے کے لئے میں وہاں جارہا ہوں‘‘۔(۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ کا منظر

حسین بن اسماعیلؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ’’بعض مرتبہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے درس میں پانچ ہزار سے زیادہ لوگ اکٹھا ہوتے تھے، جن میں سے تقریباً پانچ سو لوگ آپ سے حدیثیں لکھتے تھے، اور بقیہ حاضرین آپ سے حسن ادب اور بہترین اخلاق سیکھا کرتے تھے۔

ابو بکر بن المطوعی کہتے ہیں کہ ’’میں ۱۲؍سال تک حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں حاضر ہوتا رہا، جب کہ آپ اپنے بچوں کو ’’مسند‘‘ کا درس دیا کرتے تھے؛ لیکن میں نے اس دوران آپ سے ایک حدیث بھی کاپی میں نہیں لکھی، بس میں آپ کے اخلاق وعادات اور بہترین صفات کا مشاہدہ کیا کرتا تھا‘‘۔(۳)

حضرت ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عجلانؒ کے سامنے کوئی مسئلہ بیان کیا، جب اُن کو وہ مسئلہ سمجھ میں آگیا تو

(۱) حلیۃ الاولیاء ۳؍۳۶۲، من اخبار السلف الصالح: ۶۵

(۲) صفۃ الصفوۃ ۳؍۳۱۱، من اخبار السلف الصالح ص:۶۵

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۱؍۳۱۶۔۳۱۷، من اخبار السلف الصالح: ۶۵

آپ کھڑے ہوئے اور اُس شخص کی پیشانی کا بوسہ لیا''۔(۱)

موجودہ علماء کی قدر کرلیں بعد میں یہ بھی نہیں ملیں گے

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا اے دمشق والو! تم لوگ میرے دینی بھائی ہو، علاقے کے پڑوسی ہو اور دشمنوں کے خلاف میرے مددگار ہو، لیکن تم مجھ سے دوستی کیوں نہیں رکھتے؟ حالاں کہ میرا خرچہ بھی تمہارے ذمہ نہیں ہے دوسروں پر ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے علماء جا رہے ہیں اور تمہارے جاہل لوگ ان سے علم نہیں سیکھ رہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ نے جس روزی کی ذمہ داری لے رکھی ہے تم اسکے پیچھے پڑے ہوئے ہو، اور اللہ نے تمہیں جن کاموں کا حکم دیا ہے انہیں چھوڑ رکھا ہے، غور سے سنو! کچھ لوگوں نے بڑی مضبوط عمارتیں بنائیں اور بہت مال جمع کیا اور بڑی دور کی امیدیں لگائیں لیکن پھر ان کی عمارتیں گر کر قبرستان بن گئیں اور ان کی امیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ایسے لوگ خود ہی ہلاک ہو گئے، غور سے سنو! علم سیکھو اور سکھاؤ! کیوں کہ علم سیکھنے والا اور سکھانے والا دونوں اجر میں برابر ہیں، اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر لوگوں میں کوئی خیر نہیں۔(۲)

حضرت حسانؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء نے دمشق والوں سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو گئے کہ سالہاسال گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھاتے رہو؟ تمہاری مجلسوں میں اللہ کا نام نہیں لیا جاتا تمہیں کیا ہو گیا، تمہارے علماء جا رہے ہیں لیکن تمہارے جاہل علم حاصل نہیں کر رہے؟ اگر تمہارے علماء چاہتے تو ان کی تعداد میں اضافہ ہو سکتا تھا، اگر تمہارے جاہل علم کو تلاش کرتے تو وہ اسے ضرور پا لیتے۔

معاشرے کے لیے علمائے دین کی ضرورت، ان کا کردار اور حیثیت علمائے کرام انبیائے کرام کے وارث ہیں۔ علمائے کرام کے بغیر اسلامی معاشرہ اپنے رب اور اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا۔ علمائے کرام کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ان کی آواز کو اسلامی معاشرہ کی سب سے مؤثر آواز سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان سب سے زیادہ اپنے علمائے کرام کی بات مانتے ہیں، کیوں کہ امت میں ان کی حیثیت وہی ہے جو اپنے زمانہ میں انبیائے کی تھی، البتہ انبیاء صاحبِ وحی وشارع تھے، جب کہ علمائے کرام شارحِ وحی ہیں۔(۳)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۶/۳۷۹، من اخبار السلف الصالح ص:۶۸

(۲) اخرجه ابو نعيم في الحلية، ج:۱ ص:۲۱۳

(۳) بینات، ahkam شعبان المعظم 1435ھ- جولائی 2014ء

علماء کرام کے چلے جانے سے علم بھی چلا جائے گا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے : علم اُٹھائے جانے سے قبل اسے لازم پکڑو، اورغنیمت جانو، پھر فرمایا : علم کا اٹھایا جانا رفع علم علماء کی موت سے ہے، مجھے ذاتِ کبریاء کی قسم! علماء کی کرامت اور خدا کے ہاں ان کی قدر ومنزلت دیکھ کر شہداء اس بات کی خواہش کریں گے کہ کاش وہ عالم ہوتے، اور یاد رکھو کوئی بھی پیدائشی طور پر عالم نہیں ہوتا، علم تو پڑھنے سیکھنے سےؔ آتا ہے۔(۱)

جدید آلات کی وجہ سے علماء سے استغناء عظیم فتنہ ہے

حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں" یہ تو گمراہی ہے کہ دنیوی فنون کے لیے علم کی احادیث کو اِستعمال کرکے دنیوی فنون کی رغبت پیدا کی جائے۔ یہ بڑی گمراہی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ یہ کہنا ہے کہ" جدید آلات و اسباب نے علماء سے مستغنی کر دیا۔ علم علماء کی صحبت سے حاصل کرو۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ آلات واسباب نے علماء سے مستغنی کر دیا کہ ہم تو علم خود ہی حاصل کرلیں گے کہ اب تو سارا علم آلات پر آگیا ہے، کیا ضرورت ہے علماء کی؟ یہ اس زمانے کا سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اُمت کو اپنی دینی رہبری کے لیے علماء کی ضرورت نہ رہے۔ اگر علم اسباب پر موقوف ہوگیا تو امت کا بڑا طبقہ جاہل رہے گا، کیوں کہ وہ بھی جاہل رہیں گے جن کے پاس سیکھنے کے اسباب نہیں۔

دعوت کی محنت کا مقصد اُمت سے جہالت کو ختم کرنا ہے

حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی فرماتے ہیں: علم کی دعوت کے ذریعے جہالتیں ختم ہوں گی اور اُمت علماء سے جڑے گی۔ اس محنت کا مقصد جہالت کو ختم کرنا ہے، یہ محنت تو اُمت میں علم کے حصول کی طلب پیدا کرتی ہے۔ جب یہ محنت ہوگی تو یہ احساس ہوگا کہ ہمیں علماء کی ضرورت ہے۔ علماء کی صحبت ومجالست اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور یہی اس دعوت کا مقصود ومطلوب ہے۔

ساری دنیا جاہلوں کے ہاتھ میں ہے، سارا بازار اور ساری تجارت جاہلوں کے قبضہ میں ہے، جب تک ہم تجارتوں، زراعتوں، حکومتوں کو اور دنیا جہان کے تمام سرمایہ داری کے نقشوں کو یہ سمجھ کر چھوڑے رکھیں گے کہ یہ علماء سے حل ہونے والے نہیں ہیں تو خدا کی قسم، اس میں کبھی دین نہیں آسکتا، حرام راستے کی کمائیاں علم وعمل

(۱) علمائے سلف کا شوق علم : ۱۴۷

کو لے ڈوبیں گی،حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرماتے تھے کہ"ہم تجارت چھڑانا نہیں چاہتے ،بلکہ تجارت کو حکم الٰہی پر لانا چاہتے ہیں ۔ورنہ وہ ہوگا جو قومِ شعیب علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔"

علم کس سے حاصل کرنا ہے سوچلیں

چھوٹے بچے کو علم دینا ہو تو اچھے اسکول کی تلاش کی جاتی ہے،مگر والدین علم سیکھنا چاہتے ہیں تو انٹرنیٹ سے بھی ،نااہل سے بھی سیکھ لیتے ہیں،ایسے والدین اپنے بچوں کو صحیح معلومات کیسے دیں گے؟ بے شک یہ علم ہمارا دین ہے،پس تم دیکھو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو؟

"إِنَّ هَذَا العِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِيْنَكُمْ"(۱)

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:یہ علم تمہارا گوشت اور خون ہے،اس کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائے گا،لہذا دیکھ لیا کرو کہ اسے کس سے حاصل کر رہے ہو؟

"إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ هُوَ لَحْمُكَ وَدَمُكَ، وَعَنْهُ تُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَانْظُرْ عَنْ مَنْ تَأْخُذُهُ"(۲)

اگر بچوں کا کسی اسکول میں داخلہ کرانا ہو تو اس کی خوب جانچ پڑتال کی جاتی ہے تاکہ بچوں کا مستقبل تابناک ہو سکے۔اسی طرح علاج کرانے کے لئے اچھے سے اچھے ڈاکٹر کا انتخاب کیا جاتا ہے اور"نیم حکیم خطرہ جان" کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے جھولا چھاپ ڈاکٹروں سے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ علاج صحیح ڈھنگ سے ہو سکے اور نقصان کے بجائے فائدہ ہو۔لیکن بیچارہ دین اتنا ارزاں اور حقیر ہوگیا ہے کہ لوگ دین کا علم کسی سے بھی حاصل کر لیتے ہیں اور آج یہی ہو رہا ہے،لہذا امتِ مسلمہ حصول علمِ دین کے سلسلے میں احتیاط کو پرے رکھتے ہوئے ہر کس و ناکس سے دین کا علم حاصل کر رہی ہے۔اور جب ہر کس و ناکس سے علم دین کا حصول ہوگا تو ظاہر سی بات ہے فساد و بگاڑ اس امت کا مقدر بن جائے گا۔چنانچہ"علمِ دین کسی سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے" اور"حق جہاں سے ملے لے لینا چاہئے" اسی طرح"جو حق ہو اسے لے لو باقی کو چھوڑ دو" جیسے پرفریب نعرے آج امت مسلمہ خصوصاً نوجوانان ملت کے خاصے بن چکے ہیں۔حالانکہ ہمارے اسلاف کا یہ طریقہ نہیں رہا ہے۔

حکیم اختر صاحبؒ فرماتے ہیں:دنیا میں اپنا سامان قلی کو دینے سے پہلے بیلٹ کے ساتھ پٹّہ دیکھتے ہو کہ نمبر ہے یا نہیں؟ قلی سرکاری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی کتنے ہی قیمتی لباس میں ہو،اور کہے کہ صاحب! مجھے

---

(۱)الجامع الاخلاق،ابن حبان کی المجروحین:۱/ ۱۵۲،بہ روایت ابنے عباس رضی اللہ،خطیب بغدادی کی المحدث الفاصل:۴۱۶

(۲)مؤطا امام مالک بتحقیق الاعظمی:۱/ ۲۵،المحدث الفاصل لرامہرمزی:۴۱۶

سامان دے دیجیے تو آپ دیکھتے ہی کھٹک جائیں گے کہ پتا نہیں یہ کون ہے؟ ہوسکتا ہے کہ یہ ہمارا مال لے کر بھاگ جائے تو دنیائے حقیر کا ایک معمولی بستر آپ بغیر سمجھے بوجھے کسی کو نہیں دیتے تو بتائیے کیا یہ جائز ہے کہ جس کو چاہو اپنا ایمان دے دو؟ جس کو چاہو پیر بنالو؟ چاہے جوگنجیڑی بھنگیڑی، بیڑی پیتا ہو، داڑھی منڈائے ہوئے آجائے بغیر سوچے سمجھے اس کو پیر بنالو۔ ایک بستر کے لیے قلی کا نمبر دیکھتے ہو ایمان کی حفاظت کے لیے بھی دیکھا کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے رہے ہو یہ بھی سرکاری آدمی ہے یا نہیں؟ حضور ﷺ کی غلامی کے آثار اس میں ہیں یا نہیں؟ اتباعِ سنت کا سرکاری نمبر اس کے پاس ہے یا نہیں؟ ایک نقلی پیر کو دیکھ کر میزبان کا چھوٹا سا بچہ سمجھ گیا، وہ اپنے ابا سے کہہ رہا تھا کہ یہ کیسا پیر ہے کہ داڑھی منڈی ہوئی ہے اور بیڑی پیتے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ اگر ایسے کسی گمراہ پیر سے بیعت ہو گئے تو شرعاً اس بیعت کا توڑنا واجب ہے۔

اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ انسان نما جانور ہوتے

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اگر علماء نہیں ہوتے تو لوگ جانوروں کی طرح برتاؤ کرتے''(۱)

قانونِ فطرت ہے کہ زندگی میں بغیر قیمت ادا کیے کچھ بھی نہیں ملتا، بھیک مانگنے کے لیے بھی چلچلاتی دھوپ میں دربدر صدا لگانی پڑتی ہے، ایئرکنڈیشن ڈرائینگ روم میں اخبار بینی کے بعد خود کو ''باخبر'' سمجھنا، بے خبری ہی نہیں بلکہ بے وقوفی ہے، گھر سے چند قدم دور پر مسجد کی تعلیم کو مصروفیت، کاہلی، سستی اور گرمی وسردی کا بہانہ بنا کر تاریخ کے جلیل القدر علماء پر تنقید وتبصرہ کرنا جہالت وضلالت ہے، چاند پر مٹی ڈالنے سے کبھی چاند غبار آلود ہوا ہے؟ سچ ہے آسمان کا تھوکا اپنے ہی منہ پر آتا ہے، امت کو اہل علم کی ہر وقت اور ہر جگہ ضرورت ہے، علماء کے بغیر لوگ دھوکے میں رہیں گے اور ان کا خاتمہ بھی تاریکی پر ہوگا۔

عالم کی وفات ہزار عابد کی وفات سے گراں ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ان ایک ہزار عبادت گزاروں کی موت کا غم برداشت کرنا آسان ہے جو دن میں روزے رکھتے ہیں اور رات میں قیام کرتے ہیں بنسبت اس ایک عالم کے موت کے جو حرام اور حلال کا فرق سمجھتا ہو۔(۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ

---

(۱) التبصرہ، لابن جوزی: ۲/ ۱۹۳

(۲) جامع البیان العلم وفضلہ: ۱/ ۶۵

پختہ کار علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

"إِنّ اللّٰهَ لاَ يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَالنّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ فَإِذَا لَمْيُبْقِ عَالِمًا اتّخَذَ النّاسُ رُءُوسًا جُهّالاً فَسُئِلُوافَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلّوا وَأَضَلّوا"(۱)

بغیر اُستاذ دعوائے علم کی مثال

شیخ محمد عوامہ فرماتے ہیں کہ"اس اُمت کے سب سے پہلے طلبہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جنہوں نے براہِ راست مشکوۃِ نبوت سے علم حاصل کیا، ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین ؒ کے طبقات ہیں، پھر اُمت میں بڑے مشایخ اور علماء پیدا ہوئے، جنہوں نے باقاعدہ علم کی اشاعت اور اِفادہ کا سلسلہ جاری رکھا ہے، اور قدرتی طور پر ان سے استفادہ کرنے والے اپنے کو ان حضرات کی طرف منسوب کرتے رہے، جس سے الگ الگ نسبتوں کے علمی وفقہی طبقے وجود میں آئے، اور الگ الگ ناموں سے ان کی پہچان ہونے لگی، مثلاً حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ تو یہ اساتذہ دراصل ان کے روحانی والد کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کی طرف نسبت کو موجب فخر وسعادت سمجھا جاتا ہے۔

اِسکے برخلاف جس شخص کا علم میں کوئی معتبر استاذ اور شیخ نہ ہو، اس کی مثال ایسے شخص کی ہے جو بلا ثبوت کسی نے نسبی تعلق کا دعویٰ کرے، تو ایسا شخص مجہول النسب اور غیر معروف ہونے کی وجہ سے ہرگز اعتبار کے قابل نہ ہوگا۔(۲)

بے سند علم کا اعتبار نہیں

سلف کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ایسے شخص کے علم کے کبھی قائل نہیں ہوئے، جس نے معتبر اساتذہ کرام سے علم حاصل نہ کیا ہو، اور نہ ہی انہوں نے علم کے بارے میں ایسے شخص کی آراء کو کوئی اہمیت دی۔

چنانچہ امام اہلِ سنت حضرت امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ: "معتبر تو بس وہ لوگ ہیں جو" حدثنا

(۱) صحیح بخاری، حدیث :۱۰۰

(۲) معالم ارشادیہ ۱۵۹۔۱۶۰

''اور''أخبرنا'' کہہ کر احادیث نقل کرتے ہوں (یعنی ان کے پاس ہر علم کی پختہ اور معتبر سند ہو) اور ان کے علاوہ (بے سند) لوگوں سے کسی خیر کی اُمید نہیں ہے''۔

حضرت صالح بن احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے خلیفۂ وقت معتصم باللہ نے کہا کہ : ''کلِّم اِبن أبی داؤد'' (یعنی اس معاملہ میں ابن ابی داوٗد سے گفتگو کریں) تو حضرت الامامؒ نے دوٹوک جواب دیا کہ : ''کیف اکلم من لم اره علی باب عالم قط'' (میں ایسے شخص سے کیا بات کروں جسے میں نے کبھی کسی عالم کے دروازے پر (طالب علم بن کر) علم حاصل کرتے نہیں دیکھا (۱) گویا بے سند عالم سے میں بات نہیں کرسکتا)

بغیر استاذ کے علمی حلقہ کا کوئی فائدہ نہیں

خطیب بغدادیؒ نے ''آداب الفقیہ والمتفقہ'' میں لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے مسجد میں چلنے والے ایک علمی حلقہ کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے پوچھا کہ : ''کیا اس حلقہ کا کوئی رئیس اور مرجع ہے؟'' تو جواب ملا کہ کوئی رئیس تو نہیں ہے (گویا ہر شخص بغیر استاذ کی نگرانی کے مسائل پر غور وفکر میں مشغول ہے) تو حضرت امام اعظمؒ نے ارشاد فرمایا : ''لا یفقھو لا ءابدا'' (یہ لوگ کبھی بھی علم فقہ (میں مہارت حاصل نہ کرسکیں گے۔(۲)

علمائے دیوبند کا فکری منہج اور انکا اعتدال

حضور ﷺ کے بعد، اصحابِ رسول ﷺ اور اہلِ بیت کو ہم نے سر آنکھوں پر رکھا ہے، ان سب کو مانا اور بلا استثنیٰ مانا، اس سے یہ ایک تسلسل رہا۔ ان کے بعد ہم نے تابعین کو مانا، یہ ایک تسلسل رہا۔ پھر ائمہ مجتہدین کو مانا، یہ ایک تسلسل رہا۔ محدثین کو مانا، یہ ایک تسلسل رہا۔ فقہاء کو مانا، یہ ایک تسلسل رہا۔ علمائے دیوبند اس بات کے قائل ہیں کہ یہ ان چودہ سو سال کے اس طویل فاصلے میں کسی طبقے کو، بطور طبقہ کے اپنے سے جدا نہیں کرتے۔ ہم ہر ایک کے وارث ہیں۔ صحابہ پر، اہل بیت پر، تابعین پر، آئمہ مجتہدین پر، محدثین پر، فقہاء پر، اولیاء اللہ پر، کسی قسم کا کوئی اعتراض ہو، ہم ہر ایک کے گرد وفا کا پہرہ دینے والے ہیں۔ کسی پر کوئی اعتراض کرو، صفائی پیش کرنے والے ہم ہیں: بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے۔ امت کے

---

(۱) معالم ارشادیہ،۱۶۱

(۲) معالم ارشادیہ: ۱۶۳، فکر انگیز باتیں: ۹۰

چودہ سو سال کے طبقے میں کوئی ایک طبقہ نہیں جس کو بطورِ گروہ کے ہم خارج کرتے ہوں، ہم سب کی روایات کے امین ہیں۔(۱)

محقق العصر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”علمائے دیوبند دین کے سمجھنے سمجھانے میں نہ تو اس طریق کے قائل ہیں جو ماضی سے یکسر کٹا ہو کیونکہ وہ مسلسل رشتہ نہیں، ایک نئی راہ ہے۔ اور نہ وہ اس افراط کے قائل ہیں کہ رسم و رواج اور تقلیدِ آباء کے تحت ہر بدعت کو اسلام میں داخل کر دیا جائے۔ جن اعمال میں تسلسل نہ ہو اور وہ تسلسل خیر القرون تک مسلسل نہ ہو وہ اعمال اِسلام نہیں ہو سکتے۔ یہ حضرات اس تقلید کے پوری طرح قائل اور پابند ہیں جو قرآن و حدیث کے سرچشمہ سے فقہ اسلام کے نام پر چلتی آئی ہے۔ قرآن کریم تقلیدِ آباء کی صرف اسی بناء پر مذمت کرتا ہے کہ وہ آباء عقل و اہتداء کے نور سے خالی ہوں: ”أولو كان آباءهم لا يعقلون شيا و لا يهتدون“۔(۲) بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ راہ کو جانتے ہوں۔

أئمہ سلف اور فقہائے اسلام جو علم و اہتداء کے نور سے منور تھے۔ ان کی پیروی نہ صرف یہ کہ مذموم نہیں بلکہ عین مطلوب ہے اور ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ صرف پیغمبروں کی ہی نہیں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے راستے پر چلنے کی بھی ہر نماز میں رب العزت سے درخواست کریں، کیونکہ یہی صراطِ مستقیم ہے: ”اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم“ اے اللہ! چلا ہمیں سیدھی راہ پر۔ راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ اس مسلکِ اعتدال کی وجہ سے علمائے دیوبند دینی بے قیدی اور خود رائی سے بھی محفوظ رہے اور شرک و بدعت کے اندھیرے بھی انہیں اپنے جال میں نہ کھینچ سکے۔ ان کے اعمال و افکار سے اسلام کا تسلسل بھی قائم رہا اور کوئی غیر مسلسل نظریہ و عمل دین کے نام سے اسلام میں داخل نہ ہونے پایا۔ یہ حضرات علم و عمل کے تسلسل سے اسلام کے چراغ روشن کرتے گئے اور تاریخ دیوبند پر نظر کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام واقعی ایک زندہ دین ہے جو ان حضرات سے لے کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہدِ سعادت والے عہد تک مسلسل ہے۔(۳)

---

(۱) ماہنامہ الہلال مانچسٹر: ۳۴، رجب المرجب ۱۴۴۴ھ

(۲) البقرہ: ۱۷۰

(۳) پیش لفظ، الرشید دار العلوم دیوبند نمبر: ۱۰۸

علماء کرام سے دوری کے بنیادی اسباب

اعدائے اسلام کی سازش: اعدائے اسلام کی سازشوں اور کچھ نام نہاد مسلمانوں کی بنا پر عوام نے علماء سے دوری اختیار کرلی اور علماء نے بھی عوام سے ربط وتعلق کی کوشش نہیں کی۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ علماء عوام سے قربت کے ذرائع اختیار کرتے، لیکن بجز کچھ علماء کے اکثریت نے کوئی مناسب ذریعہ اور وسیلہ اختیار نہیں کیا اور آج حالت یہ ہوگئی ہے کہ فیس بک اور واٹس ایپ کے دلدادہ علماء کے پاس عوام کے لئے وقت ہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ نوجوانانِ ملتِ اسلامیہ کی ذہن سازی علمائے حق کی بجائے اہلِ مغرب اور مغربی تہذیب کے مقلد افراد کر رہے ہیں۔

سوشل میڈیا سے درآمد غلط فہمیاں: ستم ظریفی یہ ہے کے عوام کے پاس ایک تو علمِ دین کی کمی ہے، دوسرے جو کچھ ہے وہ بھی سوشل میڈیا کی دین ہے جو بدعات وخرافات، سازشوں اور غلط فہمیوں کی ملاوٹ کا شکار ہے۔ اس کی وجہ اور سبب کافی حد تک خود علماء کا رویہ ہے۔ انہوں نے عوام کی تربیت اور ذہن سازی پر دھیان دینا ترک کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کے عوام نے سوشل میڈیا ہی کو حصول علم دین کا ذریعہ بنا لیا اور مساجد و مدارس سے تعلق ختم کرلیا اور سوشل میڈیا سے رطب ویابس ہر چیز علم دین کے نام پر حاصل کرنا شروع کر دیا۔

یاد رکھیں! اس امت میں خیر علماء حق سے ہی علم حاصل کرنے میں ہے۔ چناں چہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک وہ اپنے بڑوں، امین لوگوں اور علماء سے علم حاصل کریں گے۔ اور جب وہ اپنے چھوٹوں اور بُرے لوگوں سے علم حاصل کریں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

"لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا أَخَذُوا الْعِلْمَ عَنْ أَكَابِرِهِمْ وَعَنْ أُمَنَائِهِمْ وَعُلَمَائِهِمْ فَإِذَا أَخَذُوهُ مِنْ صِغَارِهِمْ وَشِرَارِهِمْ هَلَكُوا"۔ (۱)

یہ فتنہ بھی ہے کہ علم دین کے حصول میں علماء کو چھوڑ کر صرف اور صرف انٹرنیٹ اور کتابوں پر تکیہ کرلیا گیا ہے۔ اس بیماری میں خاص طور سے امت کے نوجوان مبتلا ہیں۔ جو لوگ صرف کتابوں سے علم حاصل کرتے تھے اسلاف اسے "صحفی" کہا کرتے تھے اور ان سے علم دین حاصل کرنے سے منع کرتے تھے۔ چناں چہ سلیمان بن موسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صحفی لوگوں سے علم حاصل مت کرو۔

"لَا تَأْخُذُوا الْعِلْمَ مِنَ الصَّحَفِيِّينَ"۔ (۲)

(۱) الفقیہ والمتفقہ علیہ: ۲/ ۱۵۵، جامع بیان العلم وفضلہ: ۱/ ۶۱۶، حدیث: ۱۰۵۷، نصیحۃ اہل الحدیث للخطیب، حدیث: ۲۹

(۲) الفقیہ والمتفقہ علیہ: ۲/ ۱۹۳

یہ کتنا بڑا فتنہ ہے

درحقیقت یہ وہی فتنہ ہے جسے ربیعہ بن ابوعبدالرحمان رحمہ اللہ نے امرِ عظیم قرار دیا تھا اور اس پر آنسو بہائے تھے: مالک نے کہا کہ: مجھے ایک شخص نے خبر دی ہے، وہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کے پاس آیا تو اس نے ان کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے رلایا؟ اور وہ ان کے رونے کی وجہ سے گھبرا گیا، لہٰذا اس نے ربیعہ رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا کوئی مصیبت آن پڑی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! لیکن اس شخص سے فتوی پوچھا جا رہا ہے جس کے پاس علم نہیں اور اسلام میں امر عظیم ظاہر ہو چکا ہے۔ ربیعہ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا کہ یہاں بعض فتوی دینے والے ایسے ہیں جو چوروں کی بنسبت جیل کے زیادہ حقدار ہیں۔

”قَالَ مَالِك :أَخْبَرَنِيْ رَجُلٌ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَوَجَدَهُ يَبْكِي، فَقَالَ لَهُ :مَا يُبْكِيكَ؟ وَارْتَاعَ لِبُكَائِهِ فَقَالَ لَهُ :أَمُصِيبَةٌ دَخَلَتْ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ :لَا، وَلَكِنِ اسْتُفْتِيَ مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ وَظَهَرَ فِي الْإِسْلَامِ أَمْرٌ عَظِيمٌ، قَالَ رَبِيعَةُ :وَلَبَعْضُ مَنْ يُفْتِي هَاهُنَا أَحَقُّ بِالسَّجْنِ مِنَ السُّرَّاقِ“۔(۱)

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کی فکر انگیز تحریر

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے اصول ثلاثہ کی شرح میں کتنی خوبصورت بات کہی ہے: شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کا قول : تین مسائل (یعنی اللہ ﷻ کی معرفت، رسول اللہ ﷺ کی معرفت اور دین اسلام کی معرفت) یہاں تعلم (علم حاصل کرنے) سے مراد علماء کرام سے علم حاصل کرنا، اسے حفظ کرنا، اس کا فہم و ادراک حاصل کرنا ہے۔ یہی تعلیم ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ محض پڑھائی یا جس طرح نام دیا جاتا ہے ”آزادانہ مطالعہ“(Self-studies) کیا جائے، یہ تعلم نہیں بل کہ تعلم تو یہ ہے کہ علماء کرام سے (علم) حاصل کیا جائے اس کے حفظ، فہم اور مکمل ادراک کے ساتھ، یہ ہے صحیح معنوں میں علم حاصل کرنا، جبکہ صرف خود کتاب پڑھنا اور مطالعہ کرنا اگرچہ مطلوب تو ہے مگر تعلم کے لئے کافی نہیں، اس میں فائدہ بھی ہے مگر یہ کفایت نہیں کرتا اور اس پر اقتصار کرنا کافی نہیں۔ کتابوں کا تلمذ اور شاگردی اختیار کرنا جائز نہیں جیسا کہ لوگوں کی موجودہ حالت ہے، کیونکہ کتابوں کا تلمذ اختیار کرنا بہت خطرناک ہے جس سے بہت مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور یہ تعالم (محض علم کا دعوی) تو جہل سے زیادہ نقصان دہ ہے، کیونکہ جاہل جانتا ہے کہ وہ جاہل ہے لہٰذا وہ

(۱) الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ۲/ ۳۲۳، المعرفۃ والتاریخ: ۱/ ۶۷۰

اپنی حد پر رک جاتا ہے،لیکن المتعالم (علم کا دعویدار) سمجھتا ہے کہ وہ عالم ہے لہذا وہ اللہ ﷻ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال قرار دیتا ہے اور اللہ ﷻ کے بارے میں بغیر علم کے بولتا اور کلام کرتا ہے لہذا یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے۔ چنانچہ علم کتابوں سے براہ راست حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ کتابیں تو وسیلہ ہیں، جبکہ حقیقی معنوں میں علم تو علماء کرام سے حاصل ہوتا ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہتا ہے، اور کتابیں تو علم حاصل کرنے کے وسائل میں سے ہیں۔

"قوله :ثلاث مسائل:التعلم هنا معناه :التلقي عن العلماء والحفظ والفهم والإدراك، هذا هو التعلم، ليس المراد مجرد قراءة أو مطالعة حرة كما يسمونها هذا ليس تعلما إنما التعلم هو :التلقي عن أهل العلم مع حفظ ذلك وفهمه وإدراكه تمامًا، هذا هو التعلم الصحيح، أما مجرد القراءة والمطالعة فإنها لا تكفي في التعلم وإن كانت مطلوبة، وفيها فائدة لكنها لا تكفي، ولا يكفي الاقتصار عليها۔

ولا يجوز التتلمذ على الكتب كما هو الواقع في هذا الوقت، لأن التتلمذ على الكتب خطير جدا يحصل منه مفاسد وتعالم أضر من الجهل، لأن الجاهل يعرف أنه جاهل ويقف عند حده، لكن المتعالم يرى أنه عالم فيحل ما حرم الله، ويحرم ما أحل الله، ويتكلم ويقول على الله بلا علم فالمسألة خطيرة جدا۔فالعلم لا يؤخذ من الكتب مباشرة إنما الكتب وسائل، أما حقيقة العلم فإنها تؤخذ عن العلماء جيلًا بعد جيل والكتب إنما هي وسائل لطلب العلم"۔(۱)

متجاہل کی اقتداء کا حال

لوگ چند کتابوں کا مطالعہ کرکے علماء کا لبادہ پہن کر سادہ لوح مسلمانوں کو غلط سلط باتیں بتا کر راہ حق اور صراطِ مستقیم سے برگشتہ کرتے ہوئے وقت کے علامہ بننے کے پرزور کوشش کر رہے ہیں۔عوام بھی ان کا خوب ساتھ دے رہی ہے اور ان کو سراہتے ہوئے انہیں علماء سے زیادہ اہمیت دینے لگی ہے۔انھیں عوام کی بدولت یہ منبر ومحراب اور کانفرنسوں وغیرہ میں اپنا تسلط قائم کرنے لگے ہیں۔ان کی شہرت اور چمک

(۱) شرح الاصول الثلاثۃ:۳۱۔۳۲

دمک کو دیکھتے ہوئے نوجوانانِ ملت بھی اسی راہ پر چل نکلے ہیں، لہٰذا آپ کو سوشل میڈیا پر خاص طور سے نام نہاد مبلغین و دعاۃ اور محققین ومفتیان کے القاب کے مصداق افراد مل جائیں گے جو بزعمِ خویش دین کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ جس نے بھی ایک دو کتابیں پڑھ لیں یا ایک دو لیکچرس لئے وہ گروپس، پیجز، بلاگس، ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز بناتا ہے اور قرآن وحدیث کی خود ساختہ تشریح کرتے ہوئے دین اسلام کی دھجیاں اڑانے کی کوشش کرتا ہے، لہٰذا کوئی محقق دوراں بنتے ہوئے احادیث کی صحت وضعف پر کلام کرتا ہے تو کوئی منسوخ جیسی احادیث کو بیان کرکے ان سے مسائل کا استنباط کرتا نظر آتا ہے۔ یہ دقیق مسائل ہوں یا غیر دقیق سب میں اپنی رائے دینے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں اور جب تک دن میں دو چار فتوے نہ دے لیں اور مناظرے نہ کرلیں ان کو سکون نہیں ملتا۔ اتنا ہی نہیں مناظرہ کے نام پر گالی گلوچ کرنے کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ دعوت وتبلیغ کے نام پر نوجوان لڑکیوں سے ہنسی ودل لگی کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ ان کے قدم یہیں نہیں رکتے بلکہ وہ دوسروں کے مقالات ومضامین اور تحقیقات کو چرا کر اپنے بلاگس، ویب سائٹس اور گروپس میں اپنے نام سے شیئر کرتے ہیں اور لوگوں کی واہ واہی بٹورتے ہیں۔ یہ علماء کی ویب سائٹس اور یوٹیوب چینلز کو شیئر کرنے میں اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ اگر کسی عالم کا لیکچر بھی شیئر کرتے ہیں تو خود کا یوٹیوب چینل بنا کر اس میں اپلوڈ کرکے شیئر کرتے ہیں۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے قصاص کی جو صفات بیان کی تھیں وہ ان کے اندر موجود نظر آتی ہیں۔ علامہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

اور اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس فن میں ان لوگوں نے دخل اندازی کی جو نقلی دلائل سے عاری وجاہل ہوتے ہیں۔ جو لکھا ہوا پاتے ہیں اسی کو یہ کہتے ہیں۔ صدق وکذب کی معرفت کی کسوٹی ان کے پاس نہیں ہوتی۔ یہ سوقِ وقت میں دینی خدمت کا کاروبار کرتے ہیں۔ اور (لوگوں کا) اتفاق ہے کہ یہ عام طور پر عوام میں سے ایسے جاہلوں کو مخاطب کرتے ہیں، جو چوپایوں کے قائم مقام ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان کی غلطیوں پر نکیر نہیں کرتے اور یہ کہتے ہوئے نکلتے ہیں کہ عالم نے کہا۔ پس عوام کے نزدیک وہی عالم ہے جو منبر (اسٹیج) پر چڑھ گیا۔

”وأكبر أَسبَابه أَنه قد يعاني هَذِه الصِّنَاعَة جهال بِالنَّقْلِ يَقُولُونَ مَا وجدوه مَكْتُوبًا وَلَا يعلمُونَ الصدْق من الْكَذِب فهم يبيعون على سوق الْوَقْت وَاتفقَ أَنهم يخاطبون الْجُهَّال من الْعَوام الَّذين هم فِي عداد الْبَهَائِم فَلَا يُنكرُونَ مَا يَقُولُونَ وَيخرجُونَ فَيَقُولُونَ قَالَ الْعَالم فالعالم عِنْد الْعَوام من صعد

الْمِنْبَر"۔(۱)

ملک میں پھرتے پاگل

جولوگ دین اورعلمائے دین کو نادان سمجھ کرمتجاہل عوام سے دین سیکھنا چاہتے ہیں ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسی قیدخانے کے پاگل اور بازاری پاگل جنہیں سمجھ میں نہیں آرہاہے کہ ہم کیوں پیروی کر رہے ہیں ۱۹۶۰ء میں ترکی کے شہر میں واقع پاگل خانے سے چوکیداروں کی لاپرواہی کی بناء پر پاگل خانے کے کھلے ہوئے دروازے سے موقع پا کر ۴۲۳ / پاگل فرار ہو گئے۔شہر کی سڑکوں پر پاگلوں نے اودھم مچا دیا،بدنظمی اور ہڑبونگ مچ گئی۔ہسپتال کی طرف سے شہر کی انتظامیہ کو اطلاع ملی۔ماہرین مسئلے کے حل کیلئے سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔فوری طور پر ایک بڑے ماہر نفسیات کو بلوالیا گیا۔ماہرِ نفسیات نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے فوراًایک سیٹی منگوائی۔ہسپتال کے عملے اور انتظامیہ کے کچھ لوگوں کو چھکڑا(ریل کی طرح ایک کے پیچھے دوسرا)بنا کر اپنے پیچھے لگایا گاڑی بنائی اور وسل بجاتے چھک چھک کرتے سڑک پر نکل آیا۔ماہر نفسیات کا تجربہ کامیاب رہا۔سڑک پر چلتے پھرتے مفرور پاگل ایک ایک کرکے گاڑی کا حصہ بنتے گئے۔شام تک ماہر نفسیات ڈاکٹر صاحب سارے پاگلوں کی گاڑی بنا کر ہسپتال لے آئے۔انتظامیہ نے پاگلوں کو واپس اُن کے وارڈز میں بند کیا اور ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا۔مسئلہ شام کو اُس وقت بنا جب پاگلوں کی گنتی کی گئی تو ۶۱۲ / پاگل شمار ہوئے جب کہ ہسپتال سے صبح کے وقت صرف ۴۲۳ / پاگل فرار ہوئے تھے۔

عالم نہیں تو کم ازکم علماء کی سننے والے بنیں

حضرت عون بن عبداللہ نے فرمایا: میں نے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز سے عرض کیا : کہا جاتا ہے کہ :اگر تم میں ایک عالم بننے کی صلاحیت ہو تو جہاں تک ممکن ہو ایک عالم بننے کی کوشش کرو،اور اگر تم نہیں بن سکتے تو پھر ایک طالب علم بنو،اور اگر طالب علم بننے کی بھی صلاحیت نہیں ہے تو پھر ان سے (علماء وطالب علم) سے محبت کرو،اگر تم ان سے محبت کے قابل بھی نہیں ہو تو پھر کم ازکم ان سے نفرت مت کرو،عمر بن عبد العزیز نے جواب دیا: سبحان اللہ۔اللہ تعالی نے اس آخری بندے کو بھی مہلت دی ہے۔(۲)

حضرت حسنؒ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تم (سکھانے والے) عالم بنو یا طالب علم بنو یا علماء

(۱)تحذیر الخواص لسیوطیؒ ۲۷۷ :

(۲)ابن عبدالبر،جامع البیان العلم:۱/ ۱۴۳

سے محبت کرنے والے اوران کی اتباع کرنے والے بنو،(ان چار کے علاوہ) پانچویں قسم کے مت بنو ورنہ ہلاک ہوجائے گے۔راوی حضرت حمیدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت حسنؒ سے پوچھا پانچویں قسم سے کون مراد ہے؟ انھوں نے کہا اپنی طرف سے دین میں نئی باتیں ایجاد کرنے والا۔(۱)

امام بخاریؒ کا اہلِ بصرہ کو محدثین بصرہ کی احادیث بیان کرنا

حضرت یوسف بن موسیٰ المزوریؒ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا، میں نے ایک منادی سے سنا جس نے کہا اے علم والو! محمد بن اسماعیل بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) تشریف لائے ہیں، تو سب لوگ آپ کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی ان کے ساتھ تھا، چنانچہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو سب کی نگاہیں اس کی طرف تھیں، اور سب نے مطالبہ کیا کہ آپ ان کے لئے حدیث کی مجلسِ املاء منعقد کریں، تو آپ نے اس کو قبول فرمایا، جب صبح ہوئی تو کئی ہزار لوگ جمع ہو گئے، آپ مجلس املاء کے لئے بیٹھے اور فرمایا:

اے بصرہ والو! میں جوان ہوں تم نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں تمہیں حدیث بیان کروں اب میں تمہیں وہ احادیث بیان کروں گا جو تمہارے شہر کے علماء سے مروی ہیں، اس طرح سے تم سب علماء کے علم سے مستفید ہو جاؤ گے۔(۲)

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے شہر کے علماء کی قدر کرنے کی تعلیم باہر سے آنے والے علماء بھی کریں، اور اپنے علاقے کے علماء سے باہر کے لوگ فائدہ اٹھائیں اور ہم محروم رہ جائیں یہ بڑی محرومی کی بات ہے، لوگوں کا مزاج بن گیا کہ غیر علماء، ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ سے بھی دین سیکھنے لگے ہیں، اور اپنے علاقے کے نہیں بلکہ ان کی علمی وعملی کیفیت کا کوئی معیار ہی نہیں پھر بھی ان کو علماء کا درجہ دینے لگے ہیں۔

علماء کی شان میں بے ادبی سخت گمراہی ہے

شیخ سلیمان الرحیلی فرماتے ہیں: ''گمراہ ہونے کے وجوہات میں سے ایک علماء کی توہین کرنا ہے کہ نوجوان نسل علماء کی بے عزتی کرتی ہے؛ جنہوں نے اپنی ساری زندگی قرآن وسنت سیکھنے اور انہی بنیادوں سے علم لوگوں کے سکھانے میں لگا دی؛ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں گزار

(۱) اخرجه ابن عبدالبر فی جامعه، ج: ۱ ص: ۲۸)

(۲) سیر اعلام النبلاء ترجمہ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری: ۱۲/ ۴۰۹

دی، انکی امانت داری اور سچائی کی گواہی تقوی دارلوگوں کے زبان زدعام ہے اور انہی کے ذمہ علم کی تدریس اورفتوے دینا ہے،لیکن نوجوان نسل انہی علماء کو حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے،جس کا نتیجہ گالی گلوچ،شکوک وشبہات اوراپنے رائے وخواہشات کی پیروی کی شکل میں ابھرآتاہے،آپکو افسوس ہوگا،جب آپ ایک ایسے نوجوان کو دیکھتے ہو جواللہ کا نافرمان ہے؛ فرائض ترک کرتاہے،ممنوع اعمال کا مرتکب ہے؛لیکن اس سے علماء کی تحقیر ہوتی ہے، کہتا ہے: ''ہمیں ان علماء کی ضرورت نہیں،ہم ان علماء کوسننا چاہتے ہیں جوہمیں یہ نہ کہیں کہ''یہ چیزحرام ہے،،انکے بیانات میں توصرف نصیحت،غصہ اورڈراناہی ہوتاہے''۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکو اسطرح سمجھایا: ''قیامت کے دن تک ہرآنے والا دن گزرنے والے دن سے بدتر ہوگا،اس سے میرا مطلب دولت کی فراوانی یا بے کارمعاملات نہیں ہیں،بلکہ اس سے میری مراد وقت کے ساتھ ساتھ علم کی کمی ہے یہاں تک کہ علماء کے فوت ہونے سے لوگ (علم کے لحاظ سے) برابر ہوجاینگے،نتیجہ وہ نہ پھراچھائی کی طرف بلائینگے نہ برائی سے روکیں گےاور یہی انکی تباہی کا سبب بنے گا۔(۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: کونسا آسمان مجھے پناہ دیگااورکونسی زمین مجھے اپنے اوپر رہنے دیگی اگرمیں اللہ کی کتاب کے بارے میں ایسابولوں جسکا مجھے علم نہ ہو؟(۲)

معاشرے کے لیے علمائے دین کی ضرورت

علمائے کرام انبیائے کرام ﷺ کے وارث ہیں۔علمائے کرام کے بغیر اسلامی معاشرہ اپنے رب اور اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا۔علمائے کرام کی اسی اہمیت کے پیشِ نظران کی آواز کو اسلامی معاشرہ کی سب سے مؤثر آواز سمجھا جاتا ہے۔مسلمان سب سے زیادہ اپنے علمائے کرام کی بات مانتے ہیں،کیوں کہ امت میں ان کی حیثیت وہی ہے جو اپنے زمانہ میں انبیائے ﷺ کی تھی،البتہ انبیاءصاحب وحی وشارع تھے، جب کہ علمائے کرام شارحِ وحی ہیں۔

علماء سے استغناء موجودہ زمانہ کاسب سے بڑا فتنہ

یہ کہنا ہے کہ''جدید آلات واسباب نے علماء سے مستغنی کردیا''علم علماء کی صحبت سے حاصل کرو،آج لوگ

---

(۱) سنن دارمی،: ۱۹۴،الخطیب نے فقیہ والمتفقیہ: ۱/ ۴۵۶؛ فتح الباری: ۱۳/ ۲۶

(۲) ابن ماجہ کتاب الزکات،حدیث: ۱۷۹۱،ابن قیم کی للعم الموقعین،یہ روایت مقطوع ہے لیکن مختلف اطراف سے اس کو تقویت ملتی ہے،جسکا ذکر ہم یہاں کریں گے۔

کہتے ہیں کہ آلات واسباب نے علماء سے مستغنی کردیا کہ ہم تو علم خود ہی حاصل کرلیں گے کہ اب تو ساراعلم آلات پر آگیا ہے، کیاضرورت ہے علماء کی؟ یہ اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ ہے کہ اُمت کو اپنی دینی رہبری کے لیے علماء کی ضرورت نہ رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا گھوڑے کی لگام پکڑ کر پیدل چلنا

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ: ''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ماہر عالم صحابی ہیں، ایک دفعہ اپنے (گھوڑے یا اونٹ) پر چڑھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (جو بڑے صحابی ورمفسر قرآن ہیں) نے لگام کو پکڑ لیا تا کہ سواری کو روانہ کرسکے، اس پر زید بن ثابتؓ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے احترام میں فرمایا: او! اللہ کے رسول کے بھائی ایسا مت کرو'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح برتاؤ کرنے کو کہا گیا ہے کہ انکی عزت اور احترام کی جائے، زید بن ثابتؓ نے فرمایا: مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ! ابن عباسؓ نے اپنا ہاتھ آگے کردیا تو زید بن ثابتؓ نے اسے چوم کر فرمایا: ''ہمیں اہل بیت کے ساتھ یہی برتاؤ کرنے کا کہا گیا ہے۔(۱)

استاذ کے لئے دعا کرنے کا اہتمام

امام یحییٰ بن سعید قطانؒ فرماتے ہیں کہ: میرا چالیس سال سے یہ معمول ہے کہ ہر نماز کے بعد امام شافعیؒ کے لئے دعا کرتا ہوں، ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھ پر علم اور فقہ کے دروازے کھولے۔(۲) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے میرا مسلسل یہ معمول ہے کہ ہر نماز کے بعد اپنے استاذ امام شافعیؒ کے لئے دُعا کرتا ہوں۔(۳)

علماء کی قدر کرنا علم کی قدر کرنا ہے

اللہ نے تمہیں علم اور علماء کا ملک عطا فرمایا ہے، کیسا مدارس کا چمن یہ ملک ہے، اس پر جتنا شکر کرو کم ہے، کس طرح اللہ نے بڑے بڑے علماء کرام اور مفتیانِ عظام تمہیں دیئے ہیں، خدا نہ کرے! اگر ان سے اِستفادہ

(۱) ابوبکر الدینوری، جواہر العلم: ۱۴۶/ ۴

(۲) احیاعلوم الدین: الباب الثانی ۱/ ۲۷

(۳) البدایہ والنہایہ ترجمہ محمد بن ادریس الشافعیؒ ۱۰/ ۲۷۶

کا عزم نہ کیا اور ان سے تعلق قائم نہ کیا تو یہ بہت بڑی ناشکری ہوگی اور بہت بڑی نعمت کو ٹھکراؤ گے، دُنیا میں ایسے ایسے ممالک بھی ہیں، جہاں پورے ملک میں کوئی کلمہ سکھانے والا اور کوئی مسائل بتانے والا نہیں ہے،علماء کی صحبت کو اپنی اوّلین ضرورت سمجھو،علماء سے محبت کرنا علم سے محبت کرنا ہے،اور علماء سے نفرت کرنا علم سے نفرت کرنا ہے اور علم سے نفرت کرنا اور نماز سے نفرت کرنا برابر ہے اور نماز سے نفرت کرنا کفر ہے۔

دو ولی عہد شہزادوں کا اُستاذ کے جوتے اٹھانے پر باہمی منازعت

خلیفہ مامون نے امام فراءؒ کو اپنے دونوں بیٹوں کو علم نحو پڑھانے کے لئے مقرر کیا،ایک دن فرّاء اپنے کسی کام کے لئے اٹھنے لگے تو دونوں شہزادے امام فراءؒ کی جوتی اٹھا کر پیش کرنے کے لئے دوڑے اور آپس میں الجھ گئے کہ کون پیش کرے، پھر اس پر صلح کی کہ ہر ایک، ایک جوتی لے، چنانچہ دونوں نے اپنے استاذ کو اس طرح سے جوتے پہنائے کہ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک جوتا تھا، مامون کا ایک خاص خادم تھا جو احوال کی اطلاع مامون کو پہنچاتا تھا،اس نے یہ بات بھی اس کو پہنچادی،تو اس نے امام فراءؒ کو بلایا، جب حضرت فراءؒ تشریف لائے،تو مامون نے ان سے پوچھا لوگوں میں سب سے زیادہ عزت کس کی ہے؟ فرمایا : میں امیر المومنین سے زیادہ کسی کو عزت والا نہیں جانتا، مامون نے کہا :

کیوں نہیں بلکہ وہ شخص زیادہ عزت والا ہے کہ جب وہ اٹھتا ہے تو اس کے لئے مسلمانوں کے دو ولی عہد شہزادے جوتے پیش کرنے کے لئے لڑتے ہیں حتی کہ ہر ایک اس بات پر راضی ہوجاتا ہے کہ ایک ایک جوتا پیش کرے۔(۱)

گھٹنے ٹیک کر علم کا حصول

حضرت لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا : ’’علماء کی صحبت ومجالست اختیار کرو، اور ان کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا کرو(تواضع اور یکسوئی کے ساتھ ان سے علم حاصل کرو) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علم وحکمت کے ذریعہ دلوں کو اسی طرح زندگی بخشتے ہیں جیسا کہ آسمانی بارش سے بنجر زمین لہلہا اٹھتی ہے‘‘۔(۲)

---

(۱) تاریخ بغداد : ترجمہ یحیٰ بن زیاد بن عبداللہ بن منظور ۱۴/ ۲۴

(۲) معالم ارشادیہ ۱۶۴

امام زہری دروازے پر بیٹھ جاتے

امام زہری بیان کرتے ہیں : میں علمِ حدیث کی غرض سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوتا اور دروازے پر بیٹھ جاتا، اگر میں چاہتا تو اندر جا سکتا تھا لیکن میں نے ان کے احترام میں ایسا نہیں کیا۔

”عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : كُنْتُ آتِي بَابَ عُرْوَةَ، فَأَجْلِسُ بِالْبَابِ، وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أَدْخُلَ لَدَخَلْتُ وَلٰكِنْ إِجْلَالًا لَهُ“(۱)

(۱) سنن دارمی، المقدمة، باب الرحلة في طلب العلم واحتمال العناء فيه، حديث : ۵۶۹

تعلیمِ بزرگان وتربیتِ بالغان کی مختلف شکلیں

بالغ و بزرگ حضرات کو مدارس بھیجنا ناممکن ہے، اس لئے محلہ کی مسجد میں یا کسی مناسب جگہ مندرجہ ذیل طریقوں سے تعلیم وتربیت کا نظام بنایا جاسکتا ہے :

ہفتہ واری درسِ قرآن و درسِ حدیث

ا۔ ہفتہ واری درس قرآن اور درس حدیث کا انتظام کیا جائے، شرعی مسائل کا درس بھی رکھا جائے، جس میں ضروری مسائل بیان کئے جائیں، اب تو جوانوں میں بھی قرآن کی نسبت سے شوق پایا جاتا ہے، موجودہ حالات میں اتوار کا دن اس کے لئے زیادہ مناسب ہوگا۔

سنڈے کلاس

اسکول اور کالج پڑھنے والے لڑکوں کے لئے خصوصی ہفتہ واری کلاس تین گھنٹوں کی کلاس رکھی جائے، جس میں اہم نصاب کو ترتیب دیا جائے، عصری طلبہ کو الحاد وکفر سے بچانے کا یہ ایک بہتر راستہ ہے۔

ماہانہ موسمی پروگرام

ہر ماہ کے شروع میں اس مہینہ کے احکام وفضائل کے متعلق نکاتی پروگرام رکھا جائے، فہم محرم کورس فہم صفر کورس، الخ، رمضان المبارک، عیدین، شب قدر کی مناسبت سے خواتین کے لئے دن کے وقت پروگرام رکھے جائیں اور ان مذہبی تقریبات کی روح ان پر پیش کی جائے۔

سیرتی پروگرام

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت وسوانح سے عملی و عشقی پہلو اور علمی نکات کو درساً یا کوئز کی شکل میں رکھے جائیں، سیرت کے خصوصی جلسے مختلف پیشہ کے لوگوں کے لئے رکھنے کی بہت ضرورت ہے، سیرت سے ان کے پیشہ کے احکام وآداب سمجھائے جائیں۔

گرمائی کلاس

گرمائی تعطیلات میں لڑکوں کے لئے خصوصی گرمائی کلاس اور مذاکرات رکھے جائیں اور ان کلاسز کو ناظرۂ قرآن اور دعاؤں کے یاد کرنے تک محدود نہ کیا جائے؛ بلکہ عقائد، عبادات، معاشرت اور

اخلاق چاروں شعبوں کی تعلیم دی جائے ۔(۱)

اسکول وکالج میں دینی پروگرام

اسکول وکالج میں مستقل ہفتہ واری یا پندرہ روزہ اسلامی ،اصلاحی ،اخلاقی ،اورانسانیت سے متعلق اہم مشترکہ عناوین پر پروگرام رکھے جائیں ،لڑکوں اورلڑکیوں کوسوالات کاموقع دیا جائے،اور تشفی بخش جواب سے نوازا جائے،اچھے سوالات پر انعام بھی مؤثر رہتا ہے ۔

ٹیوشن سینٹر کے ذریعہ تعلیم

ڈگری پڑھنے والے لڑکوں اورعصری تعلیم یافتہ کوجوڑ کران کے ذریعہ بچوں کواسکول کا ہوم ورک پڑھائیں ،حساب پڑھائیں ،انگریزی تکلم سکھائیں ،اسی کے ساتھ تھوڑی دیرعقائد کی درستگی ،دینی ذہن سازی کا کام کردیں ۔

شادی کورس کانظام

بالغ لڑکوں بالخصوص شادی ہونے والے لڑکوں کاسروے کرکے دوماہی ،سہ ماہی کورس چلائیں ،نکاح کے بعدکی زندگی کے تمام احکام بالترتیب بتائیں جس کے لئے یہ کتابیں مناسب ہوتی ہیں :

۱۔مسنون نکاح
۲۔مشترکہ خاندان شریعت اورسماج کی روشنی میں
۳۔گھر بنے جنت
۴۔گھریلوجھگڑوں سے نجات
۵۔گھر جنت کیسے بنے

کاؤنسلنگ سینٹر

جوانوں میں بلکہ خاندانوں میں آپسی تنازعات ،واختلافات کے موقع پر دینی وفقہی رہبری ،میراث ،خلع وطلاق کے بنیادی مسائل ،مسلم پرسنل لاءاوراسلام پراعتراضات کے جوابات کی مجلس ۔وغیرہ ۔

(۱)ازقلم :فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

عمومی ملاقات

گلی،کوچوں ،بازاروں ،چبوتروں ،جم خانے،میدانوں ،پان شاپوں ،پارکوں اور مختلف مقامات پر عوام سے مثبت انداز میں سنجیدہ،تربیت یافتہ طبقہ کی ملاقات کا مستقل نظام۔

میڈیکل کیمپ کے ذریعہ

ماہانہ یا پندرہ روزہ میڈیکل کیمپ کے ذریعہ آنے والے بیمار بزرگ حضرات کو علاج سے قبل ایک گھنٹہ دینی ذہن سازی کا نظام بنایا جائے،انہیں مکتب کی تعلیم کے لئے آمادہ کیا جائے۔

مختصر کورسس رکھے جائیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنے والے وفود کو مختصر ایام میں ضروری تعلیم سے آراستہ کر دیتے تھے،جس میں مختلف قبائل کے آدمی مدینہ آ کر چند دن قیام کرتے اور ضروری مسائل سیکھ کر واپس چلے جاتے اور اپنے اپنے قبائل کو جا کر تعلیم دیتے۔ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں ان کے قبائل میں واپس بھیج دیتے، مالک رضی اللہ عنہ بن الحویرث کو بیس دن کی تعلیم کے بعد حکم دیا : تم اپنے خاندان میں واپس جاؤ اور ان میں رہ کر ان کو امورِ شریعت کی تعلیم دو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح پڑھانا،اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی اذان دے،پھر تم میں سے سب سے زیادہ پڑھا لکھا امامت کرائے۔

"اِرجعوا الی أھلیکم فعلّموھم ومروھم وصلوا کما رأیتمونی أصلی، واذا حضرت الصلوٰۃ فلیؤذّن لکم احدکم ثم لیؤمکم اکبرکم"۔(۱)

موجودہ حالات میں ... فہم تجارت کورس .... فہم عقائد کورس ... فہم معاملات کورس ... فہم الحاد کورس ... وغیرہ رکھے جاسکتے ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، حدیث:٦۰۰۸

ماخذ ومراجع

بخاری شریف	مسلم شریف
ترمذی شریف	مسند عبدالرزاق
جامع ابن عبدالبر	مسند ابن ابی شیبہ
مسند البزار	مسند ابن ابی نعیم
مسند طبرانی	تفسیر روح البیان
جامع بیان العلم وفضائلہ	مسند ابن سعد
اہل سنت کی امتیازی شان	تہذیب الکمال للمزی
الترغیب والترہیب	من اخبار السلف الصالح
مسند احمد	بدائع الصنائع
مسند ابن حبان	شرح العقیدۃ الطحاوی
حلیۃ الاولیاء	کنز الاعمال
مستدرک حاکم	مشکاۃ شریف
احکام القران للجصاص	تہذیب الاسماء
سنن ابوداؤد	تذکرۃ الحفاظ
سب کے لیے ابن غوری	طبقات ابن سعد
ماہنامہ دارالعلوم	خلاصہ تہذیب الکلام
حیاۃ الصحابہ	فتوح الہند
وحدت امت	صبر واستقامت کے پیکر
جماعت اسلامی پاکستان	فکر انگیز باتیں

دینی مدارس کی ضرورت اور جدید تقاضوں کے مطابق نصاب ونظام تعلیم	تبین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری
فیض سعید، مولانا عبد القوی صاحب	صدائے وقت ندیم الواجدی
خطبات افغانی	اردو ڈاٹ کام
بوڑھوں کے لیے خوشخبری	پیمانہ غزل محمد شمس الحق
ابن عساکر	فکر وخبر
منہاج القران	ظفر المحصلین باحوال المصنفین
جہان دیدہ مفتی تقی عثمانی صاحب	صبر واستقامت کے پیکر
تذکرۃ الحفاظ	فتح الباری
سنن دارمی	طحاوی شریف
سیر اعلام النبلا	الجامع الاخلاق الراوی
خطبات حکیم الامت	علماء سلف کا شوق علم
معلم انسانیت کا نظام تعلیم وتربیت	ماہنامہ منہاج القران
متاع وقت اور کاروان علم	عقود الجان
منظم مدارس	برہان سید مبارض الدین رفعت
مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت	ترتیب المدارس وترتیب المسالک
مقالات شبلی	وفیات الاعیان
وقت کی اہمیت	سوانح یوسفی
حدیثیں کیسے جمع ہوئی	التاریخ الکبیر
الردالوافر	کتاب الزید
العقد الفرید	صفۃ الصفوۃ

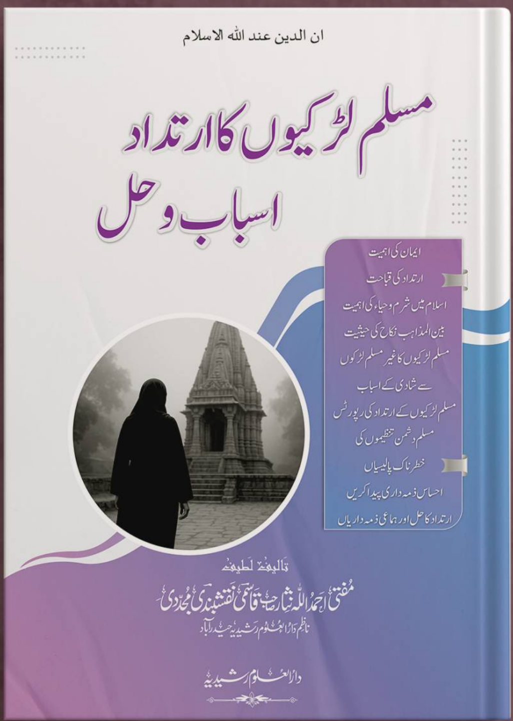
التبصر ہ لابن الجوزی	الفقیہ والمتفقہ علیہ
المحدث الفاصل	نصیحۃ اہل الحدیث للخطیب
الرشید ماہنامہ دارالعلوم دیوبند	الحث علی طلب العلم والاجتہاد فیہ
شرح الاصول الثلاثۃ	تاریخ بغداد
تاریخ الاسلام	البدایہ والنہایہ
جواہر العلم ابوبکر الدینوری	احیاء علوم الدین
تحذیر الخواص لسیوطی	العقود الدری

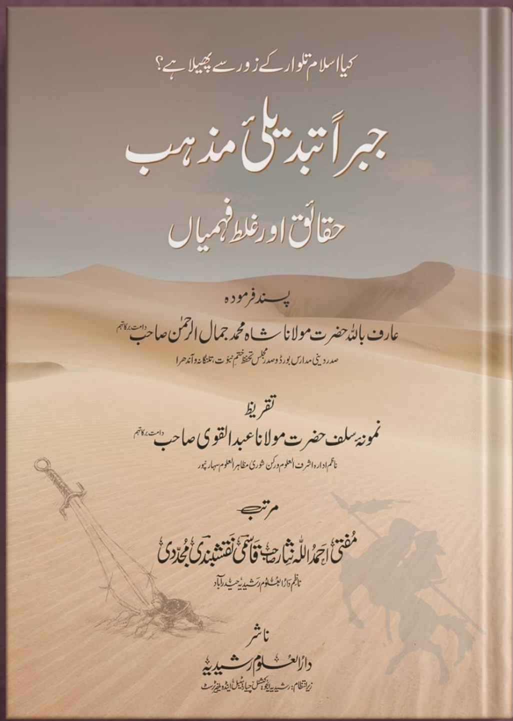
مرتب کی کتابیں

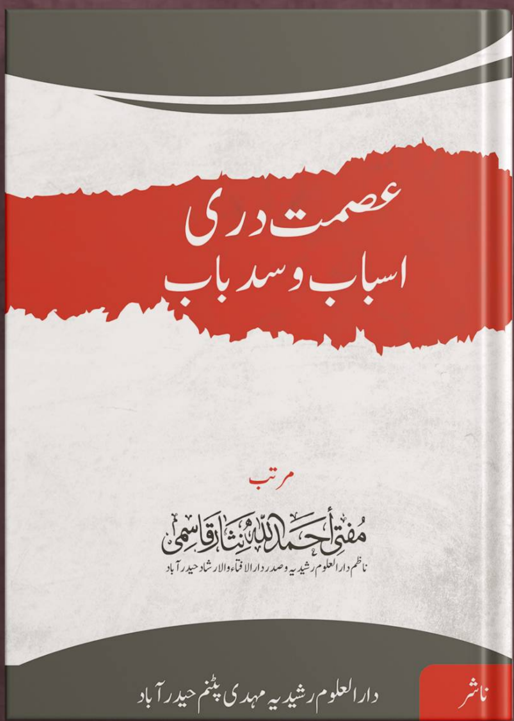
۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات
۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں
۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل، تعلیق وتخریج)
۴۔عصری خطبات مجلدات (زیرِطبع)
۵۔جماعت اولی کی اہمیت و جماعت ثانیہ کی حیثیت
۶۔نیاسال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر
۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں
۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں
۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت
۱۰۔خیر البیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)
۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِوطن تک (زیرِطبع)
۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی تحقیق وتخریج، زیرِطبع)
۱۳۔ اللمعة اذا جتمع العيد والجمعة
۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت
۱۵۔احکام اعتکاف
۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟
۱۷۔ یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں
۱۸۔ پتنگ بازی حقائق ونقصانات
۱۹۔وجودِباری وتوحیدِ باری عقل کی روشنی میں
۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل
۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے

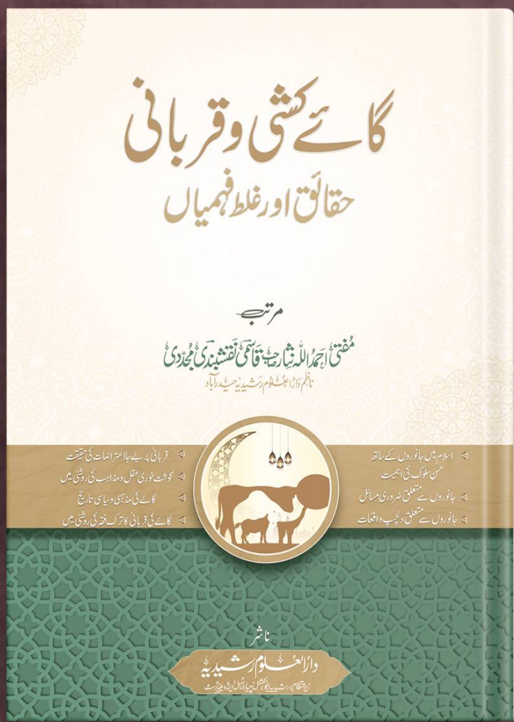
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل،تخریج وتضمیم)
۲۸۔قربانی۔مذاہب ومسالک کے اختلافات کا حل
۲۹۔عصمت دری اسباب وسدباب
۳۰۔سنتِ فجر فضائل ومسائل
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدود وحقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبر تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت وسماج کی روشنی میں
۴۴۔لو جہاد حقیقت یا فسانہ
۴۵۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت
۴۶۔تیسیر المبتدی بترتیبِ جدید فارسی (حصہ اوّل،دوم،سوم)
۴۷۔مطلّقہ،معلّقہ،مختلعہ وبیوہ کے حقوق
۴۸۔تعلیم بالغان وبزرگان۔اہمیت وضرورت
۴۹۔خواتین کے علمی کارنامے۔تعلیمِ نسوان ومکاتب بالغات کی اہمیت
۵۰۔مکاتب کی اہمیت وضرورت
۵۱۔منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب

مصنف کی دیگر کتابیں









DARUL ULOOM RASHEEDIA
Door Number 12-2-823/A/28A1 Masjid E Qutub Shahi
2nd Floor, opp MS college Santosh Nagar Colony,
(Pillar No17) Mehdipatnum Hyderabad-500028 (T.S)
WWW.darululoomrasheediya.com